خودسازي

يعنى

تزكيه و تهذيب نفس

اميني، ابراهيم

خودسازي
يعني
تزكيه و تهذيب نفس

امينی، ابراهيم، 1304 -.

خودسازي يا تزكيه و تهذيب نفس / ابراهيم امينی. - قم: شفق، 1378.
320ص.-
كتابنامه: به صورت زير نويس
شابك: 0-020-485-964
1. خودسازي در اسلام 2. اخلاق اسلامي الف. عنوان ب. عنوان: تزكيه و تهذيب نفس
BP9خ85الف / 250

63/297
انتشارات شفق

قم-خيابان شهداء

تلفن: 02517741028 - 02517742843

خودسازي

ابراهيم امينی
ناشر: انتشارات شفق
نوبت چاپ: دهم 1380
تيراژ:4000
چاپ: قدس
شابك: 0-020-485-964
ISBN: 964-485-020-0

فہرست

مقدّمہ
پیغمبروں کے بعثت کی اہم غرض نفوس کا پاکیزہ کرنا تھا
بزرگ شناسی اور خود سازی
روح انسانی اور نفس حیوانی
انسان ارزش
باطنی زندگی
اپنے آپ کو کیسے بنائیں
قرآن میں قلب
قلب کی صحت و بیماری
قلب روح احادیث میں
قسی القلب
قلب کے طبیب اور معالج
تکمیل اور تہذیب نفس
پہلا حصّہ   تخلیہ یا تہذیب نفس
تہذیب نفس
بیماری سے غفلت
نفس کی بیماریوں کے تشخیص کے راستے
علاج کرنے کا عزم
نفس پر غلبہ کرنا
نفس کے ساتھ جہاد
جہاد اکبر
جہاد اور تائید الہی
اپنا طبیت خود انسان
تہذیب نفس کے مراحل
یکدم ترك کرنا
آہستہ آہستہ ترك کرنا
وہ کام جو نفس کے پاك کرنے میں مدد دیتے ہیں
خودپسندی اور خودخواہی تمام مفاسد کی جڑہے
تمام گناہوں کی جڑ دنیا طلبی ہے

دنیا کیا ہے
دنیا کی حقیقت
اہل آخرت
اہل دنیا
اہل دنیا اور اہل آخرت
تقوی تزکیہ نفس کا اہم عامل ہے
احکام کی غرض تقوی ہے
تقوی کی تعریف
تقوی اور گوشہ نشینی
تقوی اور بصیرت
تقوی اور مشکلات پر قابو پانا
تقوی اور آزادی
تقوی اور بیماریوں کا علاج
متّقیوں کے اوصاف
نفس پر کنٹرول کرنے اور اسے پاك کرنے کا اہم سبب مراقبت ہوتا ہے
اعمال کا ضبط کرنا اور لکھنا
قیامت میں حساب
قیامت سے پہلے اپنا حساب کرلیں
کس طرح حساب کریں
1 مشارطہ اور عہد لینا
2 مراقبت
3 اعمال کا حساب
توبہ یا نفس کو پاك و صاف کرنا
توبہ کی ضرورت
توبہ کا قبول ہونا
توبہ کیا ہے
جن چیزوں سے توبہ کی جاتی چاہئے
دوسرا حصّہ نفس کی تکمیل اور تربیت
نفس کی تکمیل اور تربیت
خدا سے قرب
قرب خدا کا معنی

کمالات انسان کی بنیاد ایمان ہے

تکامل اور قرب حاصل کرنے کے اسباب

پہلا وسیلہ ذکر خدا

ذکر کا مراد

ذکر کے مراتب

ذکر و لقاء کے آثار اور علائم

خداوند عالم کی اطاعت

خضوع اور عاجزی

خدا کی بندے کی طرف توجہ

خدا کا بندے سے محبت کرنا

اہم اثر

پہنچنے کے راستے

فکر اور دلیل

آیات الہی میں غور کرنا

عبادت

اذکار اور دعائیں

وظائف اور دستور

امیر المومنین علیہ السلام کا حکم

امام جعفر صادق علیہ السلام کا حکم

مرحوم مجلسی کا دستور العمل

ملا آخوند حسین قلی کا دستور العمل

میرزا جواد آقا تبریزی کا دستور العمل

شیخ نجم الدین کا دستور العمل

موانع (رکاوٹیں)

پہلی رکاوٹ

دوسری رکاوٹ

تیسری رکاوٹ

چوتھی رکاوٹ

پانچویں رکاوٹ

چھٹی رکاوٹ

ساتویں رکاوٹ

دوسرا وسیلہ   فضائل اور مکارم اخلاق کی تربیت

تیسرا وسیلہ   عمل صالح

اخلاص

کچھ نیک اعمال

اوّل   واجب نمازیں

نمازمیں حضور قلب

حضور قلب کے مراتب

حضور قلب اورتوجہ کے اسباب

دوم   نوافل

سوّم   تہجد کی نماز

نماز شب کی کیفیت

چوتھا وسیلہ   جہاد اور شہادت

پانچواں وسیلہ   خدمت خلق اور احسان

چھٹا وسیلہ   دعا

ساتواں وسیلہ   روزہ

اپنے آپ کو سوارنے میں روزے کا کردار

حواشی-2 حواشی-1

تقدیم

اس ناچیز تحریر کو جہاد اور شہادت کے راہ پیماؤں اور عرفاء کہ جنہوں نے سو سالہ راستے کو ایك شب میں طے کیا ہے اور محبوب کے عشق میں ایك لحظہ جلے ہیں اور بلند مقام (جو اپنے رب سے رزق حاصل کرتے ہیں) تك صعود کیا ہے کی خدمت میں اس امید پر تقدیم کرتا ہوں کہ وہ ایك نگاہ لطف ہماری طرف بھی مبذول کریں_

مؤلف

اس کتاب کا ترجمہ اس امید میں کر رہا ہوں کہ یہ میرے لئے صدقہ جاریہ قرار پاتے ہوئے پڑھنے والے اس پر عمل کر کے اس حقیر کے لئے دعاء مغفرت کریں اور دعا کریں میرا انجام محبت آل محمد(ص) پر قرار پائے_ اور خداوند عالم مجھے مرنے کے بعد اپنی جوار رحمت میں قرار دے_ آمین

مترجم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمین و الصلوة و السلام علی اشرف الانبیاء و المرسلین حبیب الہ العالمین ابی القاسم محمد صلی الله علیہ و آلہ وسلم الذی بعثہ رحمة للعالمین لیزکیہم و یعلمہم الکتاب و الحکمة و السلام علی عترتہ و اہل بیتہ الطیبین الطاہرین

خدایا ہمیں انسانیت کے سیدھے راستے اور کمال مدارج کے طے کرنے کی ہدایت فرما اور ہمارے تاریك دلوں کو معرفت اور یقین کے نور سے روشن کر_ خود پسندي، خودبینی خواہشات و تمینات نفسانی کے پردوں کو ہمارے دلوں سے ہٹا دے اور ہماری باطنی آنکھکو بے مثال جمال کے دیکھنے کی بینائي عطا کردے_ اور ہمیں اپنے آپ کو سنوار نے اور روح کو پاك و پاکیزہ کرنے کے راستوں کی طرف مدد فرما_ اپنے غیر کی طرف توجہہ اور محبت کو ہمارے دلوں سے نکال دے اور غفلت کے پردوں کو ہمارے دلوں سے دور کردے اور اپنی محبت اور انس کے شفاف چشمہ سے سیراب فرما_ تاکہ ہم اپنی طرف متوجہ ہوں اور باقی ماندہ گرانقدر عمر کو گذری ہوئي زندگی کی طرح سستی اور غفلت میں بسر نہ کردیں

اس ناچیز بندہ جو خواہشات اور تمینات نفسانی میں گرفتار اور حیران و پریشان اور مقامات معنوی اور درجات کمال سے بے خبر اور مراتب سیر و سلوك سے نا واقف نے اس کا ارادہ کیا ہے کہ خود سازی تہذیب اور تزکیہ نفس کی بحث کے میدان میں وارد ہو اور قرآنی آیات اور پیغمبر اکرم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے فرامین اور تزکیہ اور تہذیب نفس اور سیر اور سلوك الی الله کے قواعد کلیہ سے استفادہ کر کے پڑھنے والوں

اور طالبین راہ معرفت کی خدمت میں پیش کرے اس امید پر کہ شاید سالکین راہ ہدایت کے لئے مددگار ثابت ہو اور خداوند عالم اس حقیر اور محروم پر احسان کرے اور میرا ہاتھ پکڑ کر نادانی خودخواہی غفلت کی تاریکیوں سے خارج کردے اور ذکر و انس و محبت و بقاء کی وادی کی طرف رہنمائي فرمائے شاید باقیماندہ عمر میں اگر ہو بعض گذرے ہوئے نقصانات کا جبران کر سکوں_ احب الصالحین و لست منہم نیکوں کو دوست رکھتا ہوں گر چہ ان میں سے نہیں ہوں

اہم نقطہ

اس بحث میں وارد ہونے سے پہلے ايك مہم مطلب کا تذکرہ ضروری ہے اور وہ یہ کہ خودسازی (اپنے آپ کو سدھارنا) اور تزکیہ نفس کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ انسان گوشہ نشین اور دنیاوی مشاغل کو ترك کردے اور اجتماعی اور معاشرتی ذمہ داریوں اور عہدوں سے دست بردار ہوجائے بلکہ خود اس کتاب کے مباحث میں واضح ہوجائیگا کہ گوشہ نشینی اور فردی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو قبول نہ کرنا خودسازی اور تکمیل و تہذیب نفس کے منافی ہے_ اسلام مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ با وجودیکہ عام لوگوں میں زندگی بسر کریں اور فردی اور اجتماعی وظائف انجام دیں اپنے آپ سے غافل نہ ہوں اور خودسازی اور تہذیب نفس کی تربیت کو اہمیت دین اور اسے مورد عنایت قرار دیں__مؤلف

پیغمبروں کے بعثت کی اہم غرض نفوس کا پاکیزہ کرنا تھا

پیغمبروں کا سب سے بڑا ہدف اور غرض انسانی نفوس کی پرورش کرنا اور نفوس انسانی کو پاك و پاکیزہ بنانا تھا_ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ '' خداوند عالم نے مومنین پر احسان کیا ہے کہ ان سے ايك رسول ان کے درمیان بھیجا ہے تا کہ وہ ان کے لئے قرآنی آیات کی تلاوت کرے اور ان کے نفوس کو پاك و پاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گرچہ وہ اس سے پہلے ايك کھلی ہوئي گمراہی میں غرق تھے_ (1)

تعلیم و تربیت کا موضوع اس قدر مہم تھا کہ پیغمبروں کے بھیجنے کی غرض قرار پایا اور خداوند عالم نے اس بارے میں اپنے بندوں پر احسان کیا_ انسان کی فردی اور اجتماعی شخصیت کی سعادت اور دنیوی اور اخروی شقاوت اس موضوع سے وابستہ ہے کہ کس طرح انسان نے اپنے آپ بنایا ہے اور بنائے گا_ اسی وجہ سے انسان کا اپنے آپ کو بنانا ايك زندگی ساز سرنوشت ساز کام شمار ہوتا ہے_ پیغمبر(ص) آئے ہیں تا کہ خودسازی اور نفس انسانی کی پرورش اور تکمیل کا راستہ بتلائیں اور مہم ا ور سرنوشت ساز کام کي رہنمائي اور مدد فرمائیں پیغمبر آئے ہیں تا کہ نفوس انسانی کو رذائل اور برے اخلاق اور حیوانی صفات سے پاك اور صاف کریں اور اچھے اخلاق اور فضائل کی پرورش کریں_ پیغمبر علیہم السلام آئے ہیں تا کہ انسانوں کو خودسازی کا درس دیں اور برے اخلاق کی شناخت اور ان پر کنٹرول اور خواہشات نفسانی کو قابو میں رکھنے کی مدد فرمائیں اور ڈرانے اور دھمکانے سے ان کے نفوس کو برائیوں اور ناپاکیوں سے پاك و صاف

کریں_ وہ آئے ہیں تا کہ فضائل اور اچھے اخلاق کے پودے کو انسانی نفوس میں پرورش دیں اور بار آور بنائیں اور اپنی راہنمائي اور تشویق اور ترغیب سے ان کے مددگار بنیں_ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ '' میں تمہیں اچھے اخلاق کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ خداوند عالم نے مجھے اسی غرض کے لئے بھیجا ہے_ (2) نیز پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' میں اسلئے بھیجا گیا ہوں تا کہ اچھے اخلاق کو نفوس انسانی میں مکمل کروں_ (3) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' خداوند عالم نے پیغمبروں کو اچھے اخلاق کے لئے منتخب کیا ہے جو شخص بھی اپنے آپ میں اچھے اخلاق موجو د پائے تو خداوند عالم کا اس نعمت پر شکریہ ادا کرے اور جو شخص اپنے آپ میں اچھے اخلاق سے محروم ہو اسے اللہ تعالی کی بارگاہ میں تضرع اور زاری کرنی چاہئے اور اللہ تعالی سے اچھے اخلاق کو طلب کرنا چاہئے_ (4)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' اگر بالغرض میں بہشت کی امید نہ رکھتا ہوتا اور دوزخ کی آگ سے نہ ڈرتا ہوتا اور ثواب اور عقاب کا عقیدہ بھی نہ رکھتا ہوتا تب بھی یہ امر لائق تھا کہ میں اچھے اخلاق کی جستجو کروں کیونکہ اچھے اخلاق کامیابی اور سعادت کا راستہ ہے_ (5)
امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' ایمان کے لحاظ سے کاملترین مومنین وہ
ہیں کہ جن کے اخلاق بہتر ہوں_'' رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ '' قیامت کے دن نامہ اعمال میں کوئي چیز حسن خلق سے افضل نہیں رکھی جائیگي_ (6)

ایك آدمی رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ دین کیا ہے؟ آپ(ص) نے فرمایا
''حسن خلق'' وہ آدمی اٹھا اور آپ(ص) کے دائیں جانب آیا اور عرض کی کہ دین کیا ہے؟ آپ(ص) نے فرمایا
''حسن خلق'' یعنی اچھا اخلاق_ پھر وہ گیا اور آپ کے بائیں جانب پلٹ آیا اور عرض کی کہ دین کیا ہے ؟
آپ(ص) نے اس کی طرف نگاہ کی اور فرمایا کیا تو نہیں سمجھتا؟ کہ دین یہ ہے کہ تو غصہ نہ کرے_ (7)
اسلام کو اخلاق کے بارے میں خاص توجہہ ہے اسی لئے قرآن مجید میں اخلاق کے بارے میں احکام کی نسبت زیادہ آیات قرآنی وارد ہوئي ہیں یہاں تك کہ قرآن کے قصوں میں بھی غرض اخلاقی موجود ہے_ تمہیں احادیث میں اخلاق کے بارے ہزاروں حدیثیں ملیں گی اگر دوسرے موضوعات سے زیادہ حدیثیں نہ ہوئیں تو ان سے کمتر بھی نہیں ہیں_ اخلاق کے بارے میں ثواب اور خوشخبریاں جو ذکر ہوئي ہیں دوسرے اعمال کے ثواب سے کمتر نہیں ہیں_ اور برے اخلاق سے ڈرانا اور سزا جو بیان ہوئي ہے وہ دوسرے اعمال سے کمتر نہیں ہیں_ اسی لئے اسلام کی بنیاد اخلاقیات پر تشکیل پاتی ہے_ مناسب نہیں کہ اسے دین کے احکام میں دوسرا درجہ دیا جائے اور دینداروں کے لئے آرائشے اور خوبصورتی کا درجہ دیا جائے اگر احکام میں امر اور نہی ہیں تو اخلاق میں بھی امر اور نہی موجود ہیں اور اگر احکام میں تشویق اور تخویف ثواب اور عقاب اور جزا

ء اور سزا موجود ہے تو اخلاق میں بھی یہی امور موجود ہیں_

پس احکام شرعی اور اخلاق میں کونسا فرق موجود ہے؟ اگر ہم سعادت اور کمال کے طالب ہیں تو اخلاقیات سے لاپرواہی نہیں برت سکتے ہم اخلاقی واجبات کو اس بہانے سے کہ یہ اخلاقی واجبات ہیں ترك كرديں اور اخلاقی محرمات کو اس بنا پر کہ یہ اخلاقی محرمات ہیں بجالاتے رہیں_ اگر نماز واجب ہے اور اس کا ترك کرنا حرام اور موجب سزا ہے تو عہد کا ایفا بھی واجب ہے اور خلاف وعدہ حرام ہے اور اس پر بھی سزا ہوگی پس ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

واقعی متدین اور سعادت مند وہ انسان ہے کہ جو احکام شرعیہ اور تکالیف الہی کا پابند ہو اور اخلاقیات کا بھی پابند ہو بلکہ سعادت اور کمال معنوی اور نفسانی میں اخلاقیات بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں جیسے کہ بعد میں ذکر کریں گے_

بزرگ شناسی و خودسازي

گرچہ انسان ایك حقیقت ہے لیکن یہ مختلف جہات اور اوصاف رکھتا ہے_ انسان کے وجود کا ایك مٹی کے جوہر سے جو بے شعور ہے آغاز ہوا ہے اور پھر یہ جوہر مجرد ملکوتی تك جاپہنچتا ہے خداوند عالم قرآن مجید میںفرماتا ہے کہ '' خداوند وہ ہے کہ جس نے ہر چیز کو اچھا پیدا کیا ے اور انسان کو مٹی سے بنایا ہے اور اس کی نسل کو بے وقعت پانی یعنی نطفہ سے قرار دیا ہے پھر اس نطفہ کو اچھا اور معتدل بنایا ہے اور پھر اس میں اپنی طرف منسوب روح کو قرار دیا ہے اور تمہارے لئے کان، آنکھ اور دل بنایا ہے اس کے باوجود تم پھر بھی بہت کم اس کا شکریہ ادا کرتے ہو_ (8)

انسان مختلف مراتب اور جہات رکھتا ہے ایك طرف تو وہ ایك جسم طبعی ہے اور اس جسم طبعی کے آثار رکھتا ہے دوسری طرف وہ جسم نامی ہے کہ وہ اس کے آثار بھی رکھتا ہے اور دوسرے لحاظ سے وہ ایك حیوان ہے اور وہ حیوان کے آثار بھی رکھتا ہے لیکن بالاخرہ وہ ایك انسان ہے اور وہ انسانیت کے آثار بھی رکھتا ہے جو حیوانات میں موجود نہیں ہیں_

لہذا انسان ایك حقیقت ہے لیکن یہ حقیقت وجود کے لحاظ سے مختلف مراتب اور درجات کی حامل ہے_ جب یہ کہتا ہے کہ میرا وزن اور میری شکل و صورت تو وہ اپنے جسم نامی ہونے کی خبر دے رہا ہوتا ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ میری شکل و صورت تو وہ اپنے جسم نامی ہونے کی حکایت کر رہا ہوتا ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ میرا چلنا اور شہوت اور غضب تو وہ اپنے حیوانی درجہ کی خبر دے رہا ہوتا ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ

میرا سوچنا اور عقل اور فکر تو وہ اپنے انسان اعلی درجہ کا پتہ دے رہا ہوتا ہے پس انسان کی میں اور خود مختلف موجود ہیں_ ایك جسمانی میں اور ایك میں نباتی اور ایك میں حیوانی اور ایك میں انسانی لیکن ان میں سے انسانی میں پر ارزش اور اصالت رکھتی ہے وہ چیز کہ جس نے انسان کو انسان بنایا ہے اور تمام حیوانات پر برتری دی ہے وہ اس کی روح مجرد ملکوتی اور نفخہ الہی ہے_

خداوند عالم انسان کی خلقت کو اس طرح بیان فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو ٹی سے خلق کیا ہے پھر اسے نطفہ قرار دیا ہے اور اسے ایك مضبوطہ جگہ رحم مادر میں قرار دیا ہے اور پھر نطفہ کو علقہ لو تھڑا اور پھر علقہ کو نرم گوشت بنایا ہے اور پھر نرم گوشت کو ہڈیاں بنایا ہے پھر ان ہڈیوں پر گوشت سے ڈھانپا ہے_ پر اس میں روح مجرد ملکوتی کو پھونکا ہے جس سے اسے ایك نئي مخلوق بنایا ہے_ شاباش اس کامل قادر پر جو بہترین خلق کرنے والا ہے_

انسان کی خلقت کے بارے خدائے دانا فرماتا ہے_ تبارك اللہ احسن الخالقین اسی ملکوتی روح کی وجہ سے انسان کایك ایسے مقام تك پہنچ جاتا ہے کہ خداوند عالم کی طرف سے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ '' میں نے آدم (ع) کو پیدا کیا ہے اور اس روح کو جو میری طرف نسبت رکھتی ہے اس میں پھونکا ہے لہذا تم سب اس کی طرف سجدہ کرو_ (9)

اگر انسان تعظیم کا مورد قرار پایا ہے اور خدا نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم نے اولاد آدم کو محترم قرار دیا ہے اور انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا ہے اور ہر قسم کی پاکیزہ اور لذیذ غذا اس کی روزی قرار دی ہے اور اپنی بہت سی مخلقو پر اسے برتری دے ہے (10) تو یہ سب اسی روح ملکوتی کے واسطے سے ہے لہذا انسان اگر خود سازی یعنی اپنے آپ کو سنوارنا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی انسانی میں کو سنوارے اور تربیت دے نہ وہ اپنی حیوانی میں یا جسمانی میں کی پرورش کرے پیغمبروں کی غرض بعثت بھی یہی تھی کہ انسان کو خودسازی اورجنبہ انسانی کی پرورش میں اس کی مدد کریں اور اسے طاقت فراہم کریں_ پیغمبر(ص) انسانوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے انسانی میں کو فراموش نہ کرو اور اگر تم نے اپنے انسانی خود اور میں کو خواہشات حیوانی پر قربانی کر دیا تو بہت بڑا نقصان تمہارے حصہ اور نصیب میں آجائیگا_

خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے '' اے پیغمبر_ ان سے کہہ دے کہ نقصان میں وہ اشخاص ہیں جو اپنے نفس انسانی اور اپنے اہل خانہ کے نفوس کو قیامت کے دن نقصان میں قرار دیں اور یہ بہت واضح اور کھلا ہوا نقصان ہے_ (11) جو لوگ حیوانی زندگی کے علاوہ کسی دوسرے چیز کی سوچ نہیں کرتے در حقیقت وہی

لوگ ہیں جنہوں نے انسانی شخصیت کو کھو دیا ہوا ہے کہ جس کی تلاش میں وہ کوشش نہیں کرتے_(12)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''میں اس شخص سے تعجب کرتا ہوں کہ ایك گم کی ہوئي چیز کی تلاش تو کرتا ہے جب کہ اس نے اپنے انسانی روح کو گم کیا ہوا ہے اور اس کے پیدا کرنے کے درپے نہیں ہوتا_'' اس سے بدتر اور دردناك تر کوئي نقصان نہیں ہے کہ انسان اس دنیا میں اپنی انسانی اور واقعی اور حقیقی شخصیت کو کھو بیٹھے ایسے شخص کے لئے سوائے حیوانیت کے اور کچھ باقی نہیں رہے گا_

روح انسانی اور نفس حیواني جو روایات اور آیات روح اور نفس انسانی کی بارے میں وارد ہوئي ہیں وہ د و قسم پر ہیں ایك قسم نفس انسانی کو ایك در بے بہا اور شریف ملکوتی کہ جو عالم ربوبی سے آیا ہے اور فضائل اور کمالات انسانی کامنشا ہے بیان کرتی ہیں اور انسان کو تاکید کرتی ہیں کہ ایسے کمالات اور جواہر کی حفاظت اور نگاہ داری اور تربیت اور پرورش میں کوشش کرے اور ہوشیار رہے کہ ایسے بے بہا در کو ہاتھ سے نہ جانے دے کہ اس سے اسے بہت زیاد نقصان اٹھانا پڑے گا_ نمونے کے طور پر قرآن مجید میں آیا ہے کہ '' اے محمد (ص) آپ سے روح کی حقیقت کا سوال کرتے ہیں ان کے جواب میں کہہ دے کہ یہ پروردگار کے عالم سے ہے اور وہ علم جو تمہیں دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے_ (13) اس آیت میں روح کو ایك موجود عالم امر سے جو عالم مادہ سے بالاتر ہے قرار دیا ہے_ امیرالمومنین علیہ السلام نے روح کے بارے میں فرمایا ہے کہ ''روح ایك در بے بہا ہے جس نے اس کی حفاظت کی اسے وہ اعلی مرتبہ تك پہنچائیگا اور جس نے اس کی حفاظت میں کوتاہی کی یہ اسے پستی کی طرف جائیگا_ (14)

آپ نے فرمایا ہے کہ '' جس شخص نے اپنی روح کی قدر پہچانی وہ اسے پست اور فانی کاموں کے بجالانے کی طرف نہیں لے جائي گي_ (15) آپ نے فرمایا ''جس شخص نے روح کی شرافت کو پالیا وہ اسے پست خواہشات اور باطل تمینات سے حفاظت کردے گي_ (16) ''روح جتنی شریف ہوگی اس میں اتنی زیادہ مہربانی ہوگي_ (17) آپ نے فرمایا کہ '' جس کا نفس شریف ہوگا وہ اسے سوال کرنے کی خواری سے پاك کردے گا_ (18) اس قسم کی آیات اور روایات کے بہت زیادہ نمونے موجود ہیں_ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس انسانی ایك بیش بہا قیمتی در ہے کہ جس کی حفاظت و نگاہ داری اور تربیت کرنے میں کوشش کرنی چاہئے_

دوسری قسم کی روایات وہ ہیں کہ جس میں نفس انسانی کو ایك انسان کا سخت دشمن تمام برائیوں کا مبدا بتلایا گیا ہے لہذا اس سے جنگ کی جائے اور اسے سرکوب کیا جائے ور نہ وہ انسان کے لئے بدبختی اور شقاوت کے ا سباب مہیا کردے گا_ نمونے کے طور پر جیسے قرآن مجید میں آیا ہے کہ '' جو شخص مقام رب سے ڈرتا ہو اور اپنے نفس کو خواہشات پر قابو پاتا ہو اس کی جگہ جنت ہے_(19) قرآن مجید حضرت یوسف علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ '' میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا کیونکہ وہ ہمیشہ برائیوں کی دعوت دیتا ہے مگر جب خدا رحم کرے_(20) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے

فرمایا ہے کہ " تیرا سب سے بدترین دشمن وہ نفس ہے جو تیرے دو پہلو میں موجود ہے_(21) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "نفس ہمیشہ برائي کا حکم دیتا ہے جو شخص اسے امین قرار دے گا وہ اس سے خیانت کرے گا جس نے اس پر اعتماد کیا وہ اسے ہلاکت کی طرف لے جائیگا، جو شخص اس سے راضی ہوگا وہ اسے بدترین موارد میں وارد کردےگا_(22) نیز آپ نے فرمایا " نفس پر اطمینان کرنا شیطان کے لئے بہترین اور مضبوط موقعہ ہوا کرتا ہے_(23) امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "اے پروردگار کہ میں آپ سے نفس کی شکایت کرتا جو ہمیشہ برائي کی دعوت دیتا ہے اور گناہ اور خطاء کی طرف جلدی کرتا ہے او ربرائي سے علاقمند ہے اور وہ اپنے آپ کو تیرے غضب کا مورد قرار دیتا ہے اور مجھے ہلاکت کے راستوں کی طرف کھینچتا ہے_(24) اس قسم کی آیات اور روایات بہت زیادہ ہیں کہ جن سے مستفاد ہوتا ہے کہ نفس ایك ایسا موجود ہے جو شریر اور برائیوں کا سرچشمہ ہے لہذا چاہئے کہ جہاد کر کے اس کی کوشش کو سرکوب کیا جائے_

ممکن ہے کہ بعض لوگ تصور کریں کہ ان دو قسم کی آیات اور روایات میں تعارض اور تزاحم واقع ہے یا خیال کریں کہ انسان میں دو نفس اور روح ہیں کہ ایك اچھائیوں کامنبع ہے اور دوسرا نفس حیوانی ہے جو برائیوں کا سرچشمہ ہے لیکن یہ دونوں تصور اور خیال غلط ہیں_ پہلے تو ان دو قسم میں تعارض ہی موجود نہیں ہے دوسرے علوم میں ثابت ہوچکا ہے کہ انسان کی ایك حقیقت ہے اور ایك روح ہے اور اس طرح نہیں ہے کہ انسانیت اور حیوانیت انسان میں ایك دوسرے سے جدا اور علیحدہ ہوں_ بلکہ نفس انسانی میں دو مرتبے اور دو وجودی حیثیت ہیں نیچے اور پست مرتبے میں وہ ایك حیوان ہے کہ جس میں حیوان کے تمام آثار اور خواص موجود ہیں اور ایك اعلی مرتبہ ہے کہ جس میں وہ ایك انسان ہے اور وہ نفخہ الہی اور عالم ملکوت سے آیا ہے_

جب یہ کہا گیا ہے کہ نفس شریف اور قیمتی اور اچھائیوں کا مبدا ہے اس کے بڑھانے اور پرورش اور تربیت میں کوشش کرنی چاہئے یہ اس کے اعلی مرتبے کی طرف اشارہ ہے اور جب یہ کہا گیا ہے کہ نفس تیرا دشمن ہے اس پر اعتماد نہ کرو تجھے ہلاکت میں ڈال دے گا اور اسے جہاد اور کوشش کر کے قابو میں رکھ یہ اس کے پست مرتبے کی طرف اشارہ ہے یعنی اس کی حیوانیت کو بتلایا گیا ہے_ جب کہا جاتا ہے کہ نفس کی تربیت اور پرورش کر اس سے مراد انسانی مرتبہ ہوتا ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ اس کو سرکوب اور مغلوب کر دے تو اس سے مقصود اس کا پست حیوانی مرتبہ ہوتا ہے_ ان دو مرتبوں اور دو حیثیتوں اور دو وجودوں میں ہمیشہ کشمکش اور جنگ رہتی ہے_ حیوانی مرتبہ کی ہمیشہ کوشش رہتی ہے کہ اپنی خواہشات اور تمینات کو پورا کرنے میں لگا رہے اور قرب الہی اور ترقی اور تکامل سے نفس انسانی کو روکے رکھے اور اسے اپنا غلام بنائے رکھے اس کے برعکس نفس انسانی اور مرتبہ عالی وجود انسانی ہمیشہ کوشش میں رہتا ہے کہ کمالات انسانی کے اعلی مراتب طے کرے اور قرب الہی کی مقام پر فائز ہوجائے اس مقام تك پہنچنے کے لئے وہ خواہشات اور تمایلات حیوانی کو قابو میں کرتا ہے اور اسے اپنا نوکر اور غلام بنا لیا ہے

اس کشمکش اورجنگ میں ان دو سے کون دوسرے پر غلبہ حاصل کرتا ہے اگر روح انسان اور ملکوتی نے غلبہ حاصل کر لیا تو پھر انسانی اقدار زندہ ہوجائیں گی اور انسان قرب الہی کے بلند مرتبے اور قرب الہی تك سیر و سلوك کر تا جائیگا اور اگر روح حیوانی اور حیثیت بہیمی نے غلبہ حاصل کر لیا تو پھر عقل کا چراغ بجھ جائیگا اور وہ اسے گمراہی اور ضلالت کی وادی میں دھکیل دے گا اسی لئے پیغمبر آئے ہیں کہ انسان کو اس مقدس جہاد اورجنگ میں حتمی اور یقینی مدد میں_

انسانی ارزش

انسان کی دو حیثیتیں اور دو وجود ہیں ایك وجود انسانی اور ایك وجود حیواني_ انسان کی قدر اور قیمت انسانی وجود سے ہے اور حیوانی وجود سے نہیں ہے_ حیوانی وجود تو اس کا طفیلی ہے اور در حقیقت وہ کچھ بھی نہیں ہے_

گر چہ انسان حیوان تو ہے ہی اور اسے حیوانی وجود کے لئے اس کے لوازم زندگی حاصل کرنے کو اہمیت دینی بھی چاہئے_ لیکن انسان اس دنیا میں اس لئے نہیں آیا کہ وہ حیوانی زندگی بسر کرے بلکہ انسان اس اس جہان میں اسلئے آیا ہے کہ وہ اپنی حیوانی زندگی سے انسان زندگی کی تکمیل کرے اور اس حیوانی زندگی سے انسان زندگی کا فائدہ حاصل کرے انسان دونوں انسانی حیوانی زندگی میں کئي ایك چیزوں کا محتاج ہوتا ہے کہ جن کے تقاضے خود اس کے وجود میں رکھ دیئے گئے ہیں_ اس لحاظ سے کہ وہ ایك حیوان ہے اور نامی ہے پانی غذا مکان لباس ہوا محتاج ہے تا کہ وہ زندہ رہے پانی اور غذا کا محتاج اور اس لحاظ سے کہ ان کو پورا کرے اسے تلاش اور کوشش کرنی ہوتی ہے_ بھوك پیاس لذت پانی اور غذا کی طلب یہ اس کے وجود میں رکھ دی گئي ہوئي ہیں اور اس لحاظ سے کہ نسل انسانی باقی رہے جنسی غریزہ اور بیوی کی طرف میلان اس کے وجود میں رکھ دیا گیا ہے_

انسان اپنے باقی رہنے کا علاقمند ہوتا ہے زندگی کے باقی رکھنے میں حیوانی زندگی اور اس کے آثار کا پابند ہے جب غذا کو دیکھتا ہے اور بھوك کا احساس کرتا ہے تو غذا کھانے کی طرف میلان پیدا کرتا ہے اور اپنے آثار سے کہتا ہے کہ مجھے غذا حاصل کرنی چاہئے اور اسے کھانا چاہئے اور اس کے حاصل کرنے میں کوئي مانع آڑے آرہا ہو تو اس سے مقابلہ کرتا ہے_ یقینا ایسا احساس پر انہیں ہے کیونکہ اپنی زندگی کے دوام کے لئے انسان کو کام کرنا چاہئے تا کہ کھائے اور پیئے_ اسلام میں نہ صرف اس سے روکا نہیں‌گیا بلکہ اس کی سفارش بھی کی گئي ہے_

لیکن اس مطلب کو بھی جاننا چاہئے کہ حیوانی زندگی اخروی زندگی کا مقابلہ اور تمہید ہے یہ خود انسان کی خلقت کی غرض نہیں ہے بلکہ یہ طفیلی ہے اصیل نہیں ہے_ اگر کسی نے حیوانی زندگی کو ہی اصل اور ہدف قرار دے دیا اور دن رات خواہشات و تمینات حیوانی زندگی میں لگا رہا اور اس کی کوشش اور تلاش کرتا رہا اور اپنی زندگی کا ہدف خورد و نوش پہننا اور آرام کرنا اور شہوت رانی اور غرائز حیوانی کا پورا کرنا قرار

دے دیا تو وہ ضلالت اور گمراہی میں ہی جا پڑے گا_ کیونکہ اس نے ملکوتی روح اور عقل انسانی کو حاکمیت سے دور کر کے فراموشی کے خانے میں ڈال دیا ہے ایسے شخص کو انسان شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ وہ ايك حیوان ہے جو انسان کی شکل و صورت میں ہے_ اس کے پاس عقل ہے لیکن وہ ایسی دور ہوئي ہے کہ جس سے انسانی کمالات اور فضائل کو نہیں پہچان رہا وہ کان اور آنکه رکھتا ہے لیکن حقایق اور واقعات کو نہیں سنتا اور نہیں دیکھتا_ قرآن ایسے انسان کو حیوان بلکہ اس سے بھی گمراہ تر جانتا ہے کیونکہ حیوان تو عقل ہی نہیں رکھتا لیکن ایسا شخص عقل رکھتا ہے اور نہیں سمجھتا _

قرآن مجید میں ہے کہ '' اے پیغمبر اگر تیری دعوت کو قبول نہیں کرتے تو سمجھ لے کہ یہ لوگ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں اور کونسا شخص اس سے گمراہ تر ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے اور اللہ تعالی ظالموں کو بھی ہدایت نہیں کر ے گا_(25) قرآن مجید فرماتا ہے _ کہ ''ہم نے بہت سے جنات اور انسان جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں کہ وہ اپنے سوء اختیار سے جہنم میں جائیں گے_ اس واسطے کہ ان کے پاس دل تو ہو لیکن اس سے سمجھتے نہیں_ آنکھیں رکھتے ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں_ کان رکھتے ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں یہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ ترین یہ غافل ہیں_(26)

خداوند عالم فرماتا ہے کہ '' وہ شخص کہ جس نے خواہشات نفس کو اپنا خدا بنا رکھا ہے با وجودیکہ وہ عالم ہے لیکن خدا نے اسے گمراہ کر رکھا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہرلگادی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں آپ نے دیکھا؟ کہ سوائے خدا کے اسے کون ہدایت کرے گا؟ وہ کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتا_(27) کون سا شخص اس سے بدبخت تر ہے جو ملکوتی نفس اور اپنی انسانی سعادت اور کمالات کو خواہشات نفس اور حیوانی زندگی پر قربان کر دیتا ہے؟ اور نفس انسانی کو حیوانی لذات کے مقابلے فروخت کر دیتا ہے؟ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''کہ خسارت میں وہ شخص ہے جو دنیا میں مشغول ہے اور اخروی زندگی کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ رہا ہے_(28)

آپ نے فرمایا '' اپنے نفس کو پست کاموں سے روکے رکھ گرچہ تجھے ان امور کی طرف رغبت ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ جتنا تو اپنے نفس کو اس میں مشغول رکھتا ہے اس کا تجھے کوئي عوض حاصل نہ ہوگا_ اپنے آپ کو دوسروں کا غلام نہ بنا جب کہ خدا نے تجھے آزاد خلق کیا ہے_ وہ خیر جو شر کے وسیلے سے حاصل ہو وہ خیر نہیں ہے اور گشایش حاصل نہیں ہوتی مگر سختی کے ذریعے سے_(29)_ آپ نے فرمایا '' وہ بری تجارت ہے کہ جس میں تو اپنے نفس کو اس کی قیمت قراردے اور جو تیرا ثواب اور اجر اللہ کے ہاں موجود ہے اسے اس تجارت کا عوض قرار دے دے_(30)

انسان فقط حیوانی وجود کا خلاصہ نہیں ہے بلکہ وہ ایك انسانی وجود بھی رکھتا ہے اسی حیثیت سے وہ جوہر مجرد اور ملکوتی موجود ہے جو عالم قدس سے آیا ہے اور حیواني خواہشات کے علاوہ بھی ارزش رکھتا ہے _ اگر انسان اپنی باطنی ذات اور ملکوتی روح میں فکر کرے اور اپنے آپ کو خوب پہچانے اور مشاہدہ کرے کہ وہ عالم قدرت و کرامت علم و رحمت وجود نور و احسان خیر و عدالت خلاصہ عالم کمال سے آیا ہے اور اسی عالم سے سنخیت اور مناسب رکھتا ہے_ تو اس وقت انسان ایك اور دید سے ایك اور عالم کو دیکھے گا اور کمال مطلق کو نگاہ کرے گا اور اسی عالم کی صفات سے علاقمند ہوگا اور اس گران بہار سرمایہ کیوجہ سے اپنے حیوانیت کے پست مرتبے سے حرکت کرے گا تا کہ کمال کے مدارج کے راستے طے کرے اور مقام قرب الہی تك جاپہنچے یہ وہ صورت ہے کہ اس کے سامنے اخلاقی اقدر واضح ہوجائیں گی اگر اخلاق اقدار مثل علم احسان، خیر خواہي، ایثار، عدالت جو دو سخا محروم طبقے کی حمایت سچائي امانتداری کا خواہشمند ہوا تو اس لحاظ سے اپنے آپ کو عالم کمال سے دیکھے گا اور ایسے مراتب اور اقدار کو اپنے انسانی بلند مقام کے مناسب پائیگا اور اسے اسی وجہ سے دوست رکھے گا یہاں تك کہ حاضر ہو گا کہ وہ حیوانی وجود اور اس کی خواہشات کو اس بلند مقام تك پہنچنے کے لئے قربان کر دے_

اخلاق اقدار اور مکارم روحانی اور معنوی جو ملکوتی روح انسان سے متناسب ہیں کہ ایك سلسلہ کا نام ہے اور انسان کمال تك پہنچنے کے لئے ان کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے_ اور اپنے آپ سے کہتا ہے کہ مجھے انہیں انجام دینا چاہئے اور اخلاقی انجام دی جانے والی اشیاء کا سرچشمہ شرافت اور کرامت نفس ہوا کرتا ہے_ اور کمال روحانی اور بلندی مقام تك پہنچنے کے لئے بجا لایا جاتا ہے_ جب انسان یہ کہتا ہے کہ مجھے راہ حق میں ایثار کرنا چاہئے یعنی ایثار تکامل ذات اور بلندی مرتبے کے لئے فائدہ مند ہے اور ضروری ہے کہ ایسے مرتبہ تك پہنچنا چاہئے_ معنوی کمالات تك پہنچنے کا راستہ صرف ایك ہے اور مقام انسان اس اقدار اور ان کی ضد کی پہچان میں مساوی خلق ہوئے ہیں_ اگر انسان اپنی محبوب اور پاك فطرت کی طرف رجوع کرے اور خواہشات اور ہوي نفس کو دور پھینك کر خوب غور و فکر کرے تو وہ اخلاقی فضائل اور اس کی قدر و قیمت اور اس کی ضد اسی طرح اخلاقی پستیاں اور رذائل اور اس کی اضداد کو پہچان لے گا اور اس میں تمام انسان تمام زمانوں میں ایسے ہی ہوا کرتے ہیں اور اگر بعض انسان اس طرح کی مقدس سوچ سے محروم ہیں تو اس کی وجہ انکی حیوانی خواہشات اور ہوی نفس کی تاریکی نے اس کے نور عقل پر پردہ ڈال رکھا ہوتا ہے_

قرآن مجید بھی فضائل اور رذائل کی پہچان اور شناخت کو انسان کا فطری خاصہ قرار دیتا ہے جیسے فرماتا ہے کہ " قسم نفس کی اور اس کی جس نے اسے نیك خلق کیا ہے اور انحراف اور تقوی کا اسے الہام دیا ہے جس نے اپنے نفس کی تربیت کی اسے پاك و پاکیزہ قرار دیا وہی کامیابی حاصل کرے گا اور جس نے اس کو گناہوں اور برے اخلاق سے آلودہ کیا وہ نقصان اٹھائے گا_(31)

پیغمبر(ص) اسی غرض کے لئے مبعوث ہوئے ہیں تا کہ انسان کی فطرت کو بیدار کریں اور اس کے اخلاقی ناآگاہ شعور کو آگاہی میں تبدیل کریں وہ آئے ہیں تا کہ انسان کے فضائل اور کمالات کے طریقوں کو پہچاننے کی طرف متوجہ کریں اور اس پر عمل کر کے مقام قرب الہی کو پانے اور مدارج کمال کو طے کرنے کی مدد اور راہنمائي فرمائیں_ وہ آئے ہیں تا کہ انسان کو انسانیت کے بلند مقام اور انسانی اقدار کی ضرورت اور انکی حفاظت اور زندہ رکھنے اور قدر و قیمت کی طرف متوجہ کریں_ وہ آئے ہیں تا کہ انسان کو یہ نقطہ سمجھائیں کہ تو حیوان نہیں ہے بلکہ تو انسان ہے اور فرشتوں سے بالاتر ہے_ دنیاوی امور اور حیوانی تظاہر تیرے ملکوتی بلند مقام کے شایان شان نہیں تو اپنے آپ کو اس کے عوض فروخت نہ کر_

امام سجاد سے پوچھا گیا کہ سب سے معزز ترین او رشریف ترین اور با اہمیت انسان کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ '' جو انسان دنیا کو اپنے لئے اہمیت نہ دے اور اس کو اپنے لئے خطرہ قرار نہ دے_(32)
اگر انسان اپنی انسان شخصیت کو پہچانے اور اپنی انسانی وجود کو قوی قرار دے اور فضائل اور کمالات کو اس میں زندہ کرے اور رذائل اور پستیوں پر قابو پائے تو اس وقت انسان کو یہ مجال نہ ہوگی کہ وہ انسانی اقدار کو ترک کردے اور رذائل کے پیچھے دوڑے مثلا سچائي کو چھوڑ دے اور جھوٹ کے پیچھے جائے امانت داری کو چھوڑ دے اور خیانت کی طرف جائے_ عزت نفس کو چھوڑ دے اور اپنے آپ کو ذلت وخواری میں ڈالے احسان کو چھوڑ دے اور لوگ کو آزار اور تکلیف دینے کے پیچھے دوڑے_
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص اپنے نفس کی عزت کرے اور اسے معزز قرار دے اس کی نگاہ میں خواہشات نفسانی ہیچ اور پست ہوں گي_''

پیغمبروں کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ انسان کی فطرت کو بیدار کریں تا کہ وہ اپنے اس گرانقدر وجود کے جوہر کو پہچانے اور اپنا تعلق اور ربط ذات خدا سے دریافت کر لے اور تمام چیزوں کو رضا اور قرب پروردگار کے حاصل کرنے میں صرف کرے یہاں تك کہ کھانا پینا سونا جاگنا بولنا کام کرنا مرنا جینا سب کے سب پاك او راخلاقی ہوں_ جب انسان اللہ کا بندہ ہوجائے تو پھر اس کی رضا کے حاصل کرنے کے لئے کوئي اور اس کی غرض و غایت نہ ہوگی اس کے تمام کام عبادت اور اخلاق اور ذی قدر ہونگے_ قل ان صلواتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لا شریك لہ و بذلك امرت و انا اول المسلمین_ اسی لئے اپنے آپ کو پہچاننا اسلام میں ایك خاص قدر و قیمت رکھتا ہے_(33) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''نفس کا پہچاننا سب سے زیادہ منفعت دار فائد ہے_'' آپ نے فرمایا کہ '' جس شخص نے اپنے آپ کو پہچانا اس کا کام بلند ہوگا_''

اپنے آپ کو پہچاننے سے مراد شناختی کارڈ نہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ انسان اپنے واقعی مقام کو اس دنیا میں پہچانے اور جان لے کہ وہ فقط خاکی حیوان نہیں ہے بلکہ وہ عالم ربوبی کا عکس اور پرتو ہے اللہ کا خلیفہ اور اس کا امین ہے وہ ایك ملکوتی وجود ہے کہ جو دانا اور مختار اور آزاد خلق ہوا ہے تا کہ کمال غیر متناہی کی طرف سیر و سلوك کرے اور اپنی مخصوص خلقت کی وجہ سے اپنے آپ کو بنانے اور اس کي پرورش کرنے کا پابند ہے انسان اپنی اس شناخت کیوجہ سے شرافت اور کرامت کو محسوس کرتا ہے اور اپنے مقدس اور پرارزش وجود کو پہچانتا ہے اور کمالات اور فضائل اس کے لئے پر معنی اور قیمت پیدا کرلیتے ہیں اس صورت میں وہ نا امیدی اور بے فائدہ اور بیہودہ خلق ہونے سے نجات حاصل کر لیتا ہے پھر زندگی اس کے لئے پر بہا اور مقدس اور غرض دار اور خوشنما ہوجاتی ہے_

باطنی زندگي

انسان اس دنیا میں ایك ظاہری زندگی رکھتا ہے کہ جو اس کے جسم اور تن سے مربوط ہے_ کھتا ہے ، پیتا ہے، سوتا ہے، چلتا ہے، اور کام کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ باطن میں ایك نفسانی زندگی بھی رکھتا ہے، اس حالت میں وہ دنیا میں زندگی کرتا ہے_ باطن میں وہ کمال اور سعادت اور نورانیت کی طرف بھی سیر و سلوك کرتا ہے یا تو وہ بدبختی اور شقاوت اور تاریکی کی طرف جا رہا ہوتا ہے یا وہ انسانیت کے سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا ہوتا ہے اور تاریك وادی اور حیوانیت کے پست درجہ میں غلطاں ہوتا ہے یا وہ کمال کے مدارج طے کر کے نور اور سرور و کمال و جمال کے راستے طے کرتا ہے یا وہ عذاب اور تاریکی میں گر رہا ہوتا ہے گرچہ اکثر لوگ اس باطنی زندگی سے غافل ہیں لیکن وہ حقیقت اور واقعیت رکھتی ہے_
خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ '' وہ ظاہری دنیاوی زندگی کا علم تو رکھتے ہیں لیکن اخروی زندگی جو باطنی ہے سے غافل ہیں_(34)

کسی چیز کا جان لینا یا نہ جاننا واقعیت میں موثر نہیں ہوتا_ قیامت کے دن جب انسان کی آنکھ سے مادیت کے سیاہ پردے اٹھا لیئے جائیں گے تو اس وقت وہ اپنی واقعیت اور اپنے آپ کو پہچانے گا_ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ '' قیامت کے دن انسان سے کہا جائیگا کہ تو دنیا میں اس امر سے غافل تھا لیکن آج تیری آنکھیں تیز بین ہوچکی ہیں_(35) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اخروی امراسی دنیا میں انسان کی ذات میں موجود ہیں لیکن انسان ان سے غافل ہے لیکن آخرت میں جب غفلت کے پردے ہٹا لے جائیں گے تو اس وقت ان تمام امور کا مشاہدہ کرے گا_ آیات او رآیات سے یوں مستفاد ہوتا ہے کہ انسان کا نفس اس جہان میں کئي ایك چیزوں کو بجالاتا ہے اور جن چیزوں کو وہ بجالاتا ہے وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی ہیں جو آخرت میں اس کی زندگی کا ماحصل اور نتیجہ آور ہوتی ہیں_ خداوند ارشاد فرماتا ہے کہ '' ہر نفس اس عمل کے مقابلے میں گروی ہے جو وہ بجا لاتا ہے_(36) ارشاد فرماتا ہے '' ہر نفس نے جو کچھ انجام دیا ہے اسے پورا کا پورا ملے گا_(37) خداوند فرماتا ہے کہ ''ہم کس کو اس کی قدرت سے زیادہ حکم نہیں دیتے_ انسان نے جو اچھائیں انجام دی ہیں وہ اسی کے لئے ہوں گی اور تمام برائیاں بھی اس کے اپنے نقصان کے لئے ہوں

گي_(38)

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے كہ '' ہر نفس جو خوبياں انجام دى ہيں وہ اس كے سامنے حاضر ہوں گى اسى طرح جو برائي انجام دى ہے وہ آرزو كرے گا كہ كاش اس كے اور برے كام كے درميان فاصلہ ہوتا_(39)
خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے كہ '' جو شخص نيك عمل انجام ديتا ہے وہ اپنے لئے انجام ديتا ہے اور جوشخص برے كام انجام ديتا ہے وہ اس كے لئے زيان آور ہونگے پھر تم سب اللہ كى طرف لوٹ آوگے_(40)
خداوند عالم فرماتا ہے ''جو شخص ذرہ برابر اچھے كام انجام ديتا ہے وہ انہيں قيامت كے دن ديكھے گا اور جو شخص ذرہ برابر برے كام انجام ديتا ہے وہ ان كو بھى ديكھے گا_'' خداوند فرماتا ہے '' انسان كے لئے نہيں ہوگا مگر وہ جسے تلاش اور حاصل كرتا ہے اور وہ اپنى كوشش اور تلاش كو عنقريب ديكھے گا_(41)
خدا فرماتا ہے '' جو اچھائي تم نے آگے اپنے لئے بھيجى ہے اسے اللہ كے پاس تم پاؤ گے_(42)
خدا فرماتا ہے كہ '' جس دن مال اور اولاد تمہيں كوئي فائدہ نہيں ديں گے مگر وہ جو سالم قلب كے ساتھ اللہ سے ملاقات كرے_(43)

پيغمبر عليہ السلام نے اپنے ايك صحابى سے فرمايا ''اے قيس تو مجبور ہے كہ اپنے لئے كوئي ساتھى بنائے جو قبر تيرے ساتھ ہوگا وہ ساتھى زندہ ہوگا اور تو اس كے ساتھ دفن ہوگا اگر تو تيرا ساتھى اچھا اور عمدہ ہوا تو وہ تيرى عزت كرے گا اور اگر وہ پست اور برا ہوا تو وہ تجھے بھى پست اور ذليل كرے گا تو قيامت ميں اسى ساتھى كے ساتھ محشور ہوگا اور تجھے اس كے متعلق پوچھا جائے گا پس كوشش كر كہ تو اپنا نيك ساتھى اپنے لئے اختيار كرے كہ اگر وہ نيك اور صالح ہوا تو وہ تجھ سے انس و محبت كرے گا اور اگر ساتھى برا ہوا تو تجھے اس سے وحشت اور عذاب كے علاوہ كچھ نہ ملے گا اور وہ تيرا ساتھى تيرا عمل ہے_(44)

انسان اس دنيا ميں اخروى زندگى كے لئے اپنے نفس كى تربيت كرنے ميں مشغول رہتا ہے اور عقائد اور افكار اور ملكات اور عادات محبت علاقمندى اور مانوس چيزوں كى طرف توجہات اوروہ كام جو روح انسانى پر اثر انداز ہوتے ہيں تدريجا ان سے ساختہ پرداختہ اور پرورش پاتا ہے انسان كس طرح بنے ان چيزوں سے مربوط ہوتا ہے_ معارف عقائد صحيح فضائل، مكارم اخلاق محبت اور خدا سے پيوند توجہہ اور اللہ سے انس خدا كى اطاعت اور اس كى رضايت كا حصول اور وہ نيك كام بجالانا كہ جس كا خدا نے حكم ديا ہے يہ انسان كى ملكوتى روح كو مدارج كمال تك پہنچاتے ہيں_ اور مقام قرب الہى تك لے جاتے ہيں_ انسان اسى جہان ميں ايمان اور اعمال صالح كے سبب ايك پاكيزہ اور جديد زندگى حاصل كرتا ہے جو آخرت كے جہاں ميں ظاہر اور

آشکار ہوگي_ خداوند قرآن میں فرماتا ہے '' جو بھی مرد یا عورت نیك کام انجام دے جب کہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم اسے پاك اور عمدہ زندگی میں زندہ کریں گے_(45)

انسان اسی دنیا میں علاوہ ان نعمتوں کے کہ جن سے اس کا جسم لذت حاصل کرتا ہے وہ اخروی نعمت سے بھی بابہرہ ہو سکتا ہے اور ان کے ذریعے روح اور نفس کی پرورش بھی کر سکتا ہے اور اپنی معنوی اور اخروی زندگی کو بھی بنا سکتا ہے کہ جس کا نتیجہ آخرت کے جہان میں ظاہر ہوگا_
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''خدا اپنے بندوں سے فرماتا ہے اے میرے دوست بندے دنیا میں عبادت کی نعمت سے فائدہ حاص کرو تا کہ اسی سے آخرت کے جہان میں فائدہ حاصل کر سکو_(46)
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''اللہ کا دائمی ذکر کرنا روح کی غذاب ہے_(47)
نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''اللہ کے ذکر کو فراموش نہ کرو کیونکہ وہ دل کا نور ہے_(48)

انسان کے لئے بہشت اور بہشتی نعمتیں جہنم اور جہنم کے عذاب عقائد اخلاق اور اعمال کے ذریعے سے ہی اسی دنیا میں بنتے ہیں گرچہ انسان اس سے غافل ہے لیکن آخرت کے جہان میں یہ سب حقیقت واضح ہوجائیگی _ امام سجاد علیہ السلام نے ایك بحیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ '' متوجہہ رہو جو بھی اولیاء خدا سے دشمنی کرے اور خدا کے دین کے علاوہ کسی دین کو اپنائے اور ولی خدا کے حکم کو پس پشت ڈالے اور اپنی رای اور فکر پر عمل کرے وہ شعلہ ور آگ میں ہوگا کہ جو جسم کو کھا جائیگی وہ بدن کے جنہوں نے اروح کو اپنے سے خالی کیا ہوا ہے اور بدبختی نے ان پر غلبہ کیا ہوا ہے یہ وہ مردے ہیں جو آگ کی حرارت کو محسوس نہیں کرتے اگر وہ زندہ ہوتے تو وہ درد اور آگ کی حرارت کومحسوس کرتے _ اے صحابان بصیرت عبرت حاصل کر اور اللہ کا شکریہ ادا کرو کہ خداوند عالم نے تمہیں ہدایت کی ہے_(49)
خداوند عالم فرماتا ہے '' جو لوگ یتیموں کا مال ظلم اور ناحق سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور یہ آگ عنقریب شعلہ ور ہوگي_(50)

انسان اس دینا میں آخرت کے لئے نور و بصیرت فراہم کرتا ہے اور یا ظلمت اور تاریکی اگر اس دنیا میں اندھا اور بے نور ہوا تو آخرت میں بھی اندھا اور بے نور محشور ہوگا خدا فرماتے ہے جو شخص اس دنیا میں اس کے دل کی آنکھ اندھی ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اور گمراہ محشور ہوگا_(51)

علامہ طباطبائي رضوان اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نجف اشرف میں ایك شخص عابد زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا کہ جسے شیخ عبود کہا جاتا تھا کہا جاتا ہے کہ وہ ولی خدا اور اہل سیر و سلوك تھے ہمیشہ ذکر اور

عبادت میں مشغول رہتے تھے کبھی قبرستان وادی السلام جاتے اور کئي گھنٹوں تك گوشہ و کنار میں بیٹھے رہتے تھے اور فکر کیا کرتے تھے اور کبھی ٹوٹی ہوئي قبروں میں چلتے اور نئي قبر کو با دقت ملاحظہ کرتے تھے ایك دن جب قبرستان میں سے واپس لوٹ رہے تھے کہ کئي ایك آدمیوں سے ان کی ملاقات ہوگئي اور انہوں نے ان سے ان کی احوال پرسی کی اور پوچھا اے شیخ عبودی وادی السلام نے کیا خبر تھي؟ اس نے کہا کہ کوئي تازہ خبر نہ تھی _ جب انہوں نے اصرار کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ایك عجیب چیز دیکھی ہے کہ میں نے جتنا پرانی قبروں کو دیکھا ہے ان میں سانپ بچھو اور عذاب کی علامتیں نہیں دیکھیں_ میں نے ان میں سے ایك قبر والے سے سوال کیا (روایات میں آیا ہے کہ میت قبر میں سانپ اور دوسری موذی چیزوں سے عذاب دیا جاتا ہے لیکن میں تو آپ کی قبروں میں سانپ اور عقرب کو نہیں دیکه رہا_ قبر والے نے جواب دیا ٹھیك ہے کہ سانپ اور بچھو ہماری قبروں میں نہیں لیکن تم خود ہو کہ دنیا سے سانپ اور بچھو اپنے ساتہ لے آتے ہو اور یہاں ان سے عذاب دیئے جاتے ہو انسانی باطنی اور نفسانی زندگی ایك حقیقی اور واقعی زندگی ہوا کرتی ہے انسان اپنی باطنی ذات میں ایك واقعی راستہ طے کرتا ہے یا وہ سعادت اور کمال تك پہنچاتا ہے او ر یا بدبختی اور ہلاکت لے جاتا ہے وہ واقعی ایك حرکت اور سیر کر رہا ہے اور عقائد اور اخلاق اور اعمال سے انسان مدد حاصل کرتا ہے خداوند عالم فرماتا ہے کہ '' جو شخص بھی عزت چاہتا ہے _ تمام عزت خدا کے لئے اور اچھے کلمات اور(پاك نفوس) خدا کے لئے صعود کرتے ہیں اور عمل صالح کو خدا اوپر لے جاتا ہے _(52)''

نفس کا فعلی ہونا کوشش اور کام کرنے کے نتیجہ میں ہوا کرتا ہے_ عقائد اور اخلاق اور ملکات اور خصائل اور ہمارے اعمال سے وہ بنتا ہے جو آخرت کے جہان میں اچھا یا برا نتیجہ جا کر ظاہر ہوتا ہے اپنے آپ کو کیسے بنائیں؟

علوم میں ثابت ہوچکا ہے کہ انسان کی روح جسمانی الحدوث اور روحانی البقا ہے یعنی اس کی ملکوتی روح کی وہی اس کی جسمانی صورت ہے کہ بالتدریج تکامل کرتے مرتبہ نازل روح انسانی تك آئي ہے اور اس کی ابتداء میں روح انسانی حرکت اور تکامل ختم نہیں ہوگا بلکہ تمام عمر تك اسی طرح جاری اور ہمیشہ رہے گا ایك مجرد اور ملکوتی موجود ہے جو عالم مادہ سے برتر ہے لیکن وہ مجرد تمام اور کامل نہیں ہے بلکہ ایسا مجرد کہ جس کا مرتبہ نازل جسم اور بدن سے تعلق رکھتا ہے یہ ایك دو مرتبے رکھنے والا موجود ہے اس کا ایك مرتبہ مادی ہے اور اس کا بدن سے تعلق ہے اور مادی کاموں کو انجام دیتا ہے اسی وجہ سے اس کے لئے استکمال اور حرکت کرنا تصور کیا جاتا ہے_

اس کا دوسرا مرتبہ مجرد ہے اور مادہ سے بالاتر ہے اسی وجہ سے وہ غیر مادی کام دیتا ہے ایك طرف وہ حیوان ہے اور جسم دار اور دوسری طرف انسان ہے اور ملکوتي_ جب کہ وہ صرف ایك حقیقت ہے اور اس سے زیادہ نہیں لیکن وہ حیوانی غرائز اور صفات رکھتا ہے اور حیوانات والے کام انجام دیتا ہے اس کے

باوجود وہ انسانی غرائز اور صفات انسانی بھی رکھتا ہے اور انسانی کام انجام دیتا ہے_ اس عجیب الخلقت موجود کے بارے میں خداوند فرماتا ہے_ فتبارك اللہ احسن الخالقین_ ابتداء میں ایك موجود خلق ہوا کہ جو کامل نہیں تھا بلکہ اپنے آپ کو بالتدریج بناتا ہے اور تربیت اور پرورش کرتا ہے_

عقائد اور افکار ملکات اور عادات جو اعمال اور حرکات سے پیدا ہوتے ہیں وہ انسان کی ذات اور وجود کو بناتے ہیں اور تدریجا کمال تك پہنچاتے ہیں_ ملکات ایسے امور نہیں جو انسان کے وجود پر عارض ہوں بلکہ وہی انسان کے وجود اور ہویت کو بناتے ہیں_ تعجب انگیز یہ چیز ہے کہ افکار اور عقائد اور ملکات فقط انسان کے وجود میں موثر ہی نہیں ہوتے بلکہ اس کے ہونے میں بھی موثر ہیں یعنی عمل صالح کی وجہ سے جو افکار اور عقائد صحیح اور مکارم اخلاق اور عادات اور ملکات وجود میں آتے ہیں وہ انسان کو تدریجا مراتب کمال تك پہنچاتے اور لے جاتے ہیں اور ایك کامل انسان کے مرتبہ اور قرب الہی تك پہنچا دیتے ہیں اسی طرح جہالت اور عقائد باطل اور رذائل اخلاق اور ملکات اور قساوتیں جو برے کاموں کے انجام دینے سے موجود ہوتی ہیں وہ انسانی روح کو ضعف اور پستی کی طرف لے جاتے ہیں اور تدریجا اسے حیوانیت کے مرتبے تك لے جاتے ہیں اونتیجتًا حیوانیت کی تاریك وادی میں ساقط کردیتے ہیں اور انسان ان ملکات اور صفات حیوانی اور جہالت کے انبار اور استحکام سے اپنی باطنی ذات میں ایك حیوان کی صورت میں تبدیل ہوجاتا ہے_ جی ہاں وہ واقعا حیوان ہوجاتا ہے اور حیوانی شخصیت پیدا کرلیتا ہے وہ پھر انسان نہیں ہوتا بلکہ حیوان ہوجاتا ہے بلکہ حیوانات س بھی بدتر کیونکہ یہ وہ حیوان ہے جو انسانی طریق سے حیوان ہوا ہے گرچہ ظاہری صورت میں وہ انسانی زندگی بسر کرتا ہے لیکن اندرونی طور سے وہ حیوان ہے اور پھر اسے خود بھی نہیں جانتا_ حیوانات کی حیوانیت ان کی شکل و صورت سے مخصوص نہیں ہوا کرتی بلکہ حیوانی نفس بغیر قید اور شرط اور تمایلات اور غرائز حیوانی کو بجالانے کا نام ہے_ بھیڑنا اپنی شکل و صورت کا نام نہیں ہے بلکہ درندگی اور بغیر قید اور شرکے غریزہ درندگی کے بجالانے اور عدم تعقل کا نام ہے_ عقل کی آنکھ اور اس کے درك کو اندھا کردیا ہے_ ایسا انسان ایك واقعی بھیڑیا میں تبدیل ہوچکا ہے_ انسان ایك ایسا بھیڑیا ہے جو جنگل کے بھیڑوں سے بھی زیاہ درندہ ہے کیونکہ انسان اپنی عقل اور فہم کو درندگی کی صفت میں استعمال کرتا ہے_

بعض انسان ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں کہ جنہیں جنگل کے بھیڑئے ھی ا نجام نہیں دیتے کیا وہ بھیڑئےہیں ہیں؟ نہ بلکہ وہ واقعی بھیڑئےیں لیکن خود نہیں سمجھتے اور دوسرے بھی اسے انسان سمجھتے ہیں قیامت کے دن جب آنکھوں سے پردے ہٹادیئے جائیں گے ان کا باطن ظاہر ہو جائیگا اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنت بھیڑیوں کی جگہ نہیں ہے بھیڑیا کبھی اولیاء خدا اور اللہ کے نیك بندوں کے ساتھ بہشت میں نہیں رہ سکتا_ ایسا بھیڑیا جو انسان کے راستے سے بھیڑیا ہوا ہے ضروری ہے کہ جہنم کے تاریك اور دردناك عذاب میںڈ الا جائے اور زندہ رہے_ انسان اس دنیا میں ایك انسان غیر متعین ہے جو اپنی شخصیت خود بناتا ہے یا وہ انسان ہوجائیگا جو اللہ کے مقرب فرشتوں سے بھی بالاتر ہوجائیگا یا باطنی صورت میں

مختلف حیوانات میں تبدیل ہوجائیگا یہ ایك ایسا مطلب ہے جو علوم عالی میں بھی ثابت ہوچکا ہے اور اسے اولیاء خدا بھی کشف اورمشاہدے کا ادعا کرتے ہیں اور نیز اسے پیغمبر اکرم اورائمہ علیہم السلام نے بھی فرمایا یعنی جو حقیقی انسان کو پہچانتے ہیں انہوں نے اس کی خبردی ہے_

رسول خدا نے فرمایا ہے کہ ''لوگ قیامت کے دن ایسی شکلوں میں محشور ہونگے کہ بندر اور خنزیر کی شکلیں ان سے بہتر ہوں گي_ (53)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''مستکبر انسان چیونٹی کی شکل میں تبدیل ہوجائیگا جو محشر کے لوگوں کے پاؤں کے نیچے کچلا جائیگا یہاں تك کہ لوگوں کا حساب و کتاب ختم ہوجائے_ (55)
خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ ''قیامت کے دن وحشی حیوانات محشور ہونگے_ (56)
بعض مفسرین نے اس آیت کی یوں تفسیر کی ہے کہ وحشی حیوانات سے مراد وہ انسان ہیں جو حیوانات کی شکلوں میں محشور ہونگے ورنہ حیوانات تو مکلف نہیں ہوتے کہ جنہیں محشور کیا جائے_

خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ '' جن دن تمہاری جدائي اور علیحدگی کا دن ہوگا کہ جس وقت صور میں پھونکا جائیگا اور تم گروہ گروہ ہوجاؤگے(57) _ بعض مفسرین نے اس آیت کی یوں تفسیر کی ہے کہ قیامت کے دن انسان ایك دوسرے سے جدا ہوجائیں گے اور ہر ایك انسان اپنی باطنی صورت کے ساتھ اپنے دوسرے ہم شکلوں کے ساتھ محشور ہوگا_ اس آیت کی تفسیر میں ایك عمدہ حدیث پیغمبر علیہ السلام سے نقل ہوئي ہے_ معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ اس آیت یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا کے متعلق میں نے رسول خدا(ص) سے سوال کیا_آپ نے فرمایا کہ اے معاذ تم نے ایك بہت اہم موضوع سے سوال کیا ہے آپ کے اس حالت میں آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ میری امت کے دس دستے مختلف شکلوں میں محشور ہوں گے جو ایك دوسرے سے مختلف ہونگے_ بعض بندروں کی شکل میں دوسرے بعض خنزیر کی شکل میں محشور ہونگے_ بعض کے سرزمین کی طرف اور پاؤں اوپر کی طرف ہونگے اور حرکت کریں گے_ بعض اندھے اور سرگرداں ہونگے_ بعض گونگے اور بہرے ہوں گے کہ کچھ نہیں سمجھتے ہونگے_ بعض اپنی زبانوں کو چباتے ہوں گے اور پیپ اور گندگی اورخون ان کے منہ سے نکل رہا ہوگا کہ جس سے محشر کے لوگ تنفر کریں گے_بعض کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہونگے _ اور بعض اس حالت میں محشور ہونگے کہ آگ کے ستون سے لٹکے ہوئے ہونگے _

بعض مردار سے بدبوتر ہونگے _ بعض مس کے لباس پہنے ہوئے ہونگے جو ان کے جسم سے چپکا ہوا ہوگا_ آپ نے اس وقت فرمایا کہ جو لوگ بندروں کی شکل میں محشور ہونگے وہ وہ ہونگے جو چغلخور اور سخن چین تھے اور جو خنزیر کی شکل میں محشور ہونگے وہ رشوت خور اور حرام تھے اور جو الٹے لٹکے حرکت کر رہے ہونگے وہ سود خور تھے اور جو اندھے محشور ہونگے وہ ہونگے جو قضاوت اور حکومت میں ظلم و جور کرتے تھے اور جو اندھے اور بہرے محشور ہونگے وہ اپنے کردار میں خودپسند تھے اور

جو اپنی زبان کو چبا رہے ہونگے وہ وہ علماء اور قاضی ہونگے کہ جن کا کردار ان کے اقوال کے مطابق نہ تھا اور جو ہاتھ پاؤں کٹے محشور ہونگے وہ ہمسایوں کوآزار اور اذیت دیتے تھے اور جو آگ کے ستوں سے لٹکے ہوئے ہونگے وہ بادشاہوں کے سامنے لوگوں کی شکایت لگاتے تھے اور جن کی بدبو مردار سے بدتر ہوگی وہ دنیا میں خواہشات اور لذت نفس کی پیروی کرتے تھے اور اللہ تعالی کا جو ان کے احوال میں حق تھا ادا نہیں کرتے تھے اور جن لوگوں نے مس کا لباس پہنا ہوا ہوگا وہ مستکبر اور فخر کیا کرتے تھے_ (58)

لہذا اخلاقی امور کو معمولی اور غیر مہم شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ بہت اہم امور ہیں جو انسان کی انسانی اور باطنی زندگی کو بناتے ہیں یہاں تك کہ وہ کیسا ہونا چاہئے میں اثر انداز ہوتے ہیں_ علم اخلاق نہ صرف ایسا علم ہے کہ جو کس طرح زندہ رہنے کو بتلاتا ہے بلکہ یہ وہ علم ہے جو انسان کو کیسا ہونا چاہئے بھی بتلاتا ہے

قرآن میں قلب

قلب کی لفظ قرآن اور احادیث میں بہت زیادہ استعمال ہوئي ہے اور اسے ایك خاص اہمیت قرار دی گئي ہے_ لیکن یہ خیال نہ کیا جائے کہ قلب سے مراد وہ دل ہے جو انسان کے دائیں جانب واقع ہوا ہے اور اپنی حرکت سے خون کو انسان کے تمام بدن میں پہچاتا ہے اور حیوانی زندگی کو باقی رکھتا ہے یہ اس لئے کہ قرآن مجید میں قلب کی لفظ کی طرف ایسی چیزیں منسوب کی گئي ہیں کہ جو اس قلب کے جس صنوبری سے مناسبت نہیں رکھتیں مثلاً

فہم اور عقل:

قرآن فرماتا ہے کہ ''کیوں زمین کی سیر نہیں کرتے تا کہ ایسا دل رکھتے ہوں کہ جس سے تعلق کریں_(59)

عدم تعقل و فہم:

قرآن فرماتا ہے کہ ''ان کے دلوں پر مہر لگادی گئي ہے اور وہ نہیں سمجھتے_''
قرآن فرماتا ہے کہ ''انکے پاس دل موجود ہیں لیکن وہ نہیں سمجھتے اور آنکھیں موجود ہیں لیکن وہ نہیں دیکھتے _(60)

ایمان:

قرآن فرماتا ہے کہ ''خداوند عالم نے ان کے دلوں میں ایمان قرار دیا ہے اور اپنی خاص روح سے ان کی تائید کی ہے_ (61)

کفر و ایمان:

قرآن فرماتا ہے_ '' جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکار کرتے ہیں اور تکبر بجالاتے ہیں''_
نیز فرماتا ہے_ ''کافر وہ لوگ ہیں کہ خدا نے ان کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہر ڈال دی ہے اور وہ غافل ہیں _(62)

نفاق:

قرآن فرماتا ہے کہ '' منافق اس سے ڈرتے ہیں کہ کوئي سورہ خدا کی طرف سے نازل ہوجائے اور جو کچھ وہ دل میں چھپائے ہوئے ہیں وہ ظاہر ہوجائے ہدایت پانا:

قرآن میں ہے کہ ''جو شخص اللہ پر ایمان لے آئے وہ اس کے دل کو ہدایت کرتا ہے اور خدا تمام چیزوں سے آگاہ ہے _(64)
نیز خدا فرماتا ہے کہ ''گذرے ہوئے لوگوں کے ہلاك کردینے میں اس شخص کے لئے نصیحت اور تذکرہ ہے جو دل رکھتا ہو یا حقائق کو سنتا ہو اور ان کا شاہد ہو _(65)

اطمینان اور سکون:

قرآن میں ہے کہ ''متوجہ رہو کہ اللہ کے ذکر اور یاد سے دل آرام حاصل کرتے ہیں_(66) اور نیز فرماتاہے _ خدا ہے جس نے سکون کو دل پر نازل کیا ہے تا کہ ان کا ایمان زیادہ ہو_(67)

اضطراب و تحیر:

خدا قرآن میں فرماتا ہے ''فقط وہ لوگ جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور انکے دلوں میں شك اور تردید ہے وہ تم سے جہاد میں نہ حاضر ہونے کی اجازت لیتے ہیں اور وہ ہمیشہ شك اور تردید میں رہیں گے_(68)

مہربانی اور ترحم:

قرآن میں ہے '' ہم نے ان کے دلوں میں جو عیسی علیہ السلام کی پیروی کرتے ہیں مہربانی اور ترحم قرار دیا ہے_ (69)
نیز خدا فرماتا ہے کہ ''اے پیغمبر خدا ہے جس نے اپنی مدد اور مومنین کے وسیلے سے تیری تائید کی ہے اور ان کے دلوں میں الفت قرار دی ہے _(70)

سخت دل:

قرآن میں خدا فرماتا ہے '' اے پیغمبر اگر تو سخت دل اور تند خو ہوتا تو لوگ تیرے ارد گرد سے پراگندہ ہوجاتے _(71)

خلاصہ دل قرآن مجید میں ایك ممتاز مقام رکھتا ہے او راکثر کام اس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جیسے ایمان، کفر، نفاق، تعقل، فہم، عدم تعقل، قبول حق، حق کا قبول نہ کرنا_ ہدایت، گمراہی خطاء عہد طہارت_ آلودگي_ رافت و محبت غلظت_ رعب غصہ شك تردید_ ترحم_ قساوت_ حسرت آرام_ تکبر، حسد، عصیان و نافرماني، لغزش اور دوسرے اس طرح کے کام بھی دل کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جب کہ دل جو گوشت کا بنا ہوا ہے اور بائيں جانب واقع ہے وہ ان کاموں کو بجا نہیں لاتا بلکہ یہ کام انسان کے نفس اور روح کے ہوا کرتے ہیں_ لہذا یہ کہنا ہوگا کہ قلب اور دل سے مراد وہ مجرد ملکوتی جوہر ہے کہ جس سے انسان کی انسانیت مربوط ہے _ قلب کا مقام قرآن میں ا تنا عالی اور بلند ہے کہ جب اللہ تعالی سے ارتباط جو وحی کے ذریعے سے انسان کو حاصل ہوتا ہے وہاں قلب کا ذکر کیا جاتا ہے_

خداوند قرآن مجید میں پیغمبر علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ ''روح الامین (جبرئیل) نے قرآن کو تیرے قلب پر نازل کیا ہے تا کہ تو لوگوں کو ڈرائے_ نیز خدا فرماتا ہے اے پیغمبر(ص) کہہ دے کہ جو جبرائیل (ع) کا دشمن ہے وہ خدا سے دشمنی کرتا ہے کیونکہ جبرائیل (ع) نے تو قرآن اللہ کے اذن سے تیرے قلب پر نازل کیا ہے_(72) قلب کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ وہ وحی کے فرشتے کو دیکھتا اور اس کی گفتگو کو سنتا ہے خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ ''خدا نے اپنے بندے (محمد(ص)) پر وحی کی ہے اور جو پیغمبر (ص) کے قلب نے مشاہدہ کیا ہے اسے فرشتے نے جھوٹ نہیں بولا_ (73)

قلب کی صحت و بیماري

ہماری زندگی قلب اور روح سے مربوط ہے روح بدن کو کنٹرول کرتی ہے_
جسم کے تمام اعضاء اور جوارح اس کے تابع فرمان ہیں تمام کام اور حرکات روح سے صادر ہوتے ہیں_
ہماری سعادت اور بدبختی روح سے مربوط ہے_ قرآن اور احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ انسان کا جسم کبھی سالم ہوتا ہے اور کبھی بیمار اور اس کی روح بھی کبھی سالم ہوتی ہے اور کبھی بیمار_ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ ''جس دن (قیامت) انسان کے لئے مال اور اولاد فائدہ مند نہ ہونگے مگر وہ انسان کہ جو سالم روح کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف لوٹے گا_ (74)_

نیز ارشاد فرماتا ہے کہ ''اس ہلاکت اور تباہ کاری میں تذکرہ ہے جو سالم روح رکھتا ہوگا_ (75) اور فرماتا ہے کہ '' بہشت کو نزدیك لائینگے جو دور نہ ہوگی یہ بہشت وہی ہے جو تمام ان بندوں کے لئے ہے جو خدا کی طرف اس حالت میں لوٹ آئے ہیں کہ جنہوں نے اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھا اور خدا نے ان کے لئے اس کا وعدہ کیا ہے کہ جو خدا مہربان سے ڈرتا رہا اور خشوع کرنے والی روح کے ساتھ اللہ کی طرف لوٹ آیا ہے_ (76)

جیسے کہ آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ ان آیات میں روح کی سلامت کو دل کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور انسان کی اخروی سعادت کو روح سے مربوط قرار دیا ہے کہ جو سالم قلب اور خشوع کرنے والے دل کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف لوٹ آیا ہو اور دوسری جانب خداوند عالم نے بعض والوں یعنی روح کو بیمار بتلایا ہے جیسے خداوند عالم فرماتا ہے کہ ''منافقین کے دلوں میں بیماری ہے کہ خدا ان کی بیماری کو زیادہ کرتا ہے_ (77) نیز فرماتا ہے کہ ''وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ یہود اور نصاری کی دوستی کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ایمان لانے کیوجہ سے مصیبت او گرفتاری موجود نہ ہوجائے (78) _ ان آیات میں کفر نفاق کفار سے دوستی کو قلب کی بیماری قرار دیا گیا ہے_ اس طرح کی آیات اور سینکڑوں روایات سے جو پیغمبر (ع) اورائمہ علیہم السلام سے وارد ہوئي ہیں یوں مستفاد ہوتا ہے کہ انسان کی روح اور قلب بھی جسم کی طرح _ سالم اور بیمار ہوا کرتی ہے لہذا کوئي وجہ نظر نہیں آتی کہ دل کی بیماری کو مجازی معنی پر محمول کیا جائے_

خداوند عالم جو روح اور دل کا خالق ہے اور پیغمبر (ص) اور آئمہ علیہم السلام کہ جو انسان شناس ہیں دل او رروح کی بعض بیماریوں کی اطلاع دے رہے ہیں ہم کیوں نہ اس بیماری کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کریں_ وہ حضرات جو واقعی انسان شناس ہیں کفر نفاق حق کو قبول نہ کرنا_ تکبر کینہ پروری غصہ چغل خوری خیانت خودپسندی خوف برا چاہنا تہمت بدگوئي، غیبت، تندخوئي، ظلم، تباہ کاري، بخل، حرص، عیب جوئي، دروغ گوئي حب مقام ریاکاری حیلہ بازي، بدظني، قساوت، ضعف نفس اور دوسری بری صفات کو انسان کی روح اور قلب کی بیماری بتلا رہے ہیں پس جو لوگ ان بیماریوں کے ساتھ اس دنیا سے جائیں گے وہ ایك سالم روح و دل خدا کے پاس نہیں جا رہے ہونگے تا کہ اس آیت مصداق قرار پاسکیں یوم لاینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم_ دل اور روح کی بیماریوں کو معمولی شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ جسم کی بیماریوں سے کئي گناہ خطرناك ہیں اور ان کا علاج ان سے زیادہ سخت اور مشکل ہے_ جسم کی بیماریوں میں جسم کے نظام تعادل میں گڑبڑ ہوا کرتی ہے کہ جس سے درد اور بے چینی اور بسا اوقات کسی عضو میں نقص آجاتا ہے لیکن پھر بھی وہ محدود ہوتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ آخری عمر تك باقی رہتی ہیں_ لیکن روح کی بیماری بدبختی اور عذاب اخروی کو بھی ساتھ لاتی ہے اور ایسا عذاب اسے دیا جائیگا جو دل کی گہرائیوں تك جائیگا اور اسے جلا کررکھ دے گا_ جو روح اس دنیا میں خدا سے غافل ہے اور اللہ تعالی کی نشانیوں کا مشاہدہ نہیں کرتی اور اپنی تمام عمر کو گمراہی اور کفر اور گناہ میں گذار دیتی ہے در حقیقت وہ روح اندھی اور تاریك ہے وہ اسی اندھے پن اور بے نوری سے قیامت میں مبعوث ہوگا اور اس کا انجام سوائے دردناك اور سخت زندگی کے اور کچھ نہ ہوگا_

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ '' جو ہماری یاد سے روگردانی کرتے ہیں ان کی زندگی سخت ہوگی اور قیامت کے دن ا ندھے محشور ہونگے وہ قیامت کے دن کہے گا خدایا مجھے کیوں اندھا محشور کیا ہے؟ حالانکہ میں دنیا

میں تو بینا تھا خداوند عالم اس کے جواب میں فرمائے گا کہ میری نشانیاں تیرے سامنے موجود تھیں لیکن تو نے انہیں بھلا دیا اسی لئے آج تمہیں فراموش کردیا گیا ہے _(79)

خدا فرماتا ہے '' تم زمین میں کیوں سیر نہیں کرتے تا کہ تم ایسے دل رکھتے ہوگے کہ ان سے سمجھتے اور سننے والے کان رکھتے ہوتے یقینا کافروں کی آنکھیں اندھی نہیں بلکہ انکے دل کی آنکھیں اندھی ہیں_ (80)
پھر فرماتا ہے '' جو شخص اس دنیا میں اندھی آنکھ رکھتا ہوگا آخرت میں بھی وہ نابینا اور زیادہ گمراہ ہوگا_ (81)

خدا فرماتا ہے کہ ''جس شخص کو خدا ہدایت کرتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو شخص اپنے (اعمال کی وجہ) سے گمراہ ہوگا اس کے لئے کوئي دوست اور اولیاء نہ ہونگے اور قیامت کے دن جب وہ اندھے اور بہرے اور گونگے ان کو ایسے چہروں سے ہم محشور کریں گے_ (82)

ممکن ہے کہ اس گفتگو سے تعجب کیا جائے اور کہا جائے کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ قیامت کے دن انسان کی باطنی آنکھ آندھی ہوگي؟ کیا ہم اس آنکھ او رکان ظاہری سے کوئي اور آنکھ کان رکھتے ہیں؟ جواب میں عرض کیا جائیگا کہ ہاں جس نے انسان کو خلق فرمایا ہے اور جو اللہ کے بندے انسان شناس ہیں انہوں نے خبر دی ہے کہ انسان کی روح اور دل بھی آنکھ کان زبان رکھتی ہے گرچہ یہ آنکھ اور کان اور زبان اس کی روح سے سنخیت رکھتی ہے_ انسان ایك پیچیدہ موجود ہے کہ جو اپنی باطنی ذات میں ایك مخصوص زندگی رکھتا ہے_ انسان کی روح ایك تنہا مخصوص جہان ہے_ اس کے لئے اسی جہان میں نور بھی ہے اور صفا اور پاکیزگی بھی اس میں پلیدی اور کدورت بھی اس میں اس کے لئے بینائي اور شنوائي اور نابینائي بھی ہے لیکن اس جہاں کا نور اور ظلمت عالم دنیا کے نور اور ظلمت کا ہم سنخ نہیں ہے بلکہ اللہ اور قیامت اور نبوت اور قرآن پر ایمان روح انسانی کے لئے نور ہے_

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ '' جو لوگ محمد(ص) پر ایمان لے آئے ہیں اور اس کی عزت کرتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں انہوں نے اس نور کی جو ان کی ہمراہ ہے پیروی کی ہے یہی لوگ نجات یافتہ اور سعادتمند ہونگے_ (83)

خدا فرماتا ہے_ ''یقینا تمہاری طرف خداوند عالم سے ایك نور اور کتاب مبین نازل کی گئي ہے_(84) نیز خدا فرماتا ہے کہ '' کیا وہ شخص کہ جس کے دل کو خدا نے اسلام کے قبول کرلینے کے لئے کھول دیا ہے اور

اس نے اللہ تعالی کی طر ف سے نور کو پالیا ہے وہ دوسروں کے برابر ہے؟ افسوس اور عذاب ہے اس کے لئے کہ جس کا دل اللہ تعالی کے ذکر سے قسی ہوگیا ہے_ ایسے لوگ ایك واضح گمراہی میں ہونگے_(85)

خداوند عالم نے ہمیں خبردی ہے کہ قرآن ایمان، اسلام کے احکام اور قوانین تمام کے تمام نور ہیں_ انکی اطاعت اور پیروی کرنا قلب اور روح کو نورانی کردیتے ہیں یقینا یہ اسی دنیا میں روح کو نورانی کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ آخرت کے جہان میں جا ظاہر ہوگا_

خداوند عالم نے خبردی ہے کہ کفر نفاق گناہ حق سے روگردانی تاریکی روح کو کثیف کردیتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ آخرت کے جہان میں جا ظاہر ہوگا_ پیغمبروں کو اسی غرض کے لئے مبعوث کیا گیا ہے تا کہ وہ لوگوں کو کفر کی تاریکی سے نکالیں اور ایمان اور نور کے محیط میں وارد کریں_
خداوند عالم فرماتا ہے کہ '' ہم نے قرآن کو تم پر نازل کیا ہے تا کہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکالے اور نور میں وارد کرے_(86)

مومنین اسی جہان میں نور ایمان تزکیہ نفس مکارم اخلاق یاد خدا اور عمل صالح کے ذریعے اپنی روح اور دل کو نورانی کرلیتے ہیں اور باطنی آنکھ اور کان سے حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور سنتے ہیں_ اس طرح کے لوگ جب اس جہان سے جاتے ہیں تو وہ سراسر نور اور سرور اور زیبا اور خوشنما ہونگے اور آخرت کے جہان میں اسی نور سے کہ جسے دنیا میں مہیا کیا ہوگا فائدہ حاصل کریں گے_ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ '' اس دن کو یاد کرو جب مومن مرد عورت کا نور انکے آگے اور دائیں جانب کو روشن کئے ہوگا (اور ان سے کہا جائیگا) کہ آج تمہارے لئے خوشخبری ایسی بہشت ہے کہ جس کی نہریں درختوں کے نیچے سے جاری ہیں اور تم ہمیشہ کے لئے یہاں رہوگے اور یہ ایك بہت بڑی سعادت اور خوشبختی ہے_ (87)
درست ہے کہ آخرت کے جہان کے نور کو اسی دنیا سے حاصل کیا جانا ہوتا ہے اسی لئے تو کافر اور منافق آخرت کے جہان میں نور نہیں رکھتے ہونگے_
قرآن میں آیا ہے کہ ''اس دن کو یاد کرو جب منافق مرد اور عورت مومنین سے کہیں گے کہ تھوڑی سے مہلت دو تا کہ ہم تمہارے نور سے استفادہ کرلیں ان سے کہا جائیگا کہ اگر ہوسکتا ہے تو دنیا میں واپس چلے جاؤ اور اپنے لئے نور کو حاصل کرو _(88)

قلب روح احاديث ميں

دين كے رہبروں اور حقيقى انسان كو پہچاننے والوں نے انسان كى روح اور قلب كے بارے بہت عمدہ اور مفيد مطالب بتلائے ہيں كہ ان ميں سے بعض كى طرف يہاں اشارہ كيا جاتا ہے كہ بعض احاديث كى بناپر قلب اور روح كو تين گروہ ميں تقسيم كيا گيا ہے_ امام محمد باقر عليہ السلام فرماتے ہيں كہ ''ہم تين طرح كے قلب ركھتے ہيں_ پہلى نوع_ ٹيڑھا قلب جو كسى خير اور نيكى كے كاموں كو درك نہيں كرتا اور يہ كافر كا قلب ہے_ دوسرى نوع وہ قلب ہے كہ جس ميں ايك سياہ نقطہ موجود ہے يہ وہ قلب ہے كہ جس ميں نيكى اور برائي كے درميان ہميشہ جنگ و جدال ہوتى ہے ان دو ميں سے جو زيادہ قوى ہوگا وہ اس قلب پر غلبہ حاصل كريگا_ تيسرى نوع قلب مفتوح ہے اس قلب ميں چراغ جل رہا ہے جو كبھى نہيں بجھتا اور يہ مومن كا قلب ہے_ (89)

امام جعفر صادق عليہ السلام اپنے پدر بزرگوار سے نقل كيا ہے كہ ''آپ نے فرمايا كہ قلب كے لئے گناہ سے كوئي چيز بدتر نہيں ہے_ قلب گناہ كا سامنا كرتا ہے اور اس سے مقابلہ كرتا ہے يہاں تك كہ گناہ قلب پر غالب آجاتا ہے اور وہ قلب كو ان اور ٹيڑہا كرديتا ہے _ (90)
اور امام سجاد عليہ السلام نے ايك حديث ميں فرمايا ہے كہ '' انسان كى چار آنكھيں ہيں اپنى دو ظاہرى آنكھوں سے دين اور دنيا كے امور كو ديكھتا ہے اور اپنى دو باطنى آنكھوں سے ان امور كو ديكھتا ہے جو آخرت سے مربوط ہيں جب اللہ كسى بندے كى بھلائي چاہتا ہے تو اس كے قلب كى دو باطنى آنكھوں كو كھول ديتا ہے تا كہ اس كے ذريعے غيب كے جہان اور آخرت كے امر كا مشاہدہ كرسكے اور اگر خدا اس كى خير كا ارادہ نہ كرے تو اس كے قلب كو اس كى اپنى حالت پر چھوڑ ديتا ہے _ (91)
امام صادق عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ '' قلب كے دو كان ہيں ايمان كى روح آہستہ سے اسے كار خير كى دعوت ديتى ہے اور شيطن آہستہ سے اسے برے كاموں كى دعوت ديتا ہے جو بھى ان ميں سے دوسرے پر غالب آجائے وہ قلب كو اپنے لئے مخصوص كرليتا ہے_ (92)
امام صادق عليہ السلام نے رسول خدا صلى اللہ عليہ و آلہ و سلم نے نقل كيا ہے كہ ''آپ (ص) نے فرمايا كہ سب سے بدترين اندھاپن قلب كا اندھا پن ہے_ (93)

امام محمد باقر عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ '' انسان كے قلب ميں ايك سفيد واضح نقطہ ہوتا ہے اگر گناہ كا ارتكاب كرلے تو اس كے قلب ميں سياہ نقطہ پيدا ہوجاتا ہے اگر اس كے بعد توبہ كرلے تو وہ سياہ نقطہ مٹ جاتا ہے اور اگر گناہ كرنے پر اصرار كرے تو وہ سياہ نقطہ آہستہ سے بڑھنے لگ جاتا ہے يہاں تك كہ وہ اس سفيد نقطے كو گھير ليتا ہے اس حالت ميں پھر اس قلب كا مالك انسان نيكيوں كى طرف رجوع نہيں كرتا اور اس پر يہ آيت صادق آجاتى ہے كہ ان كے اعمال نے ان كے قلوب پرغلبہ حاصل كرليا ہے اور انہيں تاريك كرديا ہے_ (94)

اميرالمومنين عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ '' جس ميں تقوى اور خوف خدا كم ہو اس كا قلب او ردل مرجاتا ہے اور جس كا دل مرجائے وہ جہنم ميں داخل ہوگا _ (95)
حضرت امير عليہ السلام نے اپنے فرزند كو وصيت ميں فرمايا كہ ''اے فرزند فقر اور نادارى ايك مصيبت اور بيمارى ہے اور اس سے سخت بيمارى جسم كى بيمارى ہے اور دل كى بيمارى جسم كى بيمارى سے بھى زيادہ سخت ہے_ مال كى وسعت اللہ تعالى كى ايك نعمت ہے اس سے افضل بدن كا سالم رہنا ہے اور اس سے افضل دل كا تقوى ہے_ (96)
رسول خدا صلى اللہ عليہ و آلہ و سلم نے فرمايا ہے_ كہ '' حضرت داود پيغمبر (ع) نے اللہ تعالى كى درگاہ ميں عرض كيا خدايا تمام بادشاہوں كے خزانے ميں تيرا خزانہ كہاں ہے؟

اللہ تعالى نے جواب ميں فرمايا كہ ميرا ايك خزانہ ہے جو عرش سے بڑا اور كرسى سے وسيع تر اور بہشت سے زيادہ خوشبودار اور تمام ملكوت سے زيادہ خوبصورت ہے اس خزانہ كى زمين معرفت اور اس كا آسمان ايمان اس كا سورج شوق اور اس كا چاند محبت اور اس كے ستارے خدا كى طرف توجہات اس كا بادل عقل اس كى بارش رحمت اس كا ميوہ اطاعت اور ثمرہ حكمت ہے_ ميرے خزانے كے چار دروازے ہيں پہلا علم، دوسرا عقل، تيسرا صبر، چوتھا رضايت، جان لے كہ ميرا خزانہ ميرے مومن بندوں كا قلب اور دل ہے_(97)
اللہ تعالى كے ان بندوں كے جو قلب اور دل اور روح كو پہنچانتے ہيں ان احاديث ميں بہت مفيد مطالب بيان فرمائے ہيں كہ كچھ كى طرف ہم يہاں اشارہ كرتے ہيں_

قلب كافر

كافر كے دل كے متعلق كہا گيا ہے كہ وہ الٹا اور ٹيڑہا ہے اس ميں كوئي بھلائي نہيں ہے_ اس طرح كا دل اپنى اصلى فطرت سے ہٹ چكا ہے اور عالم بالا كى طرف نگاہ نہيں كرتا وہ صرف دنياوى امور كو ديكھتا ہے اسى لئے وہ خدا اور آخرت كے جہاں كا مشاہدہ نہيں كرتا اس كے بارے نيكى اور خوبى كا تصور نہيں كيا جاسكتا كيونكہ نيك كام اس صورت ميں درجہ كمال اور قرب الہى تك پہنچتے ہيں جب وہ رضا الہى كے لئے انجام ديئےائيں ليكن كافر نے اپنے دل كو الٹا كرديا ہے تا كہ وہ خدا كو نہ ديكھ سكے وہ اپنے تمام كاموں سے سوائے دنيا كے اور كوئي غرض نہيں ركھتا وہ صرف دنيا تك رسائي چاہتا ہے نہ خدا كا قرب_ اس طرح كا دل گرچہ اصلى فطرت والى آنكھ ركھتا تھا ليكن اس نے اپنى آنكھ كو اندھا كر ركھا ہے_

كيونكہ وہ واضح ترين حقيقت وجود خدا جو تمام جہاں كا خالق ہے كا مشاہدہ نہيں كرتا وہ اس دنيا ميں اندھا ہے اور آخرت ميں بھى اندھا ہوگا_ اس نے اس دنيا ميں امور دنيا سے دل لگا ركھا ہے اور آخرت ميں بھى اس كے لئے امور دنيا سے ہى وابستگى باقى رہے گى ليكن وہ اسے وہاں حاصل نہ ہوں گے اور وہ اس كے فراق كى آگ ميں جلتا رہے گا_ اس قسم كے دل ميں ايمان كا نور نہيں چمكتا اور وہ بالكل ہى تاريك رہتا ہے_كافر كے دل مقابل مومن كامل كا دل ہے_ مومن كے دل كا دروازہ عالم بالا اور عالم غيب كى طرف كھلا ہوا ہوتا ہے ايمان كا چراغ اس ميں جلتا ہوا ہوتا ہے اور كبھى نہيں بجھتا_ اس كے دل كى دونوں آنكھيں ديكھ

رہی ہوتی ہیں اور عالم غیب اور اخروی امور کو ان سے مشاہدہ کرتا ہے_ اس طرح کا دل ہمیشہ ہمیشہ کمال اور جمال اور خیر محض یعنی خداوند تعالی کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اس کا تقرب چاہتا ہے وہ خدا کو چاہتا ہے اور مکارم اخلاق اور اعمال صالح کے ذریعے ذات الہی کی طرف حرکت کرتا رہتا ہے_

اس قسم کا دل عرش اور کرسی سے زیادہ وسیع اور بہشت سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے اور یہ قدرت رکھتا ہے کہ اللہ تعالی کا مرکز انوار الہی اور خزانہ الہی قرار پائے_ اس طرح کے دل کی زمین اللہ کی معرفت اور اس کا آسمان اللہ پر ایمان اور اس کا سورج لقاء الہی کا شوق اور اس کا چاند اللہ کی محبت_ مومن کے دل میں عقل کی حکومت ہوتی ہے اور رحمت الہی کی بارش کو اپنی طرف جذب کرلیتا ہے کہ جس کا میوہ عبادت ہے اس طرح کے دل میں خدا اور اس کے فرشتوں کے سوا اور کوئي چیز موجود نہیں ہوتي_
ایسا دل تمام کا تمام نور ا ور سرور اور شوق اور رونق اور صفا والا ہوتا ہے اور آخرت کے جہان میں بھی اسی حالت میں محشور ہوگا_ (ایسے دل والے کو مبارک ہو)

3_ مومن کا دل جب کبھی گناہ سے آلودہ ہوجاتا ہے تو ایسے مومن کا دل بالکل تاریك اور بند نہیں رہتا بلکہ ایمان کے نور سے روشن ہوجاتا ہے اور کمال الہی اور تابش رحمت کے لئے کھل جاتا ہے لیکن گناہ کے بجالانے سے اس کے دل پر ایك سیاہ نقطہ موجود ہوجاتا ہے اور اسی طریق سے شیطن اس میں راستہ پالیتا ہے_ اس کے دل کی آنکھ اندھی نہیں ہوتی لیکن گناہ کی وجہ سے بیمار ہوگئي ہے اور اندھے پن کی طرف آگئي ہے_ اس طرح کے دل میں فرشتے بھی راستے پالیتے ہیں اور شیطن بھي_ فرشتے ایمان کے دروازے سے اس میں وارد ہوتے ہیں اور اسے نیکی کی طرف دعوت دیتے ہیں شیطن اس سیاہ نقطہ کے ذریعے سے نفوذ پیدا کرتا ہے اور اسے برائي کی دعوت دیتا ہے_ شیطن اور فرشتے اس طرح کے دل میں ہمیشہ جنگ اور جدال میں ہوتے ہیں_

فرشتے چاہتے ہیں کہ تمام دل پر نیك اعمال کے ذریعے چھاجائیں اور شیطن کو وہاں سے خارج کردیں اور شیطن بھی کوشش کرتا ہے کہ گناہ کے بجالانے سے دل کو تاریك بلکہ تاریك تر کردے اور فرشتوں کو وہاں سے باہر نکال دے اور پورے دل کو اپنے قبضے میں لے لے اور ایمان کے دروازے کو بالکل بند کردے_ یہ دونوں ہمیشہ ایك دوسرے کو دکھیلنے پر لگے رہتے ہیں اور پھر ان میں کون کامیاب ہوتا ہے اور اس کی کامیابی کتنی مقدار ہوتی ہے_ انسان کی باطنی زندگی اور اخروی زندگی کا انجام اسی سے وابستہ ہوتا ہے یہ وہ مقام ہے کہ جہاں نفس کیساتھ جہاد کرنا ضروری ہوجاتا ہے کہ جس کی تفصیل بیان کی جائیگي_

قسی القلب

انسان کی روح اور دل ابتداء میں نورانیت اور صفاء اور مہربانی اور ترحم رکھتے ہیں_ انسان کا دل دوسروں کے دکھ اور درد یہاں تك کہ حیوانات کے دکھ اور درد سے بھی رنج کا احساس کرتا ہے اسے بہت پسند ہوتا ہے کہ دوسرے آرام اور اچھی زندگی بسر کریں اور دوسروں پر احسان کرنے سے لذت حاصل کرتا ہے اور اپنی پاك فطرت سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور عبادت اور دعا راز و نیاز اور نیك اعمال کے بجالانے سے لذت حاصل کرتا ہے اور گناہوں کے ارتکاب سے فوراً متاثر اور پشیمان ہوجاتا ہے_ اگر اس نے فطرت کے تقاضے کو قبول کرلیا اور اس کے مطابق عمل کیا تو دن بدن اس کے صفا قلب اورنورانیت اور مہربان ہونے میں اضافہ ہوتا جاتا ہے_

عبادت اور دعا کے نتیجے میں دن بدن عبادت اور دعا اور خدا سے انس و محبت میں زیادہ علاقمند ہوتا جاتا ہے_ اور اگر اس نے اپنے اندرونی اور باطنی خواہشات کو نظرانداز کیا اور اس کے مخالف عمل کیا تو آہستہ آہستہ وہ پاك احساسات نقصان کی طرف جانا شروع کردیتے ہیں یہاں تك کہ ممکن ہے وہ بالکل ختم اور نابود ہوجائیں_ اگر اس نے دوسروں کے درد کے موارد کو دیکھا اور ان کے خلاف اپنے رد عمل کا مظاہرہ نہ کیا تو آہستہ آہستہ ان سے مانوس ہوجاتا ہے اور ان کے دیکھنے سے معمولی سا اثر بھی نہیں لیتا بلکہ ہوسکتا ہے کہ ایسے مقام تك پہنچ جائے کہ دوسروں کے فقر اور فاقہ اور ذلت و خواری بلکہ ان کے قید و بند اور مصائب سے لذت حاصل کرنا شروع کردے_ انسان ابتداء میں گناہ کرنے پر پشیمان اور ناخوش ہوتا ہے لیکن اگر ایك دفعہ گناہ کا ارتکاب کرلیا تو دوسری دفعہ گناہ کرنے پر تیار ہوجاتا ہے اور اسی طرح دوسری دفعہ گناہ کے بعد تیسری دفعہ گناہ کرنے کے لئے حاضر ہوجاتا ہے اور گناہ کرنے کے اصرار پر ایك ایسے مقام تك پہنچ جاتا ہے کہ پھر گناہ کرنے سے پیشمانی کا احساس تو بجائے خود بلکہ گناہ کرنے کو اپنی کامیابی اور خوشی قرار دیتا ہے_ ایسے انسانوں کے اس طرح کے دل سیاہ اور الٹے ہوچکے ہوتے ہیں اور قرآن اور احادیث کی زبان میں انہیں قسی القلب کہا جاتا ہے شیطین نے ایسے دلوں پر قبضہ کرلیا ہوتا ہے اور اللہ تعالی کے مقرب فرشتوں کو وہاں سے نکال دیا ہوتا ہے_ اس کے نجات کے دروازے اس طرح بند ہوجاتے ہیں کہ اس کے لئے توبہ کرنے کی امید بھی نہیں کی جاسکتي_

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ ''جب ہماری مصیبت ان پر وارد ہوتی ہے تو توبہ اور زاری کیوں نہیں کرتے؟ ان کے دلوں پر قساوت طاری ہوچکی ہے اور شیطان نے ان کے برے کردار کو ان کی آنکھوں میں خوشنما بناديا ہے_ (98)

نیز خدا فرماتا ہے_ '' افسوس ہے ان دلوں پر کہ جنہیں یاد خدا سے قساوت نے گھیر رکھا ہے ایسے لوگ ایك واضح گمراہی ہیں پڑے ہوئے ہیں_(99)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''ہر مومن کے دل میں ایك سفید نقطہ ہوتا ہے اگر اس نے گناہ کا ارتکاب کیا اور دوبارہ اس گناہ کو بجالایا تو ایك سیاہ نقطہ اس میں پیدا ہوجاتا ہے اور اگر اس نے گناہ کرنے پر اصرار کیا تو وہ سیاہ نقطہ آہستہ سے بڑھنا شروع ہوجاتا ہے یہاں تك کہ اس دل کے سفید نقطہ کو بالکل ختم کردیتا ہے اس وقت ایسے دل والا آدمی کبھی بھی اللہ تعالی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور یہی خداوند عالم کے اس فرمان سے کہ ان کے کردار نے ان کے دلوں کو چھپا رکھا ہے مراد ہے_ (100)
امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' انسان کے آنسو قساوت قلب کی وجہ سے خشك ہوجاتے ہیں اور قلب میں قساوت گناہوں کے اثر کیوجہ سے ہوتی ہے_ (101)

رسول خدا نے فرمایا ہے '' چار چیزیں انسان میں قساوت قلب کی علامتیں ہیں_ آنسوں کا خشك ہوجانا_ قساوت قلب_ روزی کے طلب کرنے میں زیادہ حریص ہونا_
اور گناہوں پر اصرار کرنا_ (102)
امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں_ '' اے میرے خدا میں دل کے سخت ہوجانے سے آپ سے شکایت کرتا ہوں ایسا دل جو وسواس سے ہمیشہ تغیرپذیر ہے اور آلودگی اور خشم سے جڑا ہوا ہے_ میں آپ سے ایسی آنکه سے شکایت کرتا ہوں جو تیرے خوف سے نہیں روتی اور اس کی طرف متوجہ ہے جو اسے خوش رکھتی ہے_ (103)
پس جو انسان قلب کی سلامتی اور اپنی سعادت سے علاقمند ہے اس کو گناہ کے ارتکاب سے خواہ گناہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو بہت زیادہ پرہیز کرنی چاہئے_ اور ہمیشہ اپنی روح کو نیك کاموں عبادت دعا اور خدا سے راز و نیاز مہربانی احسان اور دوسروں کی مدد مظلوموں اور محروموں کی حمایت اور خیرخواہی نیك کاموں میں مدد عدالت خواہی اور عدالت برپا کرنے میں مشغول رکھے تا کہ آہستہ آہستہ نیك اعمال بجالانے کی عادت پیدا کرے اور باطنی صفا اور نورانیت کو حاصل کرلے تا کہ اس کی روح ملائکہ کا مرکز قرار پائے_

قلب کے طبیب اور معالج

پہلے بیان ہوچکا ہے کہ دل اور روح بھی جسم کی طرح سالم ہوا کرتا ہے اور بیمار_ انسان کی اخروی سعادت اس سے مربوط ہے کہ انسان سالم روح کے ساته اس دنیا سے جائے_ ہمارے لئے ضروری ہے کہ روح کی سلامتی اور بیماریوں سے واقف ہوں_

ان بیماریوں کی علامات کو پہچانیں تا کہ روح کی مختلف بیماریوں سے مطلع ہوں ان بیماریوں کے اسباب اور علل کو پہچانیں تا کہ ان بیماریوں کو روك سکیں کیا ان بیماریوں کی پہچان میں ہم خود کافی معلومات رکھتے ہیں یا ان کی پہچان میں پیغمبروں کے محتاج ہیں_ اس میں کسی شك کی گنجائشے نہیں کہ ہم روح کی خلقت اور اس کے اسرار اور رموز سے جو اس موجود ملکوتی میںرکھے گئے کافی معلومات نہیں رکھتے_

قاعدتا ہم اپنی روحانی اور باطنی زندگی سے بے خبر ہیں_ نفسانی بیماریوں کے اسباب کو اچھی طرح نہیں جانتے اور ان بیماریوں کی علامتوں کی بھی اچھی طرح تشخیص نہیں کرسکتے اور ان مختلف بیماریوں کا علاج اور توڑ بھی نہیں جانتے اسی لئے پیغمبروں کے وجود کی طرف محتاج ہیں تا کہ وہ ہمیں اس کے طریق کار کی ہدایت اور رہبری کریں_ پیغمبر روح کے معالج اور ان بیماریوں کے علاج کے جاننے والے ہوتے ہیں_ اور اللہ تعالی کی تائید اور الہامات سے روح کے درد اور اس کے علاج کو خوب جانتے ہیں وہ انسان شناسی کی درسگاہ میں بذریعہ وحی انسان شناس بنے ہیں اور اس ملکوتی وجود کے اسرار اور رموز سے اچھی طرح مطلع اور آگاہ ہیں_ وہ صراط مستقیم اور اللہ کی طرف سیر و سلوک کو خوب پہچانتے ہیں اور انحراف کے اسباب اور عوامل سے واقف ہیں اسی لئے وہ انسان کی اس سخت راستے کو طے کرنے میں مدد کرتے ہیں اور انحراف اور کجروی سے روکتے ہیں_

جی ہاں پیغمبر اللہ کی طرف سے معالج ہیں کہ تاریخ انساني میں انہوں نے انسان کی خدمت انجام دی ہے اور ان کی ایسی خدمات کئي درجہ زیادہ بدن کے معالجین سے بڑھ کر کی ہے پیغمبروں نے جوہر ملکوتی ورح کو کشف کرتے ہوئے انسانوں کو اس کی پہچان کرائي ہے اور ان کی انسانی شخصیت کو زندہ کیا ہے_
پیغمبر(ص) تھے کہ جنہوں نے انسانوں کا مکارم اخلاق اور معارف اور معنویات سے روشناس کیا ہے اور قرب الہی کے راستے اور سیرو سلوک کی نشاندہی کی ہے_ پیغمبر تھے کہ جنہوں نے انسان کو خدا اور جہان غیب سے آشنا اور واقف کیا ہے اور انسان کے تزکیہ نفس اور تہذیب کے پرورش کرنے میں کوشش اور تلاش کی ہے_ اگر انسان میں معنویت محبت اور عطوفت اور مکارم اخلاق اور اچھی صفات موجود ہیں تو یہ اللہ کے بھیجے ہوئے معالجین کی دائمی اور متصل کوشش بالخصوص خاتم پیغمبر علیہ السلام کی دائمی کوشش کی برکت سے ہیں واقعا پیغمبر اللہ تعالی کے صحیح اور ممتاز بشریت کے معالج ہیں اسی لئے احادیث میں ان کی عنوان طبیب اور معالج کے عنوان سے پہچان کرائي گئي ہے_

امیر المومنین علیہ السلام پیغمبر گرامی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ '' محمد(ص) چلتا پھر تا طبیب ہے کہ ہمیشہ انسانی روحوں کی طبابت کرنے میں کوشان تھا اور بیماریوں کے علاج کے لئے مرہم فراہم کر رکھی تھی اور اسے مناسب مورد میں کام میں لاتا تھا_ اندھی روح اور بہرے کان گنگی زبان کو شفا دیتے تھے_ اور داؤوں کو انسانوں پر استعمال کرتے تھے جو حیرت اور غفلت میں غرق اور تھے ان انسانوں کو جو حکمت اور علم کے نور سے استفادہ نہیں کرتے تھے اور حقائق اور معارف الہی کے ناشناس تھے اسی لئے تو ایسے انسان حیوانات سے بھی بدتر زندگی بسر کرتے تھے_(104)
قرآن کو روح کے لئے شفاء دینی والی دواء بیان کیا گیا ہے_
خدا ارشاد فرماتا ہے کہ '' اللہ کی طرف سے موعظہ نازل ہوا ہے اور وہ قلب یعنی روح کے درد کے لئے شفا ہے_(105)
نیز خدا فرماتا ہے کہ '' قرآن میں ہم نے بعض ایسی چیزیں نازل کی ہیں جو مومنین کے لئے شفاء اور رحمت

ہیں_(106)

امیر المومنین علیہ السلام قرآن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''قرآن کو سیکھو کہ وہ بہترین کلام ہے اس کی بات میں خوب غور کرو کہ عقل کی بارش روح کو زندہ کرتی ہے اور قرآن کے نور سے شفاء حاصل کرو کہ وہ دلوں کو یعنی روحوں کو شفا بخشتا ہے_(107)

ایك اور جگہ فرماتے ہیں کہ '' جو شخص قرآن رکھتا ہو وہ کسی دوسری چیز کا محتاج نہ ہوگاہ اور جو شخص قرآن سے محروم ہوگاہ کبھی غنی نہ ہوگا_ قرآن کے واسطے سے اپنے روح کی بیماریوں کا علاج کرو اور مصائب کے ساتھے مٹھ بھیڑ میں اس سے مدد لو کیونکہ قرآن بزرگترین بیماری کفر اور نفاق اور گمراہی سے شفا دیتا ہے_(108)

جی ہاں قرآن میں آیا ہے کہ پیغمبر اسلام نفوس کے طبیب ہیں_ ہمارے درد اور اس کے علاج کو خوب جانتا ہے اور ایسے قرآن کو لایا ہے جو ہمارے باطنی درد کے لئے شفا دیتے کا ضابطہ ہے اور ہمیں ایسا قرآن دیا ہے_ اس کے علاوہ کئي اقسام کی باطنی بیماریوں اور ان کے علاج پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ اطہار نے واضح کیا ہے اور وہ حدیث کی شکل میں ہمارے لئے باقی موجود ہیں لہذا اگر ہمیں اپنے آپ کے لئے روح کی سعادت اور سلامتی مطلوب ہے تو ہمیں قرآن اور احادیث سے استفادہ کرنا چاہئے اور اپنی روح کی سعادت اور سلامتی مطلوب ہے تو ہمیں قرآن اور احادیث سے استفادہ کرنا چاہئے اور اپنی روح کی سعادت اور سلامتی کے طریق علاج کی مراعات کرنی چاہئے اور قرآن اور پیغمبر(ص) اور ائمہ اطہارعلیہم السلام کی راہنمایی میں اپنی روح کی بیماریوں کو پہچاننا چاہئے اور ان کی علاج کے لئے کوشش اور سعی کرنی چاہئے اور اگر ہم اس امر حیاتی اور انسان ساز میں کوتاہی کریں گے تو ایك بہت بڑے نقصان کے متحمل ہونگے کہ جس کا نتیجہ ہمیں آخرت کے جہان میں واضح اور روشن ہوگا_

تکمیل اور تہذیب نفس

پہلے بتاتا جا چکا ہے کہ روح کی پرورش اور تربیت ہمارے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ دنیا اور آخرت کی سعادت اسی سے مربوط ہے اور پیغمبر علیہم السلام بھی اسی غرض کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے ہیں_ روح کی تربیت اور خودسازی دو مرحلوں میں انجام دینی ہوگي_

پہلا مرحلہ: روح کی برائیوں سے پاك کرنا یعنی روح کو برے اخلاق سے صاف کرنا اور گناہوں سے پرہیز کرنا اس مرحلہ کا نام تصفیہ اور تخلیہ رکھنا گیا ہے_

دوسرا مرحلہ: روح کی تحصیل علم اور معارف حقہ فضائل اور مکارم اخلاق اور اعمال صالحہ کے ذریعے تبریت اور تکمیل کرنا اس مرحلہ کا نام تحلیہ رکھا گیا ہے یعنی روح کی پرورش اور تکمیل اور اسے زینت دینا_

انسان کو انسان بنانے کے لئے دونوں مرحلوں کی ضرورت ہوتی ہے اس واسطے کہ اگر روح کی زمین برائیوں سے پاك اور منزہ نہ ہوئي تو وہ علوم اور معارف حقہ مکارم اخلاق اعمال صالح تربیت کی قابلیت پیدا نہیں کرے گاہ وہ روح جو ناپاك اور شیطان کا مرکز ہو کس طرح انوار الہی کی تابش کا مرکز بن سکے گا؟ اللہ تعالی کے مقرب فرشتے کس طرح ایسی روح کی طرف آسکیں گے؟ اور پھر اگر ایمان اور معرفت اور فضائل اخلاق اور اعمال صالح نہ ہوئے تو روح کس ذریعے سے تربیت پا کر تکامل حاصل کرسکے گي_ لہذا انسان کو انسان بنانے کے لئے دونوں مرحلوں کو انجام دیا جائے ایك طرف روح کو پاك کیا جائے تو دوسری طرف نیك اعمال کو اس میں کاشت کیا جائے _

شیطن کو اس سے نکالا جائے اور فرشتے کو داخل کیا جائے غیر خدا کو اس سے نکالا جائے اور اشراقات الہی اور افاضات کو اس کے لئے جذب کیا جائے یہ دونوں مرحلے لازم اور ملزم ہیں یوں نہیں ہو سکتا کہ روح کے تصفیہ کے لئے کوشش کی جائے اور نیك اعمال کو بجا لانے کو بعد میں ڈالا جائے جس طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ باطنی امور کی اہمیت کو نظر انداز کیا جائے اور نیك اعمال بجالانے میں مشغول ہوا جائے بلکہ یہ دونوں ایك ہی زمانے میں بجا لائے جائے چاہئیں برائیوں اور برے اخلاق کو ترك کر دینا انسان کو اچھائیوں کے بجالانے کی طرف بلاتا ہے اور نیك اعمال کا بالانا بھی گناہوں اور برے اخلاق کے ترك کر دینے کا موجب ہوتا ہے لہذا اس بحث میں ہم مجبور ہیں کہ ان دونوں مرحلوں کو ایك دوسرے سے جدا کردیں لہذا پہلے ہم تہذیب نفس اور روح کی پاکی بحث کرتے ہیں

پہلا حصہ

تخلیہ یا تہذیب نفس

تہذیب نفس

اس مرحلے میں ہمیں تین کام انجام دینے ہونگے_

1_ باطل عقائد اور غلط افکار اور خرافات سے نفس کو پاك كرنا_

2_ برے اخلاق اور رذائل سے نفس کو پاك كرنا_

3_ گناہوں اور معاصی کا ترك كرنا_

خرافات اور عقائد باطل عین جہالت اور نادانی ہوتے ہیں اور انسان کی رو ح کو تاریك كر دیتے ہیں اور صراط مستقیم اور قرب الہی اور تکامل سے منحرف کر دیتے ہیں باطل عقائد رکھنے والے تکامل کے راستے کو نہیں بچانتے اسی واسطے گمراہی اور ضلالت کی وادی میں قدم رکھتے ہیں اور یقینا مقصد تك نہیں پہنچتے جو روح تاریك ہو کس طرح وہ انوار الہی کی تابش کا مرکز قرار پا سکتی ہے؟ اسی طرح برے اخلاق اور ان کے ملکات حیوانی عادات کو تقویت پہچانتے ہیں اور انسانی روح کو آہستہ آہستہ خاموش اور تنہا ہو جانے کی طرف لے جاتے ہیں ایسا انسان انسانی غرض خلقت جو قرب الہی اور کمال تك پہنچنا ہوتا ہے کبھی نہیں پہنچے گا اسی طرح گناہوں اور معصیت کو بجالانا انسان کی روح کو تاریك اور آلودہ کر دیتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ تکامل اور قرب الہی سے دور ہو جاتا ہے اور اس طرح انسان آخری غرض اور غایت تك نہیں پہنچنے پاتا_ اسي واسطے نفس کا پاك و پاکیزہ کرنا ہمارے لئے انتہائي اہم اور ضروری کام شمار ہوتا ہے لہذا ضروری ہے کہ پہلے برے اخلاق اور گناہوں کو پہچانیں اور پھر عمل کے مرحلے میں قدم رکھیں اور اپنی روح کو پاك و پاکیزہ بنائیں_

اتفاق سے ہمیں پہلے مرحلے میں کوئي مشکل پیش نہیں آتی اس واسطے کہ ارواح کے اطباء اور خدا کے بھیجے ہوئے انسان شناسی یعنی پیغمبروں اور ائمہ اطہار علیہم السلام نے برے اخلاق کو بطور کامل ہمارے لئے بیان کر دیا ہے اور ان کا علاج کرنا بھی بتلا دیا ہے_ معصیت اور نافرمانیوں کو ہمارے لئے شمار کر کے انکا علاج بھی بیان کر دیا ہے ہم تمام برے اخلاق کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور ان کی برائیوں سے آگاہ ہیں _ ہم جانتے ہیں کہ نفاق ،تکبر ،حسد ،کینہ پروري، غضب چغلخوری خیانت ،خودپسندی ،برا چاہنا، شکایت کرنا، تہمت لگانا، برا بھلا کہنا، بد زبان ہونا، تندخوئي_ ظلم بے اعتمادی خوف، بخل، حرص، عیب جوئي، جھوٹ بولنا، حب دنیا اور مقام اور ریاست کی محبت ریاکاري، دھوکا دینا، حیلہ باز ہونا، براگمان، قسی القلب ہونا، ضعف نفس اور اس طرح کی دوسری صفات بری اور زشت ہیں_ اس کے علاوہ ہم فطرت کی رو سے ان

کی برائیوں کو سمجھ پاتے ہیں_ سینکڑوں روایات اور آیات ان کی برائیوں اور قبیح ہونے کی گوہی دے رہی ہیں ہماری احادیث اس کے متعلق اتنی زیادہ ہیں کہ ان میں کسی کمی کا احساس نہیں ہوتا_ اسی طرح تمام محرمات اور گناہوں کی وضاحت قرآن مجید اور انکی تشریح اور ان کا عذاب اور سزا احادیث میں موجود ہے_ غالبا ہم تمام کو جانتے ہیں لہذا برے اخلاق اور صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی پہچان میں ہمیں کوئي مشکل نہیں آتی اس کے باوجود ہم غالبا شیطن اور نفس امارہ کے قیدی ہیں اور توفیق حاصل نہیںکرتے کہ اپنی نفس گناہوں اور برے اخلاق سے پاك کریں اور یہی اساسی مشکل ہے کہ جس کا علاج ہمیں سوچنا چاہئے_ میری نگاہ میں اس کا مہم ترین سبب دو چیزیں ہیں_ پہلی کہ ہم اپنی اخلاقی بیماریوں کو نہیں پہچانتے اور اپنے بیمار ہونے کا اقرار نہیں کرتے اور دوسرے اخلاقی بیماری کو معمولی قرار دیتے ہیں اور اس کے برے اور دردناك انجام سے غافل ہیں اسی لئے تو اس کے علاج کرنے میں کو شش نہیں کرتے یہی وہ دو مہم سبب ہیں کہ جنہوں نے ہمیں اپنی اصلاح اور تہذیب نفس سے غافل کر رکھا ہے ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس میں بحث کریں اور اس کا علاج بتلائیں_

بیماری سے غفلت

ہم غالبا اخلاقی بیماریوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے برے ہونے کو بھی جانتے ہیں لیکن یہ صرف دوسروں میں نہ اپنے وجود میں_ اگر ہم کسی دوسرے میں برے اخلاق اور برے رفتار کو دیکھیں تو اس کی برائي کو اچھی طرح جان لیتے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہی بری صفت بلکہ اس سے بدتر ہم میں موجود ہو تو اس کی طرف ہم بالکل متوجہ نہیں ہوتے مثلا دوسرے کے حقوق کو ضائع کرنا برا سمجھتے ہیں اور اس کے بجا لانے والے سے نفرت کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ہم خود دوسروں کے حقوق ضائع کر رہے ہوں لیکن اسے بالکل نہیں سمجھتے بلکہ اپنے کام کو تو دوسرے کے حقوق کو ضائع کرنا ہی نہیں جانتے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اپنے ایسے کام کو ایك اپنی نگاہ میں بہت عمدہ اور اخلاقی قدر والا گر دانتا ہو اسی طریقے سے اپنے نفس کو مطمئن کر دیتے ہیں یہی حال دوسرے بری صفات کا بھی ہو سکتا ہے یہی تو وجہ ہوتی ہے کہ ہم اپنی کبھی اصلاح کرنے کی فکر میں نہیں جاتے کیونکہ اگر بیمار اپنے آپ کو بیمار نہ سمجھے تو وہ علاج کرنے کی فکر میں نہیں جاتا اور چونکہ ہم اپنے آپ کو بیمار نہیں سمجھتے لہذا اس کے علاج کرنے کے درپے بھی نہیں ہوتے ہماری سب سے بڑے مصیبت اور مشکل یہی ہے_ لہذا اگر ہم اپنی سعادت کی فکر میں جائیں تو اس مشکل کا حل ہمیں تلاش کرنا ہوگا اور جس ذریعے سے بھی ممکن ہو ہمیں اپنی نفسانی بیماریوں کے پہچاننے میں کوشش کرنی چاہئے_

نفس کی بیماریوں کے تشخیص کے راستے

بہتر ہوگا کہ نفس کی مختلف بیماریوں کی پہچان میں ان وسائل سے کہ جن سے ممکن ہے استفادہ کیا جائے یہاں چند ایك کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے_

1_ تقویت عقل: ملکوتی انسان کا اعلی مرتبہ اور اس کے وجود کا کاملترین امتیاز جو انسان کے لئے تمام مخلوقات سے امتیاز دینے کا منشا اور مبدا ہے اسے قرآن اور احادیث میں مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے روح نفس قلب عقل یہ تمام نام ایك حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں لیکن اس حقیقت کو مختلف جہات کیوجہ سے مختلف نام دیئے گئے ہیں_

اس لحاظ سے کہ وہ حقیقت موجب فکر اور سوچ اور سمجھنا اور تعقل ہے اسے عقل کا نام دیا گیا ہے احادیث کی کتابوں میں عقل کو ایك ممتاز مقام دیا گیا ہے یہاں تك کہ اس کے لئے ایك علیحدہ فصل احادیث کے کتابوں میں مخصوص کی گئي ہے_ احادیث میں عقل کو موجودات سے شریف ترین موجود اور احکام اور ثواب اور عقاب کا منشاء بتلایا گیا ہے جیسے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ '' جب اللہ تعالی نے عقل کو پیدا کیا تو اسے بولنے پر قدرت دی اور پھر اسے کہا کہ اے عقل آگے آ؟ عقل نے اطاعت کی اور آگے آئي_ پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ لوٹ جا_ عقل نے پھر اطاعت کی اور لوٹ گئي اس وقت خداوند عالم نے فرمایا کہ'' مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ میں نے تجہ سے بہتر اور محبوب ترین مخلوق خلق نہیں کی تجھے کامل نہیں کرونگا مگر اس میں کہ جسے میں دوست رکھتا ہونگا_ جان لو کہ میرے اوامر اور نواہی تیری طرف متوجہ ہونگے اور تجھی ہی سے ثواب اور عقاب دونگا_(109)

انسان عقل کے ذریعے فکر کرتا ہے اور حقائق کو معلوم کرتا ہے اچھائي اور برائي فائدہ مند اور ضرر رساں ذمہ داریوں کی تشخیص کرتا ہے اگر انسان کے پاس عقل نہ ہوتی تواس کے اور حیوانات کے درمیان کوئي فرق نہ ہوتا اسی لئے خداوند عالم نے قرآن کریم میں تعقل اور تفکر اور تامل اور تفقہ پر اعتماد کیا ہے اور انسان سے چاہتا ہے کہ اپنی عقل کو اپنے آپ میں کام میں لائے_

قرآن مجید میں آیا ہے کہ خداوند ایسی نشانیاں تمہارے لئے بیان کرتا ہے_ شاید تم تعقل کرو اور تفکر کرو_'' (110) نیز خدا فرماتا ہے '' وہ زمین میں کیوں سیر نہیں کرتے تا کہ ان کے لئے دل ہو کہ فکر و غور کریں_ (111)
نیز خدا فرماتا ہے کہ '' سب سے بدتر حرکت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بہرے گونگے اور سوچ نہیں کرتے_(112)
خداوند عالم ان لوگوں کو جوعقل کان اور زبان رکھتے ہیں لیکن حقائق کی پہچان میں ان سے کام نہیں لیتے انہیں حیوانات کے زمرے میں شمار کرتا ہے بلکہ حیوانات سے بھی بدتر قرار دیتا ہے کیونکہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے_

خدا فرماتا ہے '' خدا پلیدی کو ان پر قرار دیتا ہے جو تعقل نہیں کرتے_(113)
انسان میں جتنی اچھائي ہے وہ عقل سے ہے، عقل سے خدا کو پہچانتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے اور قیامت کو قبول کرتا ہے اور اس کے لئے مہیا ہوتا ہے_ پیغمبروں کو قبول کرتا ہے اور ان کی اطاعت کرتا ہے_ اچھے اخلاق کو پہچانتا ہے اور اپنے آپ کو ان میں ڈھالتا ہے برائیوں کو پہچانتا ہے اور ان سے پرہیز کرتا ہے_ اسی درجہ سے قرآن اور احادیث میں عقل کی عظمت اور جلالت بیان کی گئي ہے_
امام صادق علیہ السلام ایك سوال کرنے والے کے جواب میں فرماتے ہیں کہ '' عقل وہ چیز ہے کہ جس وجہ سے خدا کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کے ذریعے سے بہشت حاصل کی جاتی ہے_(114)
نیز امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ '' جو شخص عاقل ہوگا دین رکھتا ہوگا اور جو شخص دین رکھتا ہوگا وہ بہشت میں داخل ہوگا_(115)

امام موسی کاظم علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا کہ '' خدا کی لوگوں پر حجت اور دلیلیں دو ہیں ایك ظاہری اور دورسری باطني_ ظاہری حجت انبیاء اور ائمہ علیہم السلام ہیں اور باطنی عقل ہے_(116)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرماتا ہے _ '' عقل کے لحاظ سے کامل تر لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق تمام سے بہتر ہوں_(117)
امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' مومن کا راہنما عقل ہے_(118)
امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' ہر انسان کا دوست عقل ہے اور اس کا دشمن جہالت_(119)
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے '' انسان کا خودپسند ہونا اس کے عقل کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے_(120)
امام موسی بن جعفر علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا کہ '' جو شخص بغیر مال کے بے نیازی اور روح کو حسد سے آرام اور اطمینان میں رکھے اور دین میں سالم رہے اسے تضرع اور زاری سے خدا سے دعا مانگی چاہئے کہ خدا اس کی عقل کو کامل کردے _ جو شخص عاقل ہوگا وہ قدر کفایت پر قناعت کرے گا اور جو شخص کفایت کی مقدر ارپر قناعت کرے گا وہ غنی اور بے نیاز ہوگا اور جس نے مقدار کفایت پر قناعت نہ کی وہ ہرگز بے نیاز نہ ہوگا_(121)
امام موسی کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں '' عقلمند انسان دنیا کے زائد امور کو ترك کرتے ہیں چہ جائیکہ گناہوں کو جب کہ ترك دینیا افضال ہے تو گناہوں کا ترك کرنا تو واجب ہے_ (222)
آپ نے فرمایا کہ '' عقلمند انسان جھوٹ نہیں بولتا گر چہ اس کی روح اس کی طرف مائل ہی کیوں نہ ہو_(123)
آپ نے فرمایا کہ '' جو شخص مروت نہیں‌رکھتا اور جو شخص عقل نہیں رکھتا وہ دین نہیں رکھتا وہ مروت نہیں رکھتا سب سے قیمتی انسان وہ ہے جو دنیا کو اپنے نفس کي قیمت قرار نہ دے اور جان لو کہ تمہارے جسم کی قیمت سوائے بہشت کے اور کوئي نہیں ہے لہذا اسے بہشت کے عوض کسی اور چیز کے مقابلے فروخت نہ کرو_(124)

ان تمام احادیث سے عقل کے پردازش اور قیمتی ہونے کو سمجھا جا سکتا ہے اور اس سے معارف اور علوم اور ایمان کا لانا عبادت خدا اور اس کی شناخت مکارم اخلاق سے استفادہ کرنا اور رذائل اور گناہوں سے اجتناب کرنا حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن اس نقطہ کی طرف متوجہہ ہونا چاہئے اور اس سے استفادہ کیا جانا چاہئے_ عقل انسان کے بدن میں ایك عادل قاضی ہے اور حاکم ہے لیکن یہ اس صورت میں اچھا فیصلہ دیتا ہے جب اس کے لئے امن کا ماحول میسر ہو اور اس کے فیصلے کو مورد قبول قرار دیا جائے یہ اس دانا اور قدرت مند اور مدبر اور خیر اندیش حاکم کے قائم ہے لیکن بشرطیکہ اس کے فیصلے اور حکومت کی تائید کی جائے یہ ایك دانا مشورہ دینے والے اور مورد اعتماد اور خیر اندیش کے قائم ہے لیکن بشرطیکہ اس سے مشورہ طلب کیا جائے اور اس کے فرمان کو درست سنا جائے_

اگر بدن پر عقل کی حکومت ہو اور خواہشات اور غرائز نفسانی پر اس کا تسلط ہو تو وہ بدن کی مملکت پر بہترین طریقہ سے حکومت کرے گا_ غرائز اور قومی میں تعادل برقرار کرے گا_ اور تمام کو تکامل اور سیر و صعود الی اللہ پر برقرار رکھے گا لیکن اس سادگی سے حیوانی خواہشات اور تمایلات عقل کی حکومت کو قبول کرلیں گے اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کردیں گے نہ بلکہ یہ اتنی فتنہ انگیزی اور خرابکاری کریں گے_ تا کہ وہ عقل کو میدان سے باہر نکال دیں اس کا علاج یہ ہے کہ عقل کو قوی کیا جاے کیونکہ عقل جتنا طاقت ور اور نافذ ہوگا وہ داخلی دشمنوں کو بہتر پہچانے گا اور ان پر تسلط حاصل کرنے اور انہیں دبانے پر زیادہ قادر ہوگا_ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم عقل کو مضبوط بنانے کی کوشش اور جہاد کریں_

2_ عمل سے پہلے فکر کرنا: عقل کے قوی کرنے میں ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ کسی کام کے انجام دینے سے پہلے سوچنا چاہئے اور اس کام کے نتائج اور آثار اور دنیاوی اخروی اثرات کو خوب دیکھناچاہئے اور یہ عہد کرلیں کہ کسی کام کو بھی اس کی عاقبت اندیشی سے پہلے انجام نہ دیں تا کہ آہستہ آہستہ سوچنے اور تفکر کے ذریعے اپنی روح کو آگاہ کیا کریں_

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ '' تفکر انسان کو اچھے کاموں اور ان پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے_(125)

نیز حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ '' کام کرنے سے پہلے انجام کو سوچنا تجھے پشیمانی سے محفوظ کردے گا_(126)

ایك شخص رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی '' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم مجھے کسی کام کی فرمائشے کریں''_ آپ(ص) نے فرمایاکہ '' کیا تم میرے کہنے پر عمل کروگے؟'' اس نے کہا'' ہاں یا رسول اللہ (ص) ''_ اس سے یہ سوال اور آپ کا یہ جواب تین دفعہ رد و بدل ہوا_ اس وقت رسول خدا نے فرمایا کہ '' میری فرمائشے یہ ہے کہ جب تم کسی کام کو انجام دینا چاہو تو اس کے انجام کے بارے

میں پہلے خوب غور و فکر کرلو اگر اچھا ہوا تو اسے بجالائو اور اگر شك اور اشتباہ ہو تو اسے بجانہ لائو_(127)
رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' جلد بازی لوگوں کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے اگر لوگ اپنے کاموں میں تدبر کرتے تو کبھی ہلاك نہ ہوتے_(128)
پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے کہ '' انجام کو سوچنا اور جلد بازی نہ کرنا خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور جلد بازی کرنا شیطن کی طرف سے _(129)
معصوم کی حدیث میں یوں آیا ہے کہ '' غور و فکر شیشہ کی طرح ہے جو تمہیں اچھائي اور برائي ظاہر کردے گا_(130)
حیوانات اپنے کاموں میں غرائز اور حیوانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور غور اور فکر نہیں رکھتے لیکن انسان چونکہ اس کے پاس عقل ہے لہذا اسے پہلے کاموں میں غور و فکر کرنا چاہئے اور اسے عاقبت اندیش ہونا چاہئے گرچہ انسان بھی وہی حیوانی غرائز اور خواہشات رکھتا ہے اسی وجہ سے جب کسی حیوانی خواہش کا طالب ہوتا ہے تو فورا اس کے بجالانے میں دوڑتا ہے اور اس کی حیوانی خواہش اور غریزہ اسے غور و فکر کی مہلت نہیں دیتا کہ کہیں عقل اس میدان میں نہ آجائے اور اس کی حیوانی خواہش کے لئے سد راہ نہ بن جائے لہذا اگر ہم سے ہو سکے کہ ہم اپنے آپ کو یوں عادت دیں کہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے اس میں خوب غور اور فکر کریں کے راستے کو کھول دیں اور اسے اس میدان میں کام کرنے دیں اور جب عقل اس میدان میں وارد ہوگا تو وہ اس اقدام کے واقعی مصالح اور مفاسد کو درك کرے گا اور حیوانی خواہش اور تمایلات میں اعتدال پیدا کرے گا اور ہمیں تکامل انسانی کے صراط مستقیم کی راہنمائي کرے گا اور جب عقل طاقت ور ہوگا اور جسم کی مملکت میں حاکم ہوجائے گا تو پھر وہ انسانیت کے داخلی دشمنوں اور نفسانی بیماریوں سے ہمیں آگاہ کردے گا اور اس کے علاج اور روکنے کی طرف متوجہ ہو جائیگا اسی لئے قرآن اور احادیث میں غور و فکر اور تعقل و تدبر کی بہت زیادہ تاکید اور سفارش کی گئي ہے_

3_ نفس کے بارے میں بدبینی: اگر انسان اپنے اندر کو دیکھے اور اپنی نفسانی صفات کو انصاف کی نگاہ سے تو لے تو پھر وہ اپنی نفسانی بیماریوں اور عیوب سے آگاہ ہوجائے گا کیونکہ انسان سب سے زیادہ سے زیادہ آگاہ ہے (یعنی اپنے اندر نیکی اور بدی کے وجود کو سب سے زیادہ سمجھتا ہے لیکن عذر لانے کے پردے اپنی بصیرت کی آنکھ پر ڈالنا رہتا ہے_(131)
لیکن ہم میں سب سے مشکل اور مصیبت یہ ہے کہ ہم فیصلے اور حکم دینے میں غیر جانبدار نہیں رہتے بلکہ اکثر اوقات ہم اپنے بارے میں خوش بین اور خودپسند ہوتے ہیں ہم اپنے آپ کو اور اپنے افعال اور صفات اور گفتار کو اچھا اور بلا عیب سمجھتے ہیں_ انسانی نفس امارہ ہمارے حیوانی کاموں کو ہمارے سامنے ایسا خوشنما بناتا ہے کہ ہم اپنے برے کاموں کو بھی اچھا سمجھنے لگ جاتے ہیں_ قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ وہ شخص کہ جس کے کام اس کے سامنے خوشنما بنائے گئے ہیں اور انہیں نیك سمجھتا ہے (آیا تو نے نہیں دیکھا؟)

'' پس خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے_(232)
اسی لئے ہم اپنے عیبوں کو نہیں دیکھ پاتے تا کہ ان کی اصلاح کی کوشش کریں_ اس مشکل کا حل یہ ہے کہ ہم ہمیشہ اپنے نفس پر بد گمان اور بدبین رہیں اور یہ احتمال دیں بلکہ یقین کریں ہم بہت سی برائیوں اور بیماریوں میں گرفتار ہیں ایسی حالت میں ہم اپنے نفس کے بارے میں سوچیں_
امیر ا لمومنین علیہ السلام نے متقیوں کے صفات میں فرمایا ہے کہ '' انکا نفس ان کے نزدیك مورد تہمت اور بدگمانی میں قرار پایا ہے اور وہ اپنے کاموں میں خوف کھاتے ہیں جب بھی ان میں سے کوئي کسی کی تعریف کا مورد قرار پاتا ہے تو وہ اپنی تعریف کئے جانے میں ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے نفس سے زیادہ واقف ہیں اور خدا ہم سے بہت زیادہ آگاہ ہے_(333)
بزرگ موانع میں سے ایك مانع جو اجازت نہیں دیتا کہ انسان اپنی نفسانی بیماریوں سے آگاہ ہو اور اس کی اصلاح کرے یہی اپنے آپ کو اچھا سمجھتا اور اپنے بارے میں حسن ظن رکھتا ہوتا ہے اگر یہ مانع دور کردیا جائے اور بطور انصاف اور یہ احتمال دیتے ہوئے کہ ہم میں عیب موجود ہیں اپنے آپ کو پایا جائے تو اس وقت ہم اپنی بیماریوں کو بھی پہچان لیں گے اور ان کی اصلاح بھی کریں گے_
4_ روحانی طبیب کی طرف رجوع: انسان کا اپنے عیبوں کو پہچاننے کے لئے ایك ایسا اخلاق کے عالم کی طرف کہ جس نے اپنے نفس کی تہذیب کر رکھی ہو اور اچھے اخلاق سے متصف ہوچکا ہو رجوع کرنا چاہئے اپنے اندرونی صفات اور احوال کو بطور کامل اس کے سامنے بیان کرنا چاہئے اور اس عالم سے خواہش کرے کہ وہ اس کے نفسانی عیوب اور برے صفات سے اسے آگاہ کرے_

ایك روحانی طبیب جو اسلامي، اخلاقی اور نفسیات کو جانتا ہو اور خودعامل اور مکارم اخلاق کا پابند ہو وہ تہذیب نفس اور سیر و سلوك کے راستے بتلانے کے لئے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے اور موثر ہوا کرتا ہے اگر انسان اس قسم کا آدمی پیدا کرلے تو اسے خداوند عالم کا اس بزرگ نعمت پر شکریہ ادا کرنا چاہئے لیکن صد افسوس کہ اس قسم کے ادمی بہت کمیاب ہیں_ قابل توجہ یہ بات ہے کہ روح کی بیماریوں کی تشخیص کرنا بہت مشکل ہے لہذا بیمار پر فرض ہے کہ اپنی اندرونی صفات اور افعال کو بغیر چھپائے روحانی طبیب کے سامنے وضاحت سے بیان کردے تا کہ وہ اس کی بیماری کی تشخیص کر سکے اور اگر بیمار نے اس بارے میں روحانی طبیب کی مدد نہ کی اور واقعات کے اظہار میں پس و پیش کیا تو وہ اس مطلوبہ نتیجہ تك نہیں پہنچ سکے گا_
5_ دانا دوست کی طرف رجوع کرنا: اچھا اور دانا اور خیر خواہ ادوست اللہ تعالی کی ایك بہت بڑی نعمت ہوتا ہے جو تہذیب نفس اور بری صفات کے پہچان کے راستے میں انسان کی مدد کر سکتا ہے_ بشرطیکہ وہ دانا ہو اور بری اور اچھی صفات کو پہچانتا ہو اس کے علاوہ وہ خیر خواہ اور مورد اعتماد بھی ہو اس واسطے کہ اگر وہ اچھی اور بری صفات کو نہ پہچانتا ہو تو وہ اس کے متعلق اس کی مدد نہیں کر سکے گا اور اگر وہ مورد اعتماد اور خیر خواہ نہ ہوا تو ممکن ہے کہ وہ دوستی کی حفاظت اور ناراضگی کے مول نہ لینے کیوجہ سے اپنے دوست کے عیب کو چھپا لے بلکہ ممکن ہے کہ وہ خوشامد کرتے ہوئے اس کے عیب کو اس کے

سامنے اچھا بیان کرے اور اس عیب پر اس کی تعریف اور تمجید شروع کردے اگر کوئي اس قسم کا دوست پیدا کرے اور اس سے خواہش کرے کہ جو نقص اور عیب اس میں دیکھے اسے اس کا تذکرہ کردے تو اسے اس کی یاد دھانی اور تذکر پر اس کی عزت اور قدردانی کرنی چاہئے_

اپنے نفس کی اصلاح کے لئے ایسے دوست سے استفادہ کرنا چاہئے اس کے تذکرات سے استفادہ اور اس کی عزت اور قدردانی پر اسے یہ باور کرائے کہ اس کے عیب بیان کرنے پر نہ صرف اسے برا معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس سے وہ خوشحال بھی ہو جاتا ہے_ اس دوست پر کہ جسے خیرخواہ قرار دیا گیا ہے ضروری ہے کہ وہ بھی اپنے اخلاص اور صداقت کو عملی طور پر ثابت کرے_ بطور انصاف اور بغیر محبت اور بغض کے دوست کے صفات کو پر کھے اور دقت کرے اور اس بارے جو اس کا نظریہ ہوا سے وہ خیرخواہی اور دوستانہ زبان میں اسے بتلائے اور جہاں تك ہو سکے یہ اسے تنہائي اور مخفی طور سے بتلائے اور اس کے عیب کو لوگوں کے سامنے اظہار کرنے سے پرہیز کرے اس کی غرض واقع کا بتلانا ہو اور مبالغہ آمیزی سے پرہیز کرے کیونکہ وہ اپنے مومن بھائي کے لئے بطور آئینہ ہوتا ہے جو خوبیوں اور اچھائیوں کو بغیر کم اور زیادہ کے ظاہر کرتا ہے_ البتہ ایسے مہربان اور اصلاح طلب دوست جو انسان کے عیوب کو اصلاح کے لئے بیان کردیں بہت ہی کمیاب ہوتے ہیں_ لیکن اگر کسی کو ایسا دوست مل جائے تو وہ ایك بہت بڑی سعادت پر فائز ہوتا جائیگا اسے اس کی قدر پہچاننی چاہئے اور اس کی یاد دھانیوں پر خوشحال ہونا چاہئے اس کے شکریہ کا اظہار کرے اور اسے متوجہ ہونا چاہئے کہ جو دوست اصلاح کی غرض سے انسان کے عیب کی یاد دھانی کرا رہا ہے اور یاد دھانی سے رنجیدہ خاطر ہو اور اس کے دفاع یا انتقام لینے پر اتر آئے_ اگر کسی نے تجھے بتلایا کہ کئي ایك بچھو تیرے لباس پر موجود ہیں کیا اس کے اس بتلانے سے تو رنجیدہ خاطرہ ہوگا اور اس سے انتقام لینے پر اتر آئے گا اس کے اس کہنے سے خوشحال ہوگا اور اس کی قدردانی کرے گا؟

برے صفات بھی بچھو کی طرح ہوا کرتے ہیں بلکہ اس سے بدتر ہوتے ہیں اور انسان کے جسم پر ڈیگ مارتے ہیں اور ہمیشہ اس کے اندر چھپے رہتے ہیں جو ایسے بچھو سے بچانے میں ہماری مدد کرے اس نے ہماری بہت بڑی خدمت انجام دی ہے_

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ '' میرا بہترین بھائي وہ ہے جو میرے عیب کو میرے لئے بیان کرے_(134)

6_ دوسروں کے عیب سے نصیحت لینا: انسان غالبا اپنے عیب سے غافل ہوتا ہے

لیکن دوسروں کے عیب کو دیکھتا ہے اور اس کی برائي کو خوب سمجھتا ہے اور مثال مشہور ہے کہ دوسروں کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے اور اسے پہاڑ سمجھتا ہے لیکن پہاڑ کو اپنی آنکھ میں نہیں دیکھتا لہذا ایك راستہ اپنے نفسانی عیوب کی پہچان کا دوسروں کے عیوب کو دیکھتا ہے_ جب کسی عیب کو دوسروں میں دیکھے تو اس پر اعتراض کرنے سے پہلے اسے اپنے میں ڈھونڈے اور اپنے آپ میں اسے مورد تفتیش قرار دے

اور اپنے آپ میں رجوع کرے اگر وہی عیب اس میں موجود ہو تو اس کی اصلاح کرنے کی سعی اور کوشش کرے_ لہذا ہو سکتا ہے کہ دوسروں کے عیب سے نصیحت حاصل کرے اور اپنے نفس کو اس سے پاك کرلے رسول خدا(ص) نے فرمایا کہ'' وہ سعادتمند انسان ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے_(135)

7_ اعتراض کئے جانے سے نصیحت حاصل کرے: دوست اکثر عیب کے ذکر کرنے سے اجتناب کرتے ہیں اس کے بر عکس دشمن اکثر عیب پر اعتراض اور تنقید کرتے ہیں گرچہ وہ اعتراض کرنے میں مخلص نہیں ہوتے بلکہ حسد بغض انتقام لینے کی غرض انہیں تنقید کرنے پر ابھارتی ہے بہر حال انسان اپنے دشمنوں کے اعتراض اور تنقید اور عیب جوئي سے استفادہ کر سکتا ہے انسان اپنے دشمنوں کے اعتراض سے دو طریق میں سے کسی ایك سے روبرو ہو سکتا ہے پہلے یا تو وہ اپنے آپ کو ان اعتراضات سے دفاع کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے کیونکہ وہ عیب جوئي دشمن سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ اس کے بیان کرنے میں اچھائي کی نیت نہیں رکھتا لہذا جس طرح سے بھی ہو وہ اپنے لئے دفاع کی حالت پر آمادہ ہوجاتا ہے اور اس کی اس طرح کی آواز کو خاموش کرنے کے در پے ہوتا ہے اس طرح کا انسان نہ فقط اپنے عیب کی اصلاح نہیں کرتا بلکہ اس سے بڑھ کر دوسری غلطی اور خطا اور اشتباہ میں اپنے آپ کو گرفتار کر لیتا ہے دوسرے وہ دشمنوں کے اعتراضات کو اچھی طرح سے سنتا ہے اور پھر حقیقت شناسی کی نیت سے اپنے آپ میں رجوع کرتا ہے اور بطور انصاف اس اعتراض کی تحقیق کرتا ہے اگر اس نے دیکھا کہ دشمن کا اعتراض درست ہے اور اس کا نفس معیوب ہے تو فورا اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اگر مصلحت کا تقاضا ہو کہ ایسے دشمن سے کہ جس نے اس کا عیب بیان کیا ہے اور وہ اس کے نفس کے پاك کرنے کا وسیلہ بنا ہے شکریہ ادا کرے ایسا دشمن اس لحاظ کرنے والے دوست سے کہ جو اس کے عیب کو چھپاتا ہے اور اس کی اس عیب پر تعریف کرتے ہوئے چاپلوسی کر کے اسے جہالت اور نادانی میں رکھے رہتا ہے بہت زیادہ بہتر اور مفید ہوگا اور اگر اس نے سوچ و بچار کے بعد دیکھا کہ دشمن کا بیان کردہ عیب اس میں موجود نہیں ہے تو پھر خدا کا شکریہ ادا کرے اور اپنے نفس کی حفاظت کرے کہ کہیں اس برے عیب میں بعد میں مبتلا نہ ہوجائے اس صورت میں انسان ایسے دشمن سے فائدہ اٹھایا ہے لیکن اس کا اس طرح کرنا اس سے مانع نہیں ہوگا کہ وہ عقلدئي اور شرعی طریقے سے دشمن کی سازش اور خیانت کے نقشے کو ناکام بنادے_

8_ روح کی بیماریوں کی علامتیں: بیماری کی پہچان کا ایك بہترین طریقہ اس کی علامتوں سے ہوا کرتا ہے_ جسم کی بیماری دو میں سے ایك طریقے سے پہچانی جاتی ہے یا تو درد کے محسوس کرنے سے اور یا کسی عضو کے اس کام کے انجام دینے سے کمزور پڑ جانے سے جو اس کے ذمہ قرار پایا ہے کیونکہ بدن کے نظام کے برقرار رہنے میں اس کے ہر عضو کا مخصوص عمل ہوا کرتا ہے اگر کوئي عضو اس کام کے انجام دینے میں کمزور ہو جائے تو معلوم ہوجائیگا کہ وہ عضو مریض ہوگیا ہے مثلا آنکہ اگر سالم ہو تو وہ خاص شرائط کے ساتہ دیکھتی ہے پس اگر شرائط کے ہوتے ہوئے یا تو بالکل نہ دیکھے یا اچھی طرح نہ دیکھے تو

معلوم ہو جائے گا کہ وہ بیمار ہے اسی طرح بدن کے بقیہ تمام اعضاء اور جوارح مثل کان ، زبان، ہاتھ، پائوں، دل ، جگر، گردے و غیرہ ان میں سے ہر ایک کا ایك مخصوص کام ہوا کرتا ہے کہ جسے وہ سلامتی کی حالت میں انجام دیتے ہیں اگر انہوں نے وہ مخصوص کام انجام نہ دیئے تو معلوم ہوجائیگا کہ وہ بیمار ہیں انسان کی روح اور نفس بھی اسی طرح ہے کہ اس کے لئے فطرت اور خلقت کے لحاظ سے مخصوص کام قرار دیئے گئے ہیں جنہیں اس کو بجالانے ہوتے ہیں_ روح عالم ملکوت سے آئي ہے علم اور رحمت قوت احسان انصاف پسندی محبت معرفت نورانیت اور دوسرے کمالات اور مکارم اخلاق سے اسے سنخیت حاصل ہے اور ان سے مربوط ہے یہ فطرت کے لحاظ سے علت کو معلوم کرتی ہے اور خدا طلب ہے ایمان اور خدا کی طرف توجہ اور اس ذات سے محبت اور علاقمندی اس کی عبادت اور اس سے دعا اور راز و نیاز روح کی سلامتی اور صحت کی علامتیں ہیں_ اسی طرح علم و دانش اور اللہ کے بندوں کی رضا الہی کے لئے خدمت_ قربانی اور ایثار، عدالت خواہی اور دوسرے مکارم اخلاق روح کی صحت اور سلامتی کی علامتیں شمار ہوتی ہیں اگر انسان اس قسم کی صفات اپنے میں موجود پائے تو معلوم ہوجائیگا کہ اس کی روح سالم اور صحیح ہے اور اگر اسے حاصل ہو کہ وہ خدا کی طرف توجہہ نہیں رکھتا اور عبادت اور دعا اور مناجات سے لذت حاصل نہیں کرتا اور اس سے بھاگتا ہے خدا کو دوست نہیں رکھتا اور صرف مقام اور مرتبہ جاہ و جلال دولت اور ثروت اور اولاد اور بیوی شہوترانی اور لذات حیوانی کو اللہ کی رضا پر ترجیح دیتا ہے اور زندگی سے صرف منافع شخصی کا ہدف رکھتا ہے اور فداکاری اور قربانی اور ایثار اور احسان اور خدمت خلق سے لذت حاصل نہیں کرتا اور دوسروں کے درد اور مصیبت سے دردناك نہیں ہوتا_ ایسے شخص کو جان لینا چاہئے کہ اس کی روح واقعا بیمار ہے اگر وہ اپنی سعادت کو چاہتا ہے تو اسے بہت جلدی اپنی روح کی اصلاح اور علاج کرنا چاہئے_

علاج کرنے کا عزم

جب ہم نے نفس اور روح کی بیماریوں کو پہچان لیا اور یقین کر لیا کہ ہم بیمار ہیں تو ہمیں فورا علاج شروع کرنا چاہئے اور سب سے اہم اس مرحلہ میں انسان کا ارادہ اور عزم ہے اگر واقعا ہم چاہئیں اور حتمی ارادہ کرلیں کہ ہم اپنے آپ کو برائیوں اور برے اخلاق سے اپنی روح کو پاك کریں گے تو یسا کر سکتے ہیں لیکن اگر اس کو معمولی شمار کریں اور ارادہ اور عزم نہ کریں تو پھر روح کی سلامتی اور اس کام صحیح ہوجانا غیر ممکن ہوگا یہ وہ وقت ہے کہ شیطن اور نفس امارہ اپنا کام کرنا شروع کر دیتا ہے اور مختلف بہانوں کو سامنے لاتا ہو تا کہ ہمیں روح کی اصلاح کرنے سے روکے رکھے لیکن ہمیں بہت زیادہ ہوشیار ہونا چاہئے تا کہ اس کے حیلے اور بہانوں کا فریب نہ کھائیں_ ممکن ہے کہ ہماری بری عادت کو یوں بتلایا جائے کہ تم نے لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنی ہے دوسرے بھی ایسی صفت رکھتے ہیں_ فلان فلان فلان کو دیکھو اسی صفت بلکہ اس سے بدتر صفت رکھتا ہے کیا تم تنہا زندگی گذار سکتے ہو؟ اگر تو چاہتا ہے کہ رسوائے زمانہ نہ ہو تو زمانے کی طرح چال چلو_ لیکن انسان کو اس فریب اور دھوکے کے سامنے ڈٹ جانا ہوگا_ اگر دوسرے اس مرض میں مبتلا ہیں تو ان کا مجھ سے کیا ربط ہے کسی دوسروں کا اس بیماری میں گرفتار ہوجانا میرے اس کے ارتکاب کا جواز نہیں بنتا_ اسے یوں کہنا ہوگا کہ یہ عیب اور بیماری تو مجھ میں موجود

ہے اگر میں اس بیماری کے ساتھ مرگیا تو ہمیشہ بدبختی اور شقاوت میں جا پڑوں گا_ لہٰذا مجھے اس کا علاج کرنا چاہئے اور اپنے نفس کو اس سے پاک کرنا ہوگا_

ممکن ہے کبھی اور حیلے کے ذریعے سے کہ جس سے وقت گذرتا جائے اور تاخیر ہوجائے شیطن میدان میں آجائے اور ہمارے ارادہ کو منصرف کردے اور یوں خیال میں لائے کہ یہ تو ٹھیك ہے کہ یہ عیب تو تجه میں موجود ہے اور اس کی اصلاح بھی کرنی چاہئے لیکن اتنی جلدی کیا ہے اور کیا دیر ہوگئي ہے؟ رہنے دو میں فلان کام انجام دے لوں_ اس وقت فارغ البال ہو کر نفس کے پاك کرنے میں مشغول ہو جائونگا_ ابھی تو میں جوان ہوں اور عیش کرنے کا زمانہ ہے جب بوڑھا پے میں جائونگا تو پھر توبہ کر لونگا اور نفس کے پاك کرنے میں مشغول ہوجائونگا_ انسان کو متوجہ رہنا چاہئے کہ یہ بھی شیطن کا ایك فریب اور حیلہ ہے_ کیا معلوم کہ اس وقت تك انسان زندہ رہے گا؟ شاید اس سے پہلے مرجائے اور انہیں نفسانی بیماریوں میں فوت ہوجائے اس وقت ہمارا انجام کیا ہوگا؟ اور بالغرض اس وقت تك ز ندہ بھی رہ جائے تو کیا اس وقت شیطن اپنی حیلہ گری اور فریب دینے کو چھوڑ دے گا_ اور ہمیں آزاد چھوڑ دے گا تا کہ اپنے نفس کو پاك کر سکیں اس وقت شیطن کوئي اور فریب دے کر نفس کے پاك کرنے سے ہمیں روك دے گا لہٰذا کتنا ہی اچھا ہے کہ ابھی سے نفس کے پاك کرنے میں شروع ہوا جائے اور نفس امارہ پر قابو پایا جائے_ ممکن ہے کہ نفس امارہ ہمیں کہے کہ تم نے فلاں صفت کی عادت کر رکھی ہے اور عادت کا چھوڑنا تیرے لئے ممکن نہیں ہو گا تو خواہشات نفس کا قیدی ہے کس طرح تو اپنے آپ کو اس قید سے رہائي دلا سکتا ہے؟ تیری روح گناہ اور معصیت کی وجہ سے تاریك ہوچکی ہے ابھی اسے گلو خلاصی ممکن نہیں ہے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بھی شیطن کی ایك فریب کاری اور دھوکا دہی ہے تجھے اپنے نفس کو کہہ دینا چاہئے کہ عادت کا چھوڑنا غیر ممکن نہیں ہوتا بلکہ یہ ممکن ہے گرچہ یہ مشکل تو ہے لیکن اصلاح کرنے کے عمل میں شروع ہو جانا چاہئے اور اپنے نفس کو پاك کرنے میں کوشش کرنے چاہئے اگر گناہ اور بری عادت کا چھوڑنا ممکن نہ ہوتاتو یہ سارے حکم جو پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ اطہار کے اس بارے میں آئے ہیں تو ان سے صادر نہ ہوتے اور توبہ کے دروازے کسی وقت بند نہ ہوتے توبہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے لہٰذا حتمی ارادہ کر لینا چاہئے اور روح کے پاك کرنے میں مشغول ہو جانا چاہئے_ ہو سکتا ہے کہ شیطان نفسانی بیماریوں اور بری صفات کو معمولی اور کم بتلائے اور کہے کہ تم واجبات کے بجالانے کے تو پابند ہو اور فلان فلان مستحب کام بھی بجالاتے ہو خدا تمہیں بخش دے گا اور تیری جگہ بہشت ہے اور یہ کئي ایك بری صفات جو تم میں موجود ہیں یہ اتنی اہم نہیں ہیں تیرے مستحبات کے بجالانے کی وجہ سے ان کا تدارك ہو جائیگا اور وہ بخش دی جائیں گی اس صورت میں بھی ملتفت رہنا چاہئے کہ اس قسم کے خیالات اور امیدیں دلانا بھی شیطن کا ایك مکر اور فریب ہوتا ہے اور ہمیں اپنے نفس ا مارہ سے کہنا چاہئے کہ نیك اعمال تو صرف متقیوں سے قبول ہوتے ہیں اور تقوی کا حاصل کرنا نفس کو پاك کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا اگر ہمارا نفس برائیوں سے پاك نہ ہوا تو نفس میں اچھائیوں کی نشو و نما نہیں ہو سکے گی اور اگر نفس سے شیطن باہر نہ گیا تو فرشتہ رحمت

اس میں داخل نہیں ہو سکے گا اگر گناہ اور برے اخلاق سے نفس آلودہ ہوا تو آخرت کے جہان میں اس کے لئے نور نہ ہوگا_

ہمیں ہمیشہ ان بیماریوں کے انجام کی طرف جو پہلے بیان کی جاچکی ہیں متوجہ رہنا چاہئے اس کے ساتھ احادیث اور اخلاق کی کتابوں کے مطالعہ سے ان نفسانی بیماریوں اور ان کی اخروی سزا اور عقاب کو مورد توجہ قرار دینا چاہئے اس ذریعے سے ہمیں نفس امارہ کے حیلے اور بہانے اور نفس امارہ کے توہمات کا مقابلہ کرنا چاہئے اور نفس کی اصلاح اور اسے پاك کرنے میں حتمی اور جزمی ارادہ کر لینا چاہئے اگر ہم نے ارادے کا مرحلہ طے کر لیا تو پھر عمل کرنے کا مرحلہ قریب تر ہوجائیگا_

نفس پس غلبہ کرنا

تمام اعمال اور افعال اور برائیاں اور اچھائیوں کو بجالانے والی در حقیقت روح ہوا کرتی ہے اگر روح سالم اور صحیح ہو تو انسان کی دنیا اور آخرت آباد ہوگی اور اگر روح فاسد ہوئي تو پھر وہ برائیوں کے بجالانے کا موجب ہوگی اور دنیا اور آخرت کی ہلاکت اسے لاحق ہوجائیگی اگر انسان نے انسانیت کے راستے پر قدم رکھا تو اللہ کے مقرب فرشتوں سے بھی بالاتر ہوجائیگا اور اگر اسے نے انسانی شرافت کو نظر انداز کیا اور حیوانیت کے راستے پر گامزن ہوا تو حیوانات سے بھی بدتر ہوجائیگا بلکہ وہ شیطنت کے مقام تك پہنچ جائیگا ان دونوں راستوں کے طے کرنے کے اسباب اور عوامل انسان کی فطرت میں رکھ دیئے گئے ہیں_
وہ عقل بھی رکھتا ہے اور فطرت کے ما تحت انسانی فضائل اور کمالات کا چاہنے والا بھی ہوتا ہے اور یہ حیوان بھی ہے اور حیوانی غرائز اور خواہشات بھی رکھتا ہے اور یوں بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حیوانی خواہشات اور غرائز بالکل اور نقصان وہ ہوتی ہیں اور انسان کو پستی کی طرف دکھیل دیتی ہیں نہ بلکہ ان کا ہونا بھی انسان کی زندگی کے لئے ضروری ہے_ اگر ان سے صحیح اور ٹھیك استفادہ کیا جائے تو انہیں انسانی تکامل اور اللہ کی طرف سیر و سلوك کے لئے کام میں لایا جا سکتا ہے لیکن اصل مشکل یہ ہے کہ حیوانی خواہشات اور تمنیك ایك معین حد تك نہیں ٹھہر تیں اور دوسروں کا لحاظ نہیں کرتیں اور نہ ہی انسانی خصوصیات کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور نہ ہی دوسرے غرائز کا لحاظ کرتی ہیں بلکہ ان کی غرض اور غایت صرف اپنے آپ کو آخر تك پہچانا ہوتا ہے_

حیوانی غریزہ کی غرض صرف اسی غریزہ کو بطور کامل حاصل کرنا ہوتا ہے اور اس کے علاوہ اس کی کوئي غرض نہیں ہوتی تمام حیوانی خواہشات اور غرائز جیسے کھانے پینے کی چیزوں سے لذت حاصل کرنا مقام اور منصب کی محبت حکومت اور شہرت مال اور دولت سے وابستگی زندگی کے تجملات اسی طرح غصہ انتقام لینا اور تمام وہ صفات جو ان سے پھوٹتی ہیں یہ تمام کی تمام کسی ایك معین حد تك نہیں ٹھہرتیں بلکہ ان میں سے ہر ایك کو آخر تك حاصل کرنا مقصود ہوجاتا ہے_

اسی وجہ سے انسان کا نفس اور روح مختلف خواہشات اور غرائز کے لئے میدان جنگ اور شکست و ریخت کا میدان بنا رہتا ہے اور کبھی آرام اور سکون میں نہیں رہتا جو بھی اس جنگ میں کامیاب ہو جاتا ہے وہی روح اور نفس کو پوری طرح اپنا اسیر اور قیدی بنا لیتا ہے لیکن ان کے درمیان عقل بہت قدرت اور بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے_ عقل شرعیت کی راہنمائي میں حیوان خواہشات اور تمینات پر کنٹڑل کر سکتی ہے اور انہیں اعتدال کی حالت میں قرار دے سکتی ہے اور افراط اور تفریط سے مانع بن سکتی ہے عقل اپنی حکومت کو کام میں لا سکتی ہے_ خواہشات کے درمیان اعتدال برقرار کر سکتی ہے_ عقل اس وسیلے سے نفس اور روح کی مملکت کو گڑ بڑ اور نا آرامی اور زیادہ طلبی سے نجات دلا سکتی ہے اور انسانیت کے سیدھے راستے اور سیر اور سلوك کی راہ نمائي کر سکتی ہے_

لیکن عقل کا اسپر حاکم اور مسلط ہوجانا کوئي آسان کام نہیں ہے کیونکہ وہ باقی طاقت ور قوتوں اور خواہشات کے روبرو ہوتی ہے اور دھوکے باز دشمن کہ جس کا نام نفس امارہ ہے اور اس کے بہت زیادہ مددگار اور ساتھی ہیں جو اس کی حمایت کرتے ہیں_ اسے اس کا سامنا کرنا پڑتا ہے_
خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ'' نفس ہمیشہ برے کاموں کا حکم دیتا ہے مگر خدا رحم کردےں_(136)
رسول خدا(ص) نے فرمایا ہے کہ '' تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلو میں موجود دہے_(137)
امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' عقل اور شہوت ایك دوسرے کی ضد ہیں علم عقل کی مدد کرتا ہے اور ہوی اور ہوس شہوت کی تائید کرتے ہیں_ انسانی نفس دو قوتوں کی لڑائي کا میدان ہوتا ہے ان میں سے جو دوسری قوت پر غلبہ حاصل کر لے انسانی نفس کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے_(138)
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' برائي اور شر ہر ایك نفس میں موجود ہیں اگر نفس کے مالك نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا تو وہ مخفی ہوجاتا ہے اور اگر اس پر غلبہ نہ کیا تو وہ ظاہر ہوجاتا ہے_ (139)
لہذا عقل بہت اچھا حاکم ہے لیکن مدد کئے جانے کا محتاج ہے اگر اس جنگ میں عقل کی مدد کریں اور نفسانی خواہشات اور شہوات اور ہوی و ہوس پر شورش کریں اور جسم کی مملکت کے انتظام کا کاکم عقل کے سپرد کردیں تو ایك بہت بڑی فتح اور کامرانی کو حاصل کر لیں گے_
یہی دو چیز ہے کہ جو دین کے پیشوائوں اور رہبروں اور شریعت اور طریقت پر چلنے والوں نے ہم سے طلب کی ہوئي ہے اور اس کے متعلق بہت زیادہ تاکید کر رکھی ہے_
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' ہوشیار رہنا کہ کہیں شہوات تمہارے دلوں پر غالب نہ آجائیں کیونکہ پہلے وہ تمہیں اپنی ملکیت میں لیں گی اور آخر میں تجھے ہلاك کردیں گي_(140)
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ '' جس نے اپنی خواہشات کو اپنی ملکیت میں قرار نہ دیا تو وہ اپنی عقل کا مالك بھی نہیں رہے گا_(141)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ " جو شخص خوف اور رغبت اور شہوت اور غضب کے وقت اپنے نفس پر مسلط ہوا تو خدا اس کے بدن کو جہنم کی آگ پر حرام قرار دے دے گا_(142)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایاہے کہ" تم اپنے نفس پر مسلط ہوجائو اور اسے گناہوں سے روکو تا کہ تم اسے اللہ کی اطاعت کی طرف آسان کردو_(143)

روح انسانی کو پاکیز بنانے کے لئے نفس اور اس کی خواہشات اور ھوی اور ہوس پر کنٹڑل کرنا ایك ضروری اور زندگی ساز کام ہے_ انسان کا نفس اور روح مثل ایك سرکش گھوڑے کی طرح ہے اگر وہ ریاضت کے ذریعے مطیع اور آرام میں ہوا اور اس کی لگام اپنے ہاتھ میں رکھی اور اس کی پشت پر سوار ہوا تو پھر اس سے فائدہ حاصل کر سکے گا اور اگر وہ مطیع اور فرمانبردار نہ ہوا اور جس طرف چاہے وہ جانے لگا تو وہ تجھے اپنی پشت سے تہہ غار میں گرا دے گا لیکن سرکش نفس کو مطیع اور فرمانبردار بنانا کوئي آسان کام نہیں ہے وہ ابتداء ہی میں تجھ سے مقابلہ کرے گا_ لیکن اگر تو مقاومت کرے اور مضبوط بنے تو وہ تیرا مطیع اور فرمانبردار ہوجائے گا_

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اگر تیرا نفس تیرے سامنے سختی سے پیش ائے اور مطیع اور فرمانبردار نہ ہو تو بھی اس پر سختی کر تا کہ وہ تیرا مطیع اور فرمانبردار ہوجائے تو اس کے ساتھ حیلے اور بہانے سے پیش آتا کہ وہ تیری اطاعت میں آ جائے _ (144)

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " انسان خواہشات اور شہوات مار دینے والی بیماریاں ہیں اور انکا بہترین علاج اور دوا، صبر اور استقامت اور اس کے مقابلے میں ڈٹ جانا ہے_ (145)

نفس کے ساتھ جہاد

انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے اور وہ برابر عقل کے ساتھ جنگ اور تجاوز کی حالت میں رہتا ہے_ شیطان کے وسوسوں سے الہام لیتا ہے اور لاو لشکر کے ساتھ عقل پر حملہ آور ہوتا ہے تا کہ اسے جدا اور خاموش کردے اور وہ تن تنہا میدان پر قابو پائے رکھے اس کی غرض یہ ہے کہ فرشتوں کو نفس کی دنیا سے باہر نکال دے اور اسے پوری طرح شیطن کے قبضے میں دے ے ایسے غدار دشمن کو سرنگوں کرنا کوئي آسان کام نہیں ہے_ اراہ حتمی اور مقابلہ بلکہ جہاد کرنا اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے اور وہ بھی ایك دفعہ اور دو دفعہ یا ایك دن یا دو دن ایك سال یا دو سال نہیں بلکہ تمام عمر پے در پے جہاد کرنا ضروری ہے _ اس سے سخت مقابلہ اور متصل جہاد چاہئے اور نفس اور روح کو رام کرنے اور اس کی خواہشات پر قابو پانے کے لئے بہت سخت جنگ کرنی پڑتی ہے_

پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ طاہرین سے الہام لے کر عقل کی مدد سے اس کے لائو لشکر سے جنگ کریں اور نفس کے تجاوزات اور زیادتیوں کو روکے رکھیں اور اس کی فوج کو گھیرا ڈال کر ختم کردیں تا کہ عقل جسم کی مملکت پر حکومت کر سکے اور شرعیت سے الہام لے کر کمال انسانی اور سیر و سلوك تك پہنچ سکے _ نفس کے ساتھ صلح اور آشتی نہیں کی جا سکتی بلکہ اس سے جنگ کرنی چاہئے تا کہ اسے زیر کیا جائے اور

وہ اپني حد تك رہے اور شازش كرنے سے باز رہے سعادت تك پہنچنے كے لئے اس كے سوا اور كوئي راستہ موجود نہيں ہے _ اسی وجہ سے نفس كے ساتھ جنگ كرں‏ے كو احادی ميں جہاد كہا گيا ہے_
حضرت علی عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ '' اپنے نفس پر پے در پے جہاد كرنے سے تسلط پيدا كرو_(146)
آپ نے فرمايا '' نفس خواہشات اور ھوی اور ہوس پر غلبہ حاصل كرو اور ان سے جنگ كرو اگر يہ تمہيں جكڑ ليں اور اپنی قيد و بند ميں قرار دے ديں تو تمہيں بدترين درجہ ميں جاڈاليں گے_(147)
آپ نے فرمايا كہ '' نفس كے ساتھ جہاد ايك ايسا سرمايہ ہے كہ جس كے ذريعے بہشت خريدی جا سكتی ہے_ پس جو آدمی اپنے نفس كے ساتھ جہاد كرے وہ اس پر مسلط ہوجائيگا_ اور بہشت اس كے لئے جو اس كی قدر پہچان لے بہترين جزا ہوگي_(148)
آپ نے فرمايا '' جہاد كر كے نفس كو اللہ كی اطاعت پر آمادہ كرو_ اس كے ساتھ يہ جہاد ويسا ہو جيسے دشمن كے ساتھ كيا جاتا ہے اور اس پر ايسا غلبہ كرو جو ايك ضد دوسری ضد پر غلبہ كرتی ہے لوگوں سے قوی ترين آدمی وہ ہے جو اپنے نفس پر فتح حاصل كرے_(149)
آپ نے فرمايا كہ '' عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے آپ كو نفس كے ساتھ جہاد ميں مشغول ركھے اور اس كی اصلاح كرے اور اسے ھوی اور ہوس اور خواہشات سے روكے ركھے اور اس طرح سے اس كو لگام دے اور اپنے كنتڑل ميں لے آئے_ عقلمند انسان اس طرح اپنے نفس كی اصلاح ميں مشغول رہتا ہے كہ وہ دنيا اور جو كچھ دنيا اور اہل دنيا ميں ہے اس ميں اتنا مشغول نہيں رہتا_(150)
نفس كے ساتھ جہاد ايك بہت بڑی اہم جنگ اور نتيجہ خيز ہے ايسی جنگ كہ ہميں كس طرح دنيا اور آخرت كے لئے زندگی بسر كرنی اور ہميں كس طرح ہونا اور كيا كرنا ہے سے مربوط ہے اگر ہم جہاد كے ذريعے اپنے نفس كو كنتڑل كر كے نہ ركھيں اور اس كی لگام اپنے ہاتھ ميں نہ ركھين وہ ہم پر غلبہ كر لے گا اور جس طرف چاہئے گا لے جائيگا اگر ہم اسے قيد ميں نہ ركھيں وہ ہميں اسير اور اپنا غلام قرار دے ديگا اگر ہم اسے كردار اور اچھے اخلاق اپنا نے پر مجبور نہ كريں تو وہ ہميں برے اخلاق اور برے كردار كی طرف لے جائيگا_ لہذا كہا جا سكتا ہے كہ نفس كے ساتھ جہاد بہت اہم كام اور سخت ترين راستہ ہے جو اللہ كی طرف سير و سلوك كرنے والے كے ذمہ قرار ديا جا سكتا ہے _ جتنی اس راستے ميں طاقت خرچ كی جائے وہ قيمتی ہوگي_

جہاد اكبر

نفس كے ساتھ جہاد اس قدر مہم ہے كہ اسے پيغمبر اكبر نے جہاد اكبر سے تعبير فرمايا ہے اتنا اہم جہاد ہے كہ جنگ والے جہاد سے بھی اسے بڑا قرار ديا ہے_
حضرت علی عليہ السلام نے نقل فرمايا ہے كہ'' رسول خدا(ص) نے ايك لشكر دشمن سے لڑنے كے لئے روانے كيا اور جب وہ جنگ سے واپس آيا آپ نے ان سے فرمايا مبارك ہو ان لوگوں كو كہ جو چھوٹے جہاد كو انجام دے آئے ہيں ليكن ابھی ايك بڑا جہاد ان پر واجب ہے آپ سے عرض كی گئي يا رسول اللہ(ص) بڑا جہاد كونسا ہے؟ آپ(ص) نے فرمايا اپنے نفس سے جہاد كرنا_(151)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' بہترین جہاد اس شخص کا جہاد ہے کہ جو اپنے نفس سے جو اس کے دو پہلو میں موجود ہے جہاد کرے_(152)

پیغمبر اکرم(ص) نے اس وصیت میں جو حضرت علي(ع) سے کی تھی فرمایا کہ '' جہاد میں سے بہترین جہاد اس شخص کا ہے جب وہ صبح کرے تو اس کا مقصد یہ ہو کہ میں کسی پر ظلم نہیں کرونگا_(153)
ان احادیث میں نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر اور افضل جہاد کے نام سے پہنچوانا گیا ہے یہ ایسا جہاد ہے کہ جو اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرنے سے فضیلت اور برتری رکھتا ہے حالانکہ اللہ تعالی کے راستے میں جہاد بہت ہی پر ارزش اور بہترین عبادت شمار ہوتا ہے اس سے جہاد نفس کا پر ارزش اور بااہمیت ہونا واضح ہوجاتا ہے نفس کے جہاد کا برتر ہونا تین طریقوں سے درست کیا جا سکتا ہے_

1_ ہر ایك عبادت یہاں تك کہ اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرنا بھی نفس کے جہاد کرنے کا محتاج ہے_ ایك عبادت کو کامل اور تمام شرائط کے ساتھ بجالانا نفس کے ساتھ جہاد کرنے پر موقوف ہے کیا نماز کا حضور قلب کے ساٹھ جالانا اور پھر اسکے تمام شرائط کی رعایت کرنا جو معراج مومن قرار پاتی ہے اور فحشا اور منکر سے روکتی ہے بغیر جہاد اور کوشش کرنے کے انجام پذیر ہو سکتا ہے؟ آیا روزہ کا رکھنا جو جہنم کی آگ کے لئے ڈھال ہے بغیر جہاد کے میسر ہو سکتا ہے_ کیا نفس کے جہاد کے بغیر کوئي جہاد کرنے والا انسان اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر جنگ کے میدان میں حاضر ہو سکتا ہے اور اسلام کے دشمنوں سے اچھی طرح جنگ کر سکتا ہے؟ اسی طرح باقی تمام عبادات بغیر نفس کے ساتھ جہاد کرنے کے بجالائي جا سکتی ہیں؟

2_ ہر ایك عبادت اس صورت میں قبول کی جاتی ہے اور موجب قرب الہی واقع ہوتی ہے جب وہ صرف اللہ تعالی کی رضا کے لئے انجام دی جائے اور ہر قسم کے شرك اور ریاء خودپسندی اور نفسانی اغراض سے پاك اور خالص ہو اس طرح کے کام بغیر نفس کے ساتھ جہاد کئے واقع ہونا ممکن نہیں ہوسکتے یہاں تك کہ جنگ کرنے والا جہاد اور شہادت بھی اس صورت میں قیمت رکھتی ہے اور تقرب اور تکامل کا سبب بنتی ہے جب خالص اور صرف اللہ کی رضاء اور کلمہ توحید کی سربلندی کے لئے واقع ہو اگر یہ اتنی بڑی عبادت اور جہاد صرف نفس کی شہرت یا دشمن سے انتقام لینے یا نام کے باقی رہ جانے یا خودنمائي اور ریاکاری یا مقام اور منصب کے حصول یا زندگی کی مصیبتوں سے فرار یا دوسری نفسانی خواہشات کے لئے واقع ہو تو یہ کوئي معنوی ارزش اور قیمت نہیں رکھتی اور اللہ تعالی کے پاس تقرب کا موجب نہیں بن سکتی اسی وجہ سے نفس کے ساتھ جہاد تمام عبادات اور امور خیریہ یہاں تك کہ اللہ تعالی کے راستے والے جہاد پر فضیلت اور برتری اور تقدم رکھتا ہے س واسطے کہ ان تمام کا صحیح ہونا اور باکمال ہونا نفس کے جہاد پر موقوف ہے یہی وجہ ہے کہ نفس کے جہاد کو جہاد اکبر کہا گیا ہے_

3_ جنگ والا جہاد ايك خاص زمانے اور خاص شرائط سے واجب ہوتا ہے اور پھر وہ واجب عينى بھى نہيں ہے بلكہ واجب كفائي ہے اور بعض افراد سے ساقط ہے اور بعض زمانوں ميں تو وہ بالكل واجب ہى نہيں ہوتا اور پھر واجب ہونے كى صورت ميں بھى واجب كفائي ہوتا ہے يعنى بقدر ضرورت لوگ شريك ہوگئے تو دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے اور پھر بھى عورتوں اور بوڑھوں اور عاجز انسانوں اور بيمار لوگوں پر واجب نہيں ہوتا ليكن اس كى برعكس نفس كا جہاد كہ جو تم پر تمام زمانوں اور تمام حالات ميں اور شرائط ميں واجب عينى ہوا كرتا ہے اور زندگى كے آخر لمحہ تك واجب ہوتاہے اور سوائے معصومين عليہم السلام كے كوئي بھى شخص اس سے بے نياز نہيں ہوتا_

4_ نفس سے جہاد كرنا تمام عبادات سے يہاں تك كہ جنگ والے جہاد سے كہ جس ميں انسان اپنى جان سے صرفنظر كرتى ہوئے اپنے آپ كو شہادت كے لئے حاضر كرديتا ہے_ مشكل تر ہے اور دشوار اور سخت تر ہے اس واسطے كہ محض اللہ كے لئے تسليم ہو جانا اور تمام عمر نفسانى خواہشات سے مقابلہ كرنا اور تكامل كے راستے طے كرنا اس سے زيادہ دشوار اور مشكل ہے كہ انسان جنگ ميں جہاد كرنے والا تھوڑے دن دشمن سے جنگ كے ميدان ميں جنگ كرے اور مقام شہادت پر فيض ياب ہوجائے_ نفس كے ساتھ مقابلہ كرنا اتنا سخت ہے كہ سواے پے در پے نفس كے ساتھ جہاد كرنے اور بہت زيادہ تكاليف كو برداشت كرنے كے حاصل نہيں ہو سكتا اور سوائے اللہ تعالى كى تائيد كے ايسا كرنا ممكن نہيں ہے_ اسى لئے نماز ميں ہميشہ اهدنا الصراط المستقيم پڑھتے ہيں_ صراط مستقيم پر چلنا اتنا دشوار اور سخت ہے كہ رسول گرامى اللہ تعالى سے كہتا ہے _الہى لا تكلنى الى نفسى طرفة عين ابدا_

جہاد اور تائيد الہي

يہ ٹھيك ہے كہ نفس كے ساتھ جہاد بہت سخت اور مشكل ہے اور نفس كے ساتھ جہاد كرنا استقامت اور پائيدارى اور ہوشيارى اور حفاظت كا محتاج ہے ليكن پھر بھى ايك ممكن كام ہے اور انسان كو تكامل كے لئے يہ ضرورى ہے اگر انسان ارادہ كرلے اور نفس كے جہاد ميں شروع ہوجائے تو خداوند عالم بھى اس كى تائيد كرتا ہے_ خداوند عالم قرآن مجيد ميں فرماتا ہے كہ '' جو شخص اللہ تعالى كى راہ ميں جہاد كرتے ہيں ہم انہيں اپنے راستے كى ہدايت كرتے ہيں_(154)

حضرت صادق عليہ السلام فرماتے ہيں كہ مبارك ہو اس انسان كے لئے جو اللہ تعالى كى رضا كى خاطر اپنے نفس اور خواہشات نفس كے ساتھ جہاد كرے _ جو شخص خواہشات نفس كے لئے لشكر پر غلبہ حاصل كر لے تو وہ اللہ تعالى كى رضايت حاصل كر ليگا_ جو شخص اللہ تعالى كے سامنے عاجزى اور فروتنى سے پيش آئے اور اپنى عقل كو نفس كا ہمسايہ قرار دے تو وہ ايك بہت بڑى سعادت حاصل كرليگا_

انسان اور پروردگار کے درمیان نفس امارہ اور اس کی خواہشات کے تاریك اور وحشت ناك پردے ہوا کرتے ان پردوں کے ختم کرنے کیلئے خدا کی طرف احتیاج خضوع اور خشوع بھوك اور روزہ رکھنا اور شب بیداری سے بہتر کوئي اسلحہ نہیں ہوا کرتا اس طرح کرنے والا انسان اگر مرجائے تو دنیا سے شہید ہو کر جاتا ہے اور اگر زندہ رہ جائے تو اللہ تعالی کے رضوان اکبر کو جا پہنچتا ہے خداوند عالم فرماتا ہے جو لوگ ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستوں کی راہنمائي کردیتے ہیں_ اور خدا نیك کام کرنے والوں کے ساتھ ہے_ اگر کسی کو تو اپنے نفس کو ملامت اور سرزنش اور اسے اپنے نفس کی حفاظت کرنے میں زیادہ شوق دلا_ اللہ تعالی کے اوامر او رنواہی کو اس کے لئے لگام بنا کر اسے نیکیوں کی طرف لے جا جس طرح کہ کوئي اپنے ناپختہ غلام کی تربیت کرتا ہے اور اس کے کان پکڑ کر اسے ٹھیك کرتا ہے_

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اتنی نماز پڑھتے کہ آپ(ص) کے پائوں مبارك ورم کر جاتے تھے اور لوگوں کے اعتراض کرنے پر انہیں یوں جواب دیتے تھے کہ کیا میں شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں؟ پیغمبر اکرم عبادت کرکے اپنی امت کو درس دے رہے تھے_ اے انسان تو بھی کبھی عبادت اور اس کی برکات کے مٹھاس کو محسوس کر لیا اور اپنے نفس کو اللہ تعالی کے انوار سے نورانی کر لیا تو پھر تو ایسا ہوجائیگا کہ ایك گھڑی بھی عبادت سے نہیں رك سکے گا گرچہ تجھے تکڑے ٹکڑے ہی کیوں نہ کردیا جائے_
عبادت سے روگردانی اور اعراض کی وجہ سے انسان عبادت کے فوائد اور گناہ اور معصیت سے محفوظ رہنے اور توفیقات الہی سے محروم ہوجاتا ہے_**(155)**
نفس کی ساتھ جہاد بالکل جنگ والے جہاد کی طرح ہوتا ہے جو وار دشمن پر کریگا اور جو مورچہ دشمنوں سے فتح کرے گا اسی مقدار اس کا دشمن کمزور اور ضعیف ہوتا جائیگا اور فتح کرنے والی فوج طاقت ور ہوتی جائیگي_
اور دوبارہ حملہ کرنے اور فتح حاصل کرنے کے لئے آمادہ ہوجائیگي_ اللہ تعالی کا طریق کار اور سنت یوں ہی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ان تنصر و اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم_

نفس کے ساتھ جہاد کرنا بھی اسی طرح ہوتا ہے_ جتنا وار نفس آمادہ پر وارد ہوگا اور اس کی غیر شرعی خواہشات اور ھوی و ہوس کی مخالفت کی جائیگی اتنی ہی مقدار نفس کمزور ہوجائیگا اور تم قوی ہوجائو گے اور دوسری فتح حاصل کرنے کے لئے آمادہ ہوجائو گے برعکس جتنی سستی کرو گے اور نفس کے مطیع اور تسلیم ہوتے جائوگے تم ضعیف ہوتے جائو گے اور نفس قوی ہوتا جاے گا اور تمہیں فتح کرنے کے لئے نفس آمادہ تر ہوتا جائیگا اگر ہم نفس کے پاك کرنے میں اقدام کریں تو خداوند عالم کی طرف سے تائید کئے جائیں گے اور ہر روز زیادہ اور بہتر نفس امارہ پر مسلط ہوتے جائیں گے لیکن اگر خواہشات نفس اور اس کی فوج کے لئے میدان خالی کردیں تو وہ قوی ہوتا جائیگا اور ہم پر زیادہ مسلط ہوجائیگا_

اپنا طبیب خود انسان

یہ کسی حد تك ٹھیك ہے کہ پیغمبر اور ائمہ اطہار انسانی نفوس کے طبیب اور معالج ہیں لیکن علاج کرانے اور نفس کے پاك بنانے اور اس کی اصلاح کرنے کی ذمہ دار ی خود انسان پر ہے_ پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ اطہار انسان کو علاج کرنے کا درس دیتے ہیں اور نفس کی بیماریوں اور ان کی علامتیں اور برے نتائیج اور علاج کرنے کا طریقہ اور دواء سے آگاہی پیدا کرے اور اپنے نفس کی اصلاح کی ذمہ داری سنبھال لے کیونکہ خود انسان سے کوئي بھی بیماری کی تشخیص بہتر طریقے سے نہیں کر سکتا اور اس کے علاج کرنے کے درپے نہیں ہو سکتا_ انسان نفسانی بیماریوں اور اس کے علاج کو واعظین سے سنتا یا کتابوں میں پڑھتا ہے لیکن بالاخر جو اپنی بیماری کو آخری پہچاننے والا ہوگا اور اس کا علاج کرے گا وہ خود انسان ہی ہوگا_ انسان دوسروں کی نسبت درد کا بہتر احساس کرتا ہے اور اپنی مخفی صفات سے آگاہ اور عالم ہے اگر انسان اپنے نفس کی خود حفاظت نہ کرے تو دوسروں کے وعظ اور نصیحت اس میں کس طرح اثر انداز اور مفید واقع ہو سکتے ہیں؟ اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اصلاح نفس انسان داخلی حالت سے شروع کرے اور اپنے نفس کو پاك کرنے اور بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے رعایت کرتے ہوئے اسے اس کے لئے آمادہ کرے اور اسلام نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کی خود حفاظت کرئے اور یہی بہت بڑا تربیتی قاعدہ اور ضابطہ ہے_ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ ہر انسان اپنی نیکی اور برائي سے خود آگاہ اور عالم ہے گرچہ وہ عذر گھڑتا رہتا ہے_(156)

حضرت صادق علیہ السلام نے ایك آدمی سے فرمایا کہ ''تمہیں اپنے نفس کا طبیب اور معالج قرار دیا گیا ہے تجھے درد بتلایا جا چکا ہے اور صحت و سلامتی کی علامت بھی بتلائي گئي ہے اور تجھے دواء بھی بیان کردی گئي ہے پس خوب فکر کر کہ تو اپنے نفس کا کس طرح علاج کرتا ہے_(157)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' شخص کو وعظ کرنے والا خود اس کا اپنا نفس نہ ہو تو دوسروں کی نصیحت اور وعظ اس کے لئے کوئي فائدہ نہیں دے گا_(158)

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا '' اے آدم کے بیٹے تو ہمیشہ خوبی اور اچھائي پر ہوگا جب تك تو اپنے نفس کو اپنا واعظ اور نصیحت کرنے والا بنائے رکھے گا_(159)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' کمزور ترین وہ انسان ہے جو اپنے نفس کی اصلاح کرنے سے عاجز اور ناتواں ہو_(160)

نیز امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' انسان کے لئے لائق یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی سرپرستی کو اپنے ذمہ قرار دے _ ہمیشہ اپنی روح کی اور زبان کی حفاظت کرتا رہے_(161)

تہذیب نفس کے مراحل

حفاظت قبلي: اخلاقی اصول صحت کا لحاظ اور گناہوں اور برے اخلاق سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا نفس کو پاك کرنے کا آسان ترین اور بہترین مرحلہ ہوا کرتا ہے جب تك نفس انسان گناہ میں آلودہ نہیں ہوا اور اس کا

ارتکاب نہیں کیا تب فطری نورانیت اور صفا قطب رکھتا ہے_ اچھے کاموں کے بجالانے اور اچھے اخلاق سے متصف ہونے کی زیادہ قابلیت رکھتا ہے_

ابھی تك اس کا نفس تاریك اور سیاہ نہیں ہوا اور شیطن نے وہاں راستہ نہیں پایا اور برائیوں کی عادت نہیں ڈالی اسی وجہ سے گناہ کے ترك کردینے پر زیادہ آمادگی رکھتا ہے_ جوان اور نوجوان اگر ارادہ کرلیں کہ اپنے نفس کو پاك رکھیں گے اور گناہ کے ارتکاب اور برے اخلاق سے پرہیز کریں گے تو ان کے لئے ایسا کرنا کافی حد تك آسان ہوتا ہے_ کیونکہ ان کا یہ اقدام حفظ نفس میں آتا ہے اور حفظ نفس عادت کے ترك کرنے کی نسبت بہت زیادہ آسان ہوتا ہے لہذا جوانی اور نوجوانی بلکہ بچپن کا زمانہ نفس کے پاك رکھنے کا بہترین زمانہ ہوا کرتا ہے انسان جب تك خاص گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا وہ گناہ کے ترك پر زیادہ آمادگی رکھتا ہے لہذا جوانوں نوجوانوں اور وہ لوگ جنہوں نے ابھی تك کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا انہیں ایسی حالت کی فرصت کو غنیمت شمار کرنا چاہئے اور کوشش کریں کہ بالکل گناہ کا ارتکاب نہ کریں اور اپنے نفس کو اسی پاکیزگی اور طہارت کی حالت میں محفوظ رکھیں_ حفاظت کرنا گناہ کے ترك کرنے سے زیادہ آسان ہوا کرتا ہے اور ضروری ہے کہ اس نقطے کی طرف متوجہ رہیں کہ اگر گناہ کا ارتکاب کر لیا اور برے اخلاق کو اپنا لیا ور شیطن کو اپنے نفس کی طرف راستہ دے دیا تو پھر ان کے لئے گناہ کا ترك کرنا بہت مشکل ہوجائیگا_

شیطن اور نفس امارہ کی کوشش ہوگی کہ ایك دفعہ اور دو گناہ کے انجام دینے کو اس کے لئے معمولی اور بے اہمیت قرار دے تا کہ اس حیلہ سے اپنا اثر رسوخ اس میں جمالے اور نفس کو گناہ کرنے کا عادی بنا دے لہذا جو انسان اپنی سعادت ا ور خوشبختی کی فکر میں ہے اسے چاہئے کہ حتمی طور سے نفس کی خواہشات کے سامنے مقابلہ کرے اور گناہ کے بجالانے میں گرچہ ایك ہی مرتبہ کیوں نہ ہو اپنے آپ کو روکے رکھے_
امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ '' کسی برے کام یا کلام کو اپنے نفس کو بجالانے کی اجازت نہ دو_(162)
آپ نے فرمایا کہ '' اپنے نفس کی خواہشات پر اس سے پہلے کہ وہ طاقتور ہوجائے غلبہ حاصل کرو کیونکہ اگر وہ طاقتور ہوگیا تو پھر وہ تجھے اپنا قیدی بنالے گا اور جس طرف چاہے گا تجھے لے جائیگا اس وقت تو اس کے سامنے مقابلہ نہیں کر سکے گا_(163)

آپ نے فرمایا کہ '' عادت چھاجانے والا دشمن ہے_(164)
آپ نے فرمایا کہ'' عادت انسان کی ثانوی طبیعت ہوجاتی ہے_ (165)
آپ نے فرمایا کہ '' اپنی خواہشات پر اس طرح غلبہ حاصل کرو جس طرح ایك دشمن دوسرے دشمن پر غلبہ حاصل کرتا ہے اور اس کے ساتھ اس طرح جنگ کرو کہ جس طرح دشمن دشمن کے ساتھ جنگ کرتا ہے_
شاید کہ اس ذریعہ سے اپنے نفس کو رام اور مغلوب کر سکو_(166)

آپ نے فرمایا کہ '' گناہ کا نہ کرنا توبہ کرنے سے زیادہ آسان ہے ہو سکتا ہے کہ ایك گھڑی کی شہوت رانی طولانی غم کا باعث ہوجائے_ موت انسان کے لئے دنیا کی پستی اور فضاحت کو واضح اور کشف کرنے کا سبب ہوتی ہے_ اور عقلمند انسان کے لئے کسی خوشی اور سرور کو نہیں چھوڑتی _(167)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ '' اپنے نفس کو ان چیزوں سے جو نفس کے لئے ضرر رساں ہیں روح کے نکلنے سے پہلے روکے رکھ اور اپنے نفس کے لئے آزادی اس طرح آزادی کی کوشش کر کہ جس طرح زندگی کے اسباب کے طلب کرنے میں کوشش کرتا ہے_ تیرا نفس تیرے اعمال کے عوض گروی رکھا جا چکا ہے_(168)

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ '' جو شخص اللہ تعالی کے مقام و مرتبت سے خوف کھائے اور اپنے نفس کو اس کی خواہشات سے روکے رکھے اس کی جگہ اور مقام بہشت میں ہے_(169)

بہر حال حفاظت قبلی سب سے آسان راستہ ہے اور جتنا انسان اس راستے کی تلاش اور عمل کرنے میں کوشش کرے گا یہ اس کے لئے پر ارزش اور قیمتی ہوگا_ اس جوان کو مبارك ہو جو زندگی کے آغاز سے ہی اپنے نفس امارہ پر قابو پائے رکھتا ہو اور اسے گناہ کرنے کی اجازت نہ دے اور آخری عمر تك اسے پاك و پاکیزہ اور اللہ کے تقرب کے لئے سیر و سلوك میں ڈالے رکھے تا کہ قرب الہی کے مرتبے تك پہنچ جائے_

یکدم ترك کرنا

اگر قبلی حفاظت کے مرحلے سے روح نکل جائے اور گناہ سے آلودہ ہو جائے تو اس وقت روح اور نفس کے پاك کرنے کی نوبت آجائیگي_ روح کے پاك کرنے میں کئي ایك طریق استعمال کئے جا سکتے ہیں لیکن سب سے بہترین طریقہ اندرونی انقلاب اور ایك دفعہ اور بالکل ترك کر دینا ہوا کرتا ہے_ جو انسان گناہ اور برے اخلاق میں آلودہ ہوچکا ہوا ہے اسے کیدم خدا کی طرف رجوع اور توبہ کرنی چاہئے اور اپنی روح کو گناہ کی کثافت اور آلودگی سے دھونا چاہئے اور اسے پاك و پاکیزہ کرے ایك حتمی اور یقینی ارادے سے شیطن کو روح سے دور کرے اور روح کے دروازوں کو شیطن کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کردے اور دل کے گھر کو اللہ تعالی کے مقرب فرشتوں کے نازل ہونے اور انوار الہی کے مرکز قرار پانے کے لئے کھول دے اور ایك ہی حملہ میں نفس امارہ اور شیطن کو مغلوب کردے اور نفس کی لگام کو مضبوط اور ہمیشہ کے لئے اپنے ہاتھ میں لئے رکھے کتنے لوگ ہیں کہ جنہوں نے اس طریقے سے اپنے نفس پر غلبہ حاصل کیا ہے اور اپنے نفس کو یکدم اور یك دفعی طریقہ سے پاك کرنے کی توفیق حاصل کر لی ہے اور پھر آخری عمر تك اسی کے پابند رہے ہیں یہ اندرونی انقلاب کبھی واعظ او راخلاق کے پاك بنانے والے استاد کے ایك جملے یا اشارے سے پیدا ہوجاتا ہے یا ایك واقعہ غیر عادی سے کہ کسی دعا ذکر اور کی مجلس میں ایك آیت یا روایت یا چند دقیقہ فکر کرنے سے حاصل ہو جایا کرتا ہے_

کبھی ایك معمولی واقعہ مثل ایك چنگاری کے داخل ہونے سے دل کو بدل اور روشن کر دیتا ہے_ ایسے لوگ گذرے ہیں جنہیں اسی طرح سے اپنے نفس کو پاکیزہ بنانے کی توفیق حاصل ہوئي ہے اور وہ راہ خدا کے سالك قرار پائے ہیں جیسے بشر حافی کا واقعہ_ بشر حافی کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایك اشراف اور

ثروتمند انسان کی اولاد میں سے تھا اور دن رات عیاشی اور فسق و فجور میں زندگی بسر کر رہا تھا اس کا گھر فساد رقص اور سرور عیش و نوش ارو غنا کامرکز تھا کہ غنا کی آواز اس کے گھر سے باہر بھی سنائي دیتی تھی لیکن اسی شخص نے بعد میں توبہ کر لی اور زاہد اور عابد لوگوں میں اس کا شمار ہونے لگا_ اس کے توبہ کرنے کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ ایك دن اسی بشر کی لونڈی کوڑا کرکٹ کا ٹوکرا ے کر دروازے کے باہر پھینکے کے لئے آئي اسی وقت امام موسی کاظم علیہ السلام اس کے دروازے کے سامنے سے گزر رہے تھے اور گھر سے ناچنے گانے کی آواز آپ کے کان میں پڑی آپ نے اس لونڈی سے پوچھا کہ " اس گھر کا مالك آزاد ہے یا غلام؟ اس نے جواب دیا کہ آزاد اور آقا زادہ ہے _ امام نے فرمایا تم نے سچ کہا ہے کیونکہ اگر یہ بندہ اور غلام ہوتا تو اپنے مالك اور مولی سے ڈرتا اور اس طرح اللہ تعالی کی معصیت میں غرق اور گستاخ نہ ہوتا_ وہ لونڈی گھر میں لوٹ گئي_ بشر جو شراب کے دسترخوان پر بیٹھا تھا اس نے لونڈي سے پوچھا کہ تم نے دیر کیوں کي؟ لونڈی نے اس غیر معروف آدمی کے سوال اور جواب کو اس کے سامنے نقل کیا_ بشر نے لونڈی سے پوچھا کہ آخری بات اس آدمی نے کیا کہي؟ لونڈی نے کہا کہ اس کا آخری جملہ یہ تھا کہ تم نے سچ کہا ہے کہ اگر وہ غلام ہوتا اور اپنے کو آزاد نہ سمجھتا یعنی اپنے آپ کو خدا کا بندہ اور غلام سمجھتا تو اپنے مولی اور آقا سے خوف کھاتا اور اللہ تعالی کی نافرمانی کرنے میں اتنا گستاخ اور جری نہ ہوتا_ امام علیہ السلام کا یہ مختصر جملہ تیر کے طرح بشر کے دل پر لگا اور آگ کی چنگاری کی طرح اس کے دل کو نورانی اور دگرگون کر گیا _ شراب کے دسترخوان کو دور پھینکا اور ننگے پائوں باہر دڑا اور اپنے آپ کو اس غیر معروف آدمی تك جا پہنچایا اور دوڑتے دوڑتے امام موسی کاظم علیہ السلام تك جا پہنچا اور عرض کی اے میرے مولی میں اللہ تعالی اور آپ سے معذرت کرتا ہوں_

جی ہاں میں اللہ تعالی کا بندہ اور غلام تھا اور ہوں لیکن میں نے اپنے اللہ تعالی کی غلامی اور بندگی کو فراموش کردیا اسی وجہ سے اس طرح کی گستاخیاں کرنے لگا لیکن اب میں نے اپنے آپ کو بندہ سمجھ لیا اور اپنے گذرے ہوئے کردار سے توبہ کرتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں_ اللہ تعالی تیری توبہ قبول کرلے گا اور تو اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کو ہمیشہ کے لئے ترك کردے_ بشر نے توبہ کي_ اور عبادت گذار اور زہاد اور اولیاء خدا میں داخل ہوگیا اور اس نعمت کے شکریہ کے طور پر اپنی ساری عمر ننگے پائوں چلتا رہا (جس کی وجہ سے اس کا نام بشر حافی یعنی ننگے پائوں والا ہوگیا_(170)

ابو بصیر کہتے ہیں کہ ایك آدمی جو ظالم بادشاہوں کا ملازم اور مددگار تھا میری ہمسایگی میں رہتا تھا اس نے بہت کافی مال حرام طریقے سے جمع کیا ہوا تھا اور اس کا گھر فساد اور عیاشی لہو و لعب رقص اور غنا کا مرکز تھا میں اس کی ہمسایگی میں بہت ہی تکلیف اور دکھ میں تھا لیکن اس کے سوا کوئي راہ فرار بھی نہ تھی کئي دفعہ اسے نصیحت کی لیکن اس کا کوئي فائدہ نہ ہوا لیکن ایك دن میں نے اس کے متعلق بہت زیادہ اصرار کیا_ اس نے کہا اے فلان _ میں شیطن کا قیدی اور اس کے پھندے میں آ چکار ہوں اور عیاشی اور شراب خوری کا عادی ہوچکا ہوں اور اسے نہیں چھوڑ سکتا_ بیمار ہوں لیکن میں اپنا علاج بھی نہیں کرتا چاہتا_ تو میرا اچھا ہمسایہ ہے لیکن میں تیرا برا ہمسایہ ہوں کیا کروں خواہشات نفس کا قیدی ہو گیا ہوں

کوئي نجات کا راستہ نہیں دیکھ پاتا_ جب تو امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں جائے تو آپ کے سامنے میری حالت بیان کرنا شاید میرے لئے کوئي نجات کا راستہ نکال سکیں ابو بصیر کہتا ہے کہ میں اس کی اس گفتگو سے بہت زیادہ متاثر ہوا_ کئي دن کے بعد جب میں کوفہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کے مقصد سے مدینہ منورہ گیا اور جب آپ کی خدمت میں مشرف ہوا تو اپنے ہمسایہ کے حالات اور اس کی گفتگو کا تذکرہ آپ کی خدمت میں بیان کیا_ آپ نے فرمایا کہ جب تو کوفہ واپس جائے وہ آدمی تیرے ملنے کے لئے آئے گا_ اس سے کہنا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس حالت میں تو ہے یعنی گناہوں کو چھوڑ دے تو میں تیرے لئے جنت کا ضامن ہوں_

ابوبصیر کہتے ہیں کہ '' جب میں اپنے کا مدینہ میں پورے کر چکا تو کوفہ واپس لوٹ آیا_ لوگ میرے ملنے کے لئے آرہے تھے انہیں میں میرا وہ ہمسایہ بھی مجھے ملنے کے لئے آیا احوال پرسی کے بعد اس نے واپس جانا چاہا تو میں نے اسے اشارے سے کہا کہ بیٹھا رہ مجھے آپ سے کام ہے_ جب میرا گھر لوگوں کے چلے جانے سے خالی ہو گیا تو میں نے اس سے کہا_ کہ میں نے تیری حالت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کی تھی _ آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ جب تو کوفہ جائے تو میرا سلام اسے پہنچا دینا اور اسے کہنا کہ اس حالت یعنی گناہوں کو ترک کردے میں تیری جنت کا ضامن ہوں_ اس تھوڑے سے امام کے پیغام نے اس شخص پر اتنا اثر کیا کہ وہ وہیں بیٹھ کر رونے لگ گیا اور اس کے بعد مجھ سے کہا کہ اے ابو بصیر تجھے خدا کی قسم کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایسا فرمایا ہے؟ میں نے اس کے سامنے قسم اٹھائي کہ یہ پیغام بعینہ وہی ہے جو امام علیہ السلام نے دیا ہے_ وہ کہنے لگا بس یہی پیغام میرے لئے کافی ہے_ یہ کہا اور وہ میرے گھر سے باہر چلا گیا_ کافی دن تك مجھے اس کی کوئي خبر نہ ملي_ ایك دن اس نے میرے لئے پیغام بھیجا کہ میرے پاس آ مجھے تم سے کام ہے_ میں نے اس کی دعوت قبول کی اور اس کے گھر کے دروازے پر گیا_ دروازے کے پیچھے سے مجھے آواز دی اور کہا_ اے ابو بصیر _ جتنا مال میں نے حرام سے اکٹھا کیا ہوا تھا وہ سب کا سب میں نے لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے_ یہاں تك کہ میں نے اپنا لباس بھی دے دیا ہے_ اب ننگا اور بے لباس دروازے کے پیچھے کھڑا ہوں_ اے ابوبصیر میں نے امام جعفر صادق کے حکم پر عمل کیا ہے اور تمام گناہوں کو چھوڑ دیا ہے یعنی توبہ کر لی ہے_

ابوبصیر کہتا ہے کہ میں اس ہمسائے کے گناہوں کے چھوڑ دینے اور توبہ کر لینے سے بہت خوشحال ہوا اور امام علیہ السلام کی کلام کے اس میں اثر کرنے سے حیرت زدہ ہوا_ گھر واپس لوٹ آیا تھوڑے سے کپڑے اور خوراك لی اور اس کے گھر لے گیا_ کئي دن کے بعد پھر مجھے بلایا_ میں اس کے گھر گیا تو دیکھا کہ وہ بیمار اور علیل ہے اور وہ کافی دن تك بیمار رہا میں اس کی برابر عیادت اور بیمار پرسی اور بیمار داری کرتا رہا_ لیکن اس کے لئے کوئي علاج فائدہ مند واقع نہ ہوا_ ایك دن اس کی حالت بہت سخت ہوگئي اور جان کنی کے عالم میں ہوگیا_ میں اس کے سرہانے بیٹھا رہا جب کہ وہ جان سپرد کرنے کی حالت میں تھا یکدفعہ ہوش میں آیا اور کہا_ اے ابوبصیر امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا وعدہ پورا کردیا ہے یہ جملہ کہا اور اس جہان فانی سے کوچ کر گیا_ میں کئي دنوں کے بعد حج کو گیا اور امام جعفر صادق علیہ

السلام کی خدمت میں مشرف ہوا_ میرا ایك پائوں دروازے کے اندر اور ایك پائوں دروازے سے باہر تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا_ اے ابوبصیر ہم نے تیرے ہمسائے کہ بارے میں جو وعدہ کیا تھا_ ہم نے وہ پورا کردیا ہے ہم نے جو اس کے لئے بہشت کی تھی اسے دلوادی ہے_(171) اس طرح کے لوگ تھے اور اب بھی ہیں کہ حتمی ارادے اور شجاعانہ اقدام سے اپنے نفس امارہ کو مغلوب کر لیتے ہیں اور اس کی مہار اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں_ ایك اندرونی اور باطنی انقلاب سے نفس کو پاك کردیتے ہیں اور تمام برائیوں کو چھوڑ کر اسے صاف اور شفاف بنا دیتے ہیں_ معلوم ہوا کہ اس طرح کا راستہ اختیار کر لینا ہمارے لئے بھی ممکن ہے_

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ '' عادت کے ترك کرنے کے لئے اپنے نفس پر غلبہ حاصل کرو اور ہوی اور ہوس اور خواہشات کے ساتھ جہاد کرو شاید تم اپنے نفس کو اپنا قیدی بنا سکو_(172)
نیز امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''سب سے بہتر عبادت اپنی عادات پر غلبہ حاصل کرنا ہوتا ہے_(173)
امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے_ '' قیامت کے دن تمام آنکھیں سوائے تین آنکھوں کے رو رہی ہوں گي_
1_آنکھ جو خدا کے راستے کے لئے بیدار رہی ہو_
2_ وہ آنکھ جو خدا کے خوف سے روتی رہی ہو_
3_ وہ آنکھ جس نے محرمات الہی سے چشم پوشی کی ہو_(174)
جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ'' خداوند عالم نے جناب موسی علیہ السلام کو وحی کی کہ کوئي انسان میرا قرب محرمات سے پرہیز کر کے کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتا یقینا میں بہشت عدن کو اس کے لئے مباح کر دوں گا اور کسی دوسرے کو وہاں نہیں جانے دوں گا_(175)

یہ بھی مانا جاتا ہے کہ نفس امارہ کو مطیع بنانا اور بطور کلی گناہ کا انجام نہ دینا اتنا آسان کام نہیں ہے لیکن اگر انسان ملتفت ہو اور فکر اور عاقبت اندیشی رکھتا ہو اور ارادہ اور ہمت کر لے تو پھر اتنا یہ مشکل بھی نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالی کی تائید بھی اسے شامل حال ہوگی اور خدا فرماتا ہے کہ '' جو لوگ ہمارے راستے کے لئے جہاد کرتے ہیں ہم انہیں ہدایت کردیتے ہیں اور اللہ ہے ہی احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے_ والذین جاہلوا فینا لنہدینہم سبلنا و ان اللہ مع المحسنین_(176) آہستہ آہستہ ترك کرنا اگر ہم اتنی اپنے آپ میں طاقت اور ہمت نہیں رکھتے کہ یکدم تمام گناہوں کو ترك کر دیں تو اتنا تو مصمم ارادہ کر لیں کہ گناہوں کو آہستہ آہستہ انجام دے دیں پہلی دفعہ امتحان کے طور پر ایك گناہ یا کئي ایك گناہ کو ترك کرنا شروع کردیں اور مصمم ارادہ کرلیں_ اس کام کو دوام دیں کہ اس کے ترك پر اپنے نفس کو کامیاب قرار دے دیں اور ان گناہوں کا بالکل ختم کردیں پھر یہی کام دوسرے چند ایك گناہوں کے بارے میں انجم دینا شروع کردیں اور اس پر کامیابی حاصل کرلیں اور اسی حالت میں خوب ملتفت رہیں کہ کہیں اس ترك کئے ہوئے گناہ کو پھر

سے انجام نہ دے دیں اور یہ واضح ہے کہ ہر گناہ یا چند گناہوں کے ترک کرنے پر نفس امارہ اور شیطن کمزور ہوتا جائیگا اور جتنا شیطن نفس سے باہر نکلے گا اس کی جگہ اللہ تعالی کا فرشتہ لے لے گا_
جس گناہ کا سیاہ نقطہ نفس سے دور ہوگا اتنی مقدار وہاں نورانیت اور سفیدی زیادہ ہوجائے گي_ اسی طریقے سے گناہوں کے ترک کو برابر انجام دیتے جائیں تو پھر بطور کامل نفس پاك ہوجائیگا اور نفس کو اس کے نفسانی خواہشات پر قابو پانے اور فتح حاصل کرنے کی پوری طرح کامیابی حاصل ہوجائیگی اور ممکن ہے کہ اسی دوران ایك ایسے مرتبے تك پہنچ جائیں کہ تمام گناہوں کو یکدم ترك کرنے کی طاقت اور قدرت پیدا کرلیں ایسی صورت میں ایسی قیمتی اور پر ارزش فرصت سے استفادہ کرنا چاہئے اور یکدم تمام گناہوں کو ترك کر دینا چاہئے اور شیطن اور نفس امارہ کو باہر پھینك ڈالنے پر قابو پالینا چاہئے اور نفس کے گھر کو خدا اور اس کے فرشتوں کے لئے مخصوص کر لینا چاہئے اگر اس کے لئے کوشش اور جہاد کریں تو یقینا اس پر کامیاب ہوجائیں گے_ نفس کے ساتھ جہاد بعینہ دشمن کے ساتھ جہاد کرنے جیسا ہوتا ہے _ دشمن سے جہاد کرنے والا ہر وقت دشمن پر نگاہ رکھے اپنی طاقت کو دشمن کی طاقت سے موازنہ کرے اور اپنی طاقت کو
قوی کرنے میں لگا رہے اور فرصت ملتے ہی ممکن طریقے سے دشمن پر حملہ کردے اور اس کی فوج کو ہلاك کردے یا اپنے ملك سے باہر نکال دے وہ کام جو نفس کے پاك کرنے میں مدد دیتے ہیں

1_ فکر کرنا_

نفس کے پاك کرنیکا ایك اہم مانع غفلت ہوا کرتی ہے اگر ہم دن رات دنیا کی زندگی میں غرق رہیں اور موت کی یاد سے غافل رہیں اور ایك گھڑی بھی مرنے کے بعد کے بارے میں سوچنے پر حاضر نہ ہوں اور اگر کبھی مرنے کی فکر آئي بھی تو اسے فوراً بھلادیں ہیں اور اگر برے اخلاف کے نتائج سے غافل ہیں اور اگر گناہوں کی اخروی سزا اور عذاب کا فکر نہیں کرتے خلاصہ خدا اور آخرت پر ایمان ہمارے دل کی گہرائیوں میں راسخ نہیں ہوا اور خدا صرف ایك ذہنی مفہوم سے آگے نہیں بڑھا تو پھر ایسی غفلت کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح اپنے نفس کو پاك کرنے کا عزم بالجزم کرسکتے ہیں؟ کس طرح نفس کو اس کی خواہشات پر کنٹرول کرسکتے ہیں؟ کیا اس سادگی سے نفس امارہ کے ساتھ جہاد کیا جاسکتا ہے؟ غفلت خود ایك نفس کی بڑی بیماریوں میں سے ایك بیماری ہے اور یہ دوسری بیماریوں کے لئے جڑ واقع ہوتی ہے_ اس بیماری اور درد کا علاج صرف فکر کرنا عاقبت اندیشی اور ایمان کی قوت کو مضبوط اور قوی کرنا ہے_ انسان کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ اپنے نفس کا محافظ اور مراتب رہے_ کسی وقت بھی اسے فراموش نہ کرے اور نفسانی بیماریوں کے بدانجام اور گناہوں کی سزا اور دوزخ کی سخت عذاب کو سوچنا رہے_ قیامت کے حساب اور کتاب کو ہمیشہ نگاہ میں رکھے اس صورت میں نفس کو پاك کرنے کے لئے آمادہ کیا جاسکتا ہے اور حتمی فیصلہ کرسکتا ہے اور اپنے نفس کو برے اخلاق اور گناہوں سے پاك کرسکتا ہے_
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص اپنے دل کو دائمی فکر سے آباد کرے گا اس کے ظاہری اور باطنی کام اچھے ہونگے_ (177)

2_ تاديب و مجازات_

اگر ہم نفس كے پاك كرنے پر كامياب ہونا چاہتے ہيں تو ہم تنبيہہ اور ادب ديئےانے اور جزائے اخروى سے استفادہ كرسكتے ہيں_ ابتداء ميں ہم نفس كو خطاب كرتے ہوئے تہديد اور ڈرائيں كہ ميں نے حتمى ارادہ كرليا ہے كہ گناہوں كو ترك كردوں اور اگر اے نفس تو ميرى اس ميں مدد نہيں كرے گا اور گناہ كا ارتكاب كرے گا تو ميں فلاں سزا تيرے بارے ميں جارى كردونگا مثلاً اگر تو نے كسى كى غيبت كى تو ميں ايك دن روزہ ركھ لوں گا يا ايك ہفتے تك صرف لازمى گفتگو كروں گا يا اتنا روپيہ صدقے كے طور پر دے دونگا يا ايك دن پانى نہيں پيونگا يا صرف ايك وقت غذا سے تجھے محروم كردونگا يا كئي گھنٹے گرميوں ميں دھوپ ميں بيٹھا رہونگا تا كہ تو جہنم كى حرارت كو نہ بھلاسكے يا اس طرح اور سزائيں اپنے نفس كو سنائيں_

اس كے بعد اپنے نفس پر اچھى طرح نگاہ ركھيں كہ وہ بعد ميں غيبت نہ كرنے لگے اور اگر اس سے غيبت صادر ہوجائے تو حتمى ارادے سے بغير كسى نرمى اور سستى كے اس كے مقابلے ميں اڑجائيں اور وہ سزا جاسكا نفس سے وعدہ كيا ہوا تھا اس پر جارى كرديں جب نفس امارہ كو احساس ہوجائيگا كہ ہم گناہ كے نہ كرنے پر مصر ہيں اور بغير كسى نرمى كے اسے سزاديں گے تو پھر وہ ہمارى شرعى چاہت كوماننے لگے جائے گا_

اگر كافى مدت تك بغير چشم پوشى كے اس طريقے پر عمل كرتے رہيں تو پھر ہم شيطن كے راستے كو روك سكيں گے اور نفس امارہ پر پورى طرح سے مسلط ہوجائيں گے ليكن اس كى عمدہ شرط يہ ہے كہ ہم حتمى ارادہ كرليں اور بغير كسى معمولى نرمى كے سركش نفس كو سزا دے ديں_ بہت تعجب كا مقام ہے كہ ہم دنياوى امور ميں معمولى غلطى كرنے والے كو سزا اور تنبيہہ كرتے ہيں ليكن اپنے نفس كے پاك كرنے ميں اس روش پر عمل نہيں كرتے حالانكہ اخروى سعادت اور نجات نفس كے پاك ہونے پر موقوف ہوتى ہے_

اللہ تعالى كے بہت سے بندوں نے اپنے نفس كے پاك كرنے اور بہتر بنانے اور نفس پر قابو پانے ميں اس طريقے پر عمل كرنے كى توفيق حاصل كى ہے_

اميرالمومنين عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ ''نفس كو اپنا قيدى بنانے اور اس كى عادات كو ختم كرنے ميں بھوك بہت ہى زيادہ مددگار ہوتى ہے_ (178)

نيز حضرت على عليہ السلام نے فرمايا ہے '' جو شخص اپنے نفس كو رياضت اور تكليف ميں زيادہ ركھے گا وہ اس سے فائدہ اٹھائيگا_(179)

ايك صحابى فرماتے ہيں كہ سخت گرمى كے زمانے ميں رسول خدا (ص) ايك دن ايك درخت كے سائے ميں بيٹھے ہوئے تھے اسى دوران ايك آدمى ايا اس نے اپنا لباس اتارا اور گرم ريت پر ليٹ گيا اور ريت پر لوٹنا پوٹنا شروع كرديا كبھى اپنى پيٹھ كو گرم ريت پر ركھ كر گرم كرتا اور كبھى اپنے پيٹ اور كبھى اپنے چہرے كو اور كہتا اے نفس امارہ اس ريت كى گرمايش كو چكھ اور جان لے كہ دوزخ كى آگ كى گرمى اس سے زيادہ

اور سخت تر ہے_ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اس کاخوب نظارہ کر رہے تھے_ جب اس آدمی نے اپنا لباس پہنا اور چاہا کہ وہاں سے چلا جائے تو رسول خدا(ص) نے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ دیا_ اس آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حکم بجا لایا اور آپ(ص) کی خدمت میں حاضر ہوا آپ(ص) نے اس سے فرمایا کہ میں نے تجھے ایسا کام کرتے دیکھا ہے کہ اسے دوسرے لوگ نہیں کرتے تمہاری اس کام سے کیا غرض تھي؟ اس نے جواب میں عرض کی یا رسول اللہ (ص) مجھے خدا کے خوف نے اس کام کے کرنے پر آمادہ کیا ہے_ میں یہ کام انجام دیتا تھا اور اپنے نفس سے کہتا تھا کہ اس گرمی کو چکھ اور جان لے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اس سے زیادہ شدید اور دردناک ہے_ رسول خدا(ص) نے فرمایا واقعی تو خدا سے خوف زدہ ہوا ہے اور اللہ تعالی نے تیرے اس عمل سے آسمان کے فرشتوں پر فخر کیا ہے_

آنحضرت(ص) نے اس کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا کہ'' اس آدمی کے نزدیك جائو اور الس سے خواہش کرو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے اصحاب اس کے نزدیك گئے اور اس سے دعا کی خواہش کی اس آدمی نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا الہم اجمع امرنا علی الہدی و اجعل التقوی زادنا و الجنتہ مابنا (180)
یعنی اے اللہ ہمیں ہدایت پر جمع کردے اور تقوی کو ہمارا زاد راہ قرار دے اور جنت ہمارا ٹھکانا بنا
امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' اپنے نفس کو با ادب بنانے کے لئے کوشش کرو اور اسے سخت عادت سے روکو_(181)
حضرت صادق علیہ السلام نے ایك حدیث میں فرمایا ہے کہ خدا اور بندے کے درمیان نفس کی خواہشات سے زیادہ تاریك اور وحشت ناك پردہ نہیں ہوا کرتا اور اسے ختم کرنے کے لئے خدا کی طرف احتیاج اور اس کے سامنے خضوع اور خشوع اور دن میں بھوك اور پیاس اور رات کی بیداری سے کوئي بہتر ہتھیار نہیں ہے اگر انسان ایسی حالت میں مرجائے تو شہید دنیا سے جائے گا اور اگر زندہ رہے تو بالاخرہ اللہ تعالی کے رضوان اکبر کو حاصل کر لے گا خدا قرآن میں فرماتا ہے '' جو ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کردیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے_(182)

3_ اللہ تعالی کی کرامت کی طرف توجہہ کرنا اور انسانی اقدار کو قوی بنانا
بیان ہوچکا ہے کہ انسانی روح اور نفس ایك گران بہا موتی ہے جو حیات و کمال و جمال و رحمت و احسان کے عالم سے وجود میں آیا ہے اور بطور فطرت انہیں امور سے سنخیت رکھتا ہے اگر یہ اپنے بلند مقام اور منزلت اور قیمتی وجود کی طرف توجہ رکھے ہوئے ہو تو گناہوں کا ارتکاب اور برے اخلاق کو اپنی شان سے پست تر شمار کرے گا اور فطرتا ان سے متنفر ہوگا جب اس نے سمجھ لیا کہ وہ انسان ہے اور انسان ذات الہی کے خاص لطف و کرم سے عالم بالا سے اس دنیا میں آیا ہے تو پھر اس کی نگاہ میں حیوانی خواہشات اور ہوی اور ہوس بے قیمت جلوہ گر ہوں گی اور اپنے وجود میں مکارم اخلاق کو زندہ رکھنے کی طرف مائل ہوگا_ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جو شخص اپنے نفس کی عزت کرتا ہو اس کے لئے شہوات بہت معمولی اور بے ارزش ہوں گي_(183)

امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ معزز اور گراں قدر انسان کون ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا '' جو دنیا کو اپنے وجود کی قیمت قرار نہ دے _ (184) لہذا روح کے انسانی شرافت اور اس کے وجود کے قیمتی ہونے اور اس کے مقام و مرتبت کے بلند و بالا کی طرف توجہہ سے نفس کو گناہوں اور برے اخلاق سے پاك کرنے میں مدد لی جا سکتی ہے _ اگر ہم اپنی روح سے مخاطب ہوں اور اسے کہیں کہ اے روح تو علم و حیات کمال و جمال احسان و رحمت اور قدس کے عالم سے آئي ہے تو اللہ تعالی کا خلیفہ ہے تو ایسا انسان ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے اور اللہ تعالی کے قرب حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو حیوان سے بلند و بالا ہے_ تیرے وجود کی قیمت حیوانی خواہشات کی پیروی کرنا نہیں ہے اگر انسان اس طرح سوچے تو پھر گناہوں کے ترك کر دینے اور روح کو پاك کرنے میں بہت آسانی ہوجائیگی اسی طرح نفس کو پاك کرنے کے لئے ہر بری صفت کی ضد کو قوی کرنا چاہئے تا کہ بری صفت آہستہ آہستہ دور ہو جائے نیك صفت کو اس کی جگہ لئے چاہئے تا کہ اس کی ثانوی عادت ہو جائے مثلا اگر کسی انسان سے حسد کرتے ہیں اور اس پر نعمت او رخوشی سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے اور اس کی برائي اور اذیت اور توہین اور لاپرواہی کرنے اور اس کے کاموں میں روڑا اٹکانے سے ہم اپنے اندرونی بغض کو خوش کرتے ہیں تو اس صورت میں ہمیں اس کی تعریف اور ثنا احترام اور احسان اور خیرخواہی اور مدد کرنے میں کوشش کرنی چاہئے جب ہمارے کام حسد کے اقتضا کے خلاف ہونگے تو پھر آہستہ آہستہ یہ بری صفت زائل ہوجائیگی اور خیرخواہی کی صفت اس کی جگہ لے لے گي_ اور اگر ہم کنجوسی اور بخل کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو پھر اپنے مال کو شرعی امور میں خرچ کردینے کو اپنے نفس پر لازم قرار دے دیں تا کہ تدریجا بخالت کی صفت زائل ہوجائے اور احسان اور خرچ کرنے کی عادت ہوجائے_ اور اگر حقوق اللہ خمس و زکوۃ و غیرہ کے ادا کرنے میں بخل کرتے ہیں تو پھر حتمی طور سے نفس کے مقابلے پر آجائیں اور اس کے وسوسے پر کان نہ دھریں اور مالی حقوق کو ادا کردیں اور اگر ہم اپنے مال کو اپنے اہل و عیال اور زندگی کے مصارف میں خرچ کرنے سے انکار کرتے ہیں تو پھر ان میں خرچ کرنے کے لئے اپنے نفس پر زور دیں تا کہ اس کی عادت ہوجائے اور اگر بخالت کیوجہ سے نیکی کے کاموں میں شریك نہیں ہوتے تو پھر جیسے بھی ہو ان امور میں شرکت کرتے رہیں اور کچھ اپنے مال کو اللہ تعالی کے راستے اور غریبوں کی اعانت کے لئے خرچ کرتے رہیں تا کہ آہستہ آہستہ اس کام کی عادت پڑ جائے معلوم ہے کہ یہ کام ابتداء میں بہت حد تك مشکل ہونگے لیکن اگر پائیداری اور کر گزرنا ہوجائے تو پھر یہ آسان ہوجائیں گے_

قاعدتا اپنے نفس کو پاك کرنے اور برے اخلاق سے جہاد کرنے کے لئے دو کاموں کو ہمیں انجام دینا ہوگا_

1_ برے اخلاق اور نفس کی خواہش کا کبھی اثبات میں جواب نہ دیں یعنی جو نفس چاہتا جائے ہم اسے بجالاتے جائیں ایسا نہ کریں تا کہ اس کا بیج اور جڑ آہستہ آہستہ خشك ہو جائے_

2_ نیك صفت جو بری صفت کی ضد ہے اسے قوی بنائیں اور نفس کو اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور کریں تا کہ وہ آہستہ آہستہ اس کی عادت ڈال لے اور وہ اس کی عادت اور ملکہ بن جائے اور بری صفت کو

بیخ سے اکھاڑ ڈالے_

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے '' کہ اپنے نفس کو فضائل اور اچھے کام بجا لانے پر مجبور کر کیونکہ بری صفات تیرے اندر رکھ دی گئي ہیں_(185)
نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ'' اپنے نفس کو اچھے کام انجام دیے اور سختی کا بوجھ اٹھانے کی عادت ڈال تا کہ تیرا نفس شریف ہو جائے اور تیری آخرت آباد ہو جائے اور تیری تعریف کرنے والے زیادہ ہوجائیں_(186)
نیز آن حضرت(ع) نے فرمایا ہے کہ '' نفسانی خواہشات قتل کردینے والی بیماریاں ہیں ان کا بہترین علاج اور دواء صبر اور خودداری ہے_(187)

برے دستوں سے قطع تعلق_

انسان ایك موجود ہے جو دوسروں سے اثر قبول کرتا ہے اور دوسروں کی تقلید اور پیروی کرتا ہے_ بہت سی صفات اور اداب اور کردار اور رفتار کو دوسرے ان انسانوں سے لیتا ہے کہ جن کے ساتھ بود و باش اور ارتباط رکھتا ہے_ در حقیقت ان کے رنگ میں رنگا جاتا ہے بالخصوص دوستوں اور میل جول رکھنے والوں سے زیادہ اثر لیتا ہے جو اس کے زیادہ نزدیك ہوتے ہیں_ بداخلاق اور فاسد لوگوں کے ساتھ دوستی انسان کو فساد اور بداخلاقی کی طرف لے جاتی ہے _ انسان کی ایك خاصیت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں کی طرح بناتا ہے اگر کسی کے ہم نشین بداخلاق اور گناہگاروں تو وہ ان کے برے اخلاق اور گناہ سے انس پیدا کر لیتا ہے اور صرف ان کی برائي کو برائي نہیںسمجھتا بلکہ وہ اس کی نگاہ میں اچھائي بھی معلوم ہونے لگتی ہے اس کے برعکس اگر ہم نشین خوش اخلاق اور نیك ہوں تو انسان ان کے اچھے اخلاق اور کردار سے مانوس ہوجاتا ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو انہیں کی طرح بنائے لہذا اچھا دوست اللہ تعالی کی ایك بہت بڑی نعمت ہے اور انسان کی ترقی اور کمال تك پہنچنے کا بہت اچھا کارآمد اور سعادت آور شمار ہوتا ہے_ اس کے برعکس برا دوست انسان کی بدبختی اور راستے سے ہٹنے اور مصائب کا موجب ہوتا ہے لہذا دوست کے انتخاب اور اختیار کرنے کو ایك معمولی کام اور بے اہمیت شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے ایك اہم اور عاقبت ساز کام شمار کرنا چاہئے کیونکہ برا گناہگار دوست برے کاموں کو بھی اچھا بتلایا ہے اورچاہتا ہے کہ اس کے دوست بھی اسی کی طرح ہوجائیں برا دوست نہ دنیا میں کسی کی مدد کرتا ہے اور نہ آخرت کے امور میں مدد کرتا ہے اس کے پاس آنا جانا بے عزتی اور رسوائي کا موجب ہوتا ہے_(188)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' کسی مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ فاسق احمق دروغ گو سے دوستی کرے_(189)

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' انسان اپنے دوست اور ہم نشین کے دین پر ہوتا ہے_(190)
حضرت علیہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' فاسق انسان سے دوستی کرنے میں حتمی طور سے اجتناب کرو

اس واسطے كہ شر شر سے جا ملتا ہے_ (191)
امير المومنين عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ " برے اور شرير لوگوں سے ميل جول ركھنے سے حتمى طور سے پرہيز كر كيونكہ برا دوست آگ كى طرح ہوتاہے كہ جو بھى اس كى نزديك جائيگا جل جائيگا_(192)
حضرت على عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ " برے دوست كے ساتھ ميل جول سے حتما پرہيز كر كيونكہ وہ اپنے ہم نشين كو ہلاك كرديتا اور اس كى آبرو كو ضرر پہنچاتا ہے_(193)
لہذا جو انسان اپنے نفس كو پاك كرنا چاہتا ہے اگر اس كے برے دوست ہيں تو ان سے ميل جول فورا ترك كردے كيونكہ برے دوست ركھتے ہوئے گناہوں كا چھوڑنا بہت مشكل ہے برے دوست انسان كے اپنے نفس كو پاك كرنے كے ارادے كو سست كرديتے ہيں اور اسے گناہ اور فساد كى طرف راغب كرتے ہيں گناہ كرنا بھى ايك عادت ہے اور يہ اس صورت ميں چھوڑى جا سكتى ہے جب دوسرے عادت ركھنے والوں سے ميل جول ترك كردے_

5_ لغزش كے مقامات سے دور رہنا_

نفس كو پاك كرنا اور گناہ كا چھوڑ دينا اور وہ بھى ہميشہ كے لئے كوئي آسان كام نہيں ہے بلكہ يہ بہت مشكل كام ہے_ انسان ہر وقت لغزش اور گناہ كے ميدان ميں رہتا ہے_ نفس امارہ برائيوں كى دعوت ديتا رہتا ہے اور نفس جو جسم كے حكم ماننے كا مركز ہے وہ ہميشہ بدلتا اور دگرگون ہوتا رہتا ہے_ دنيا ميں رونما ہونے والے واقعات سے متاثر ہوتا ہے اور اسى كے مطابق فرمان جارى كرتا اور پھر وہ اسے كيسے سنتا اور ديكھتا اور كن شرائط ميں قرار پاتا ہے_ انسان مجالس اور محافل معنوى اور عبادات اور احسان نيك كاموں كے ماحول ميں جانے سے اچھے كاموں كے بجالانے كى طرف مائل ہوتا ہے برعكس فسق و فجور اور گناہ كے مراكز اور محافل ميں جانے سے انسان گناہ كى طرف لے جايا جاتا ہے_

معنوى ماحول ديكھنے سے انسان معنويات كى طرف رغبت كرتا ہے اور شہوت انگيزى ماحول ديكھنے سے انسان شہوت رانى كے لئے حاضر ہوجاتا ہے اگر كسى عيش و نوش كى مجلس ميں جائے تو عياشى كى طرف مائل ہوتا ہے اور اگر كسى دعا و نيائشے كى مجلس ميں حاضر ہو تو خدا كى طرف توجہ پيدا كرتا ہے_ اگر دنيا داروں اورمتاع كے عاشقوں كے ساتھ بيٹھے تو حيوانى لذت كى طرف جايا جاتا ہے اور اگر خدا كے نيك اور صالح بندوں كے پاس بيٹھے نيكى اور خوبى كى طرف رغبت كرتا ہے_ لہذا جو لوگ اپنے نفس كو پاك كرنے اور گناہوں كے ترك كرنے كا ارادہ ركھتے ہيں تو ان كے لئے ضرورى ہے كہ وہ اپنى آنكھوں كانوں كوشہوت انگيز اور خرابى و فساد اور گناہوں كے محافل اور مراكز سے دور ركھيں اور اس طرح كى محافل اور اجتماع ميں شريك نہ ہوں اور اس طرح كے لوگوں كے ساتھ ميل جول اور دوستى نہ ركھيں اگر انسان نہيں كريں گے تو پھر ہميشہ كے لئے گناہ اور خطا اور لغزش كے ميدان ميں واقع ہوتے رہيں گے اس لئے تو اسلام نے حرام كے اجتماع اور محافل جيسے جوئے بازى شراب و غيرہ ميں شريك ہونے سے روكا ہے_ نامحرم كو ديكھنا اور غير محرم عورت كے ساتھ تنہائي ميں بيٹھنا اور اس سے مصافحہ كرنا اور اس سے

ہنسی اور مزاح کرنے سے منع کیا ہے_ اسلام میں پردے کے لئے سب بڑی حکمت اور مصلحت یہی چیز ہے_ اسلام چاہتا ہے کہ ماحول گناہوں کے ترك کردینے اور نفس کو پاك کرنے کے لئے سازگار ہو اس کے علاوہ کسی اور صورت میں نفس امارہ پر کنٹرول کرنا غیر ممکن ہے کیونکہ فاسد ماحول انسان کو فساد کی طرف لے جاتا ہے یہاں تك کہ صرف گناہ کی فکر اور سوچ بھی انسان کو گناہ کی طرف بلاتی ہے لہذا اسلام ہمیں کہتا ہے کہ گناہ کی فکر اور سوچ کو بھی اپنے دماغ میں راستہ نہ دو_
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جب آنکھ کسی شہوت کو دیکھ لے تو پھر اس کی روح اس کے انجام کے سوچنے سے اندھی ہوجاتی _(194) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' گناہ کا سوچنا اور فکر کرنا تجھے گناہ کرنے کا شوق دلائے گا_(195)

خودپسندی اور خودخواہی تمام مفساد کی جڑ ہے

علماء اخلاق نے خودپسندی اور خودخواہی کی صفت کو ام الفساد یعنی فساد کی جڑی قرار دیا ہے اور تمام گناہوں اور تمام بری صفات کا سبب خودپسندی بتلایا ہے_ لہذا نفس کو اس سے پاك کرنے میں بہت ہی زیادہ کوشش کرنی چاہئے_ ہم کو پہلے خودپسندی اور خودخواہی کے معنی بیان کرنے چاہئیں اس کے بعد اس بری صفات کے برے اثرات اور اس سے مقابلہ کرنے کی تشریح کرنی چاہئے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ہر زندہ شے کو اپنی ذات اور صفات کمالات اور افعال اور آثار سے محبت اور علاقمندی ہوا کرتی ہے یعنی فطرت اور طبیعت میں خودپسند اور خودخواہ ہوا کرتے ہیں لہذا یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ خودپسند کو بطور کلی برا جانا جائے بلکہ یہ توضیح اور تشریح کا محتاج ہے_ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انسان دو وجود اور دو خود اور دو میں رکھتا ہے ایك حیوانی وجود اور میں اور دوسرا انسانی وجود اور میں _ اس کا انسانی وجود اور میں اللہ تعالی کی ایك خاص عنایت ہے جو عالم ملکوت سے نازل ہوا ہے تا کہ وہ زمین میں اللہ کا خلیفہ ہو_ اس لحاظ سے وہ علم اور حیات قدرت اور رحمت احسان اور اچھائي اور کمال کے اظہار سے سنخیت رکھتا ہے اور انہیں کا چاہنے والا ہے لہذا اگر انسان اپنے آپ کو پہچانے اور اپنے وجود کی قیمت کو جانے اور اسے محترم رکھے تو وہ تمام خوبیوں اور کمالات کے سرچشمہ کے نزدیك ہوگا اور مکارم اخلاق اور فضائل اور اچھائیوں کواپنے آپ میں زندہ کرے گا لہذا اس طرح کی خودپسندی اور خودخواہی کو برا نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس قسم کی خودپسندی اور خودخواہی قابل مدح ہوا کرتی ہے کیونکہ در حقیقت یہ خودخواہی والی صفت نہیں ہے بلکہ در حقیقت یہ خدا خواہی اور خدا طلبی والی صفت ہے جیسے کہ پہلے بھی تجھے معلوم ہو چکا ہے اور آئندہ بھی تجھے زیادہ بحث کر کے بتلایا جائیگا_

انسان کا دوسرا وجود اور مرتبہ حیوانی ہے اس وجود کے لحاظ سے انسان ایك ٹھیك ٹھاك حیوان ہے اور تمام حیوانی خواہشات اور تمایلات اور غرائز رکھتا ہے اس واسطے کہ اس جہان میں زندہ رہے اور زندگی کرتے تو اسے حیوانی خواہشات کو ایك معقول حد تك پورا کرنا ہوگا_ اتنی حد تك ایسی خودخواہی اور خودپسندی بھی ممنوع اور قابل مذمت نہیں ہے لیکن سب سے اہم اور سرنوشت ساز بات یہ ہے کہ جسم کی حکومت عقل اور ملکوتی روح کے اختیار میں رہے یا جسم نفس امارہ اور حیوانی میں کا تابع اور محکوم

رہے_

اگر تو جسم پر عقل اور انسانی خود اور میں حاکم ہوئي تو وہ حیوانی خود اور خواہشات کو اعتدال میں رکھے گا اور تمام انسانی مکارم اور فضائل اور سیر و سلوك الی اللہ کو زندہ رکھے گا_ اس صورت میں انسانی خود جو اللہ تعالی کے وجود سے مربوط ہے اصالت پیدا کرلے گی اور اس کا ہدف اور غرض مکارم اخلاق اور فضائل اور قرب الہی اور تکامل کا زندہ اور باقی رکھنا ہوجائیگا اور حیوانی خواہشات کو پورا کرنا طفیلی اور ثانوی حیثیت بن جائیگا لہذا خود پسندی اور خودخواہی اور حب ذات کو محترم شمار کرنا قاتل مذہب نہیں رہے گا ہو گیا تو وہ عقل اور انسانی خود اور میں کو مغلوب کرکے _ اسے جدا کر دیگا اور سراسر جسم ہی منظور نظر ہوجائیگا اس صورت میں انسان آہستہ آہستہ خدا اور کمالات انسانی سے دور ہوتا جائیگا اور حیوانی تاریك وادی میں جاگرے گا اور اپنے انسانی خود اور میں کو فراموش کر بیٹھے گا اور حیوانیت کے وجود کو انسانی وجود کی جگہ قرار دے دیگا یہی وہ خودپسندی اور خودخواہی ہے جو اقابل مدمت ہے اور جو تمام برائیوں کی جڑ ہوتی ہے خود خواہ انسان صرف حیوانی خود کو چاہتا ہے اور بس _ اس کے تمام افعال اور حرکات کردار اور گفتار کا مرکز حیوانی خواہشات کا چاہنا اور حاصل کرنا ہوتا ہے_ مقام عمل میں وہ اپنے آپ کو حیوان سمجھتا ہے_ اور زندگی میں سوائے حیوانی خواہشات اور ہوس کے اور کسی ہدف اور غرض کو نہیں پہچانتا_ حیوانی پست خواہشات کے حاصل کرنے میں اپنے آپ کو آزاد جانتا ہے اور ہر کام کو جائز سمجھتا ہے اس کے نزدیك صرف ایك چیز مقدس اور اصلی ہے اور وہ ہے اس کا حیوانی نفس اور وجود_ تمام چیزوں کو یہاں تك کہ حق عدالت صرف اپنے لئے چاہتا ہے اور مخصوص قرار دیتا ہے اور بس _ وہ حق اور عدالت جو اسے فائدہ پہنچائے اور اس کی خواہشات کو پورا کرے اسے چاہتا ہے اور اگر عدالت اسے ضرر پہنچائے تو وہ ایسی عدالت کو نہیں چاہتا بلکہ وہ اپنے لئے صحیح سمجھتا ہے کہ اس کا مقابلہ کرے یہاں تك کہ قوانین اور احکام کی اپنی پسند کے مطابق تاویل کرتا ہے یعنی اس کے نزدیك اپنے افکار اور نظریات اصالت اور حقیقت رکھتے ہیں اور دین اور احکام اور قوانین کو ان پر منطبق کرتا ہے_

خودپسند اور خودخواہ انسان چونکہ فضائل اور کمالات اور اخلاق حقیقی سے محروم ہوتا ہے لہذا وہ اپنے آپ کو :جھوٹے کام اور مرہوم اور بے فائدہ اور شہوت طلبی مقام اور منصب حرص اور طمع تکبر اور حکومت کھانا پینا اور سنا اور لذات جنسی و غیرہ میں مشغول رکھتا ہے اور اسی میں خوشحال اور سرگرم رہتا ہے اور اللہ کی یاد اور اس کو کمالات تك پہنچانے کے لئے کوشش کرنے سے غافل رہتا ہے_

خودخواہ اور خودپسند انسان چونکہ نفس امارہ کا مطیع اور گروید ہوتاہ ے لہذا زندگی میں سوائے نفس کی خواہشات کی حاصل کرنے اور اسے جتنا ہو سکے خوش رکھنے کے علاوہ اس کی کوئي اور غرض نہیں ہوتی اور ان حیوانی خواہشات کے حاصل کرنے میں کسی بھی برے کام کے انجام دینے سے گریز نہیں کرتا اور ہر برے کام کی تاویل کرکے اسے جائز قرار دے دیتا ہے وہ صرف حیوانی خواہشات تك پہنچانا چاہتا ہے

اور اس تك پہنچنے میں ظلم کرنے جھوٹ بولنے تہمت لگانے وعدہ خلافی کرنے دھوکا دینے خیانت کرنے اور اس طرح کے دوسرے گناہوں کے بجالانے کو جائز اور صحیح قرار دیتا ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر گناہ در حقیقت ایك قسم کی خودخواہ یا ور خودپسند ہے کہ جو اس طرح اس کے سامنے ظاہر ہوئي ہے مثال کے طور پر ظلم اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا خودخواہی اور خودپسندی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے_ اسی طرح جھوٹ غیبت بد زبانی عیب جوئي حسد انتقام لینا یہ سب پستیاں خود اور خودپسندی شمار ہوتی ہیں جو ان صورتوں میں نمایاں ہو کر سامنے اتی ہیں اسی لئے تمام برائیوں کی جڑ خودپسندی کو قرار دیا جاتا ہے_

خودخواہی اور خودپسندی کے کئي مراتب اور درجات ہیں کہ سب سے زیادہ مرتبہ خود پرستی اور اپنے آپ کی عبادت کرنا ہوجاتا ہے_ اگر اس بری صفت سے مقابلہ نہ کیا جائے تو آہستہ آہستہ شدت پیدا کرلیتی ہے اور ایك ایسے درجہ تك پہنچ جاتی ہے کہ پھر اپنے نفس امارہ کو معبود اور واجب الاطاتمہ اور خدا قرا ردے دیتی ہے اور عبادت کرنے اور خواہشات کے بجالانے میں اطاعت گذار بنا دیتی ہے_ خداوند عالم ایسے افراد کے بارے میں فرماتا ہے کہ '' وہ شخص کہ جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا قرار دے رکھا ہے اسے تو نے دیکھا ہے؟ _(196)

کیا عبادت سوائے اس کے کوئي اور معنی رکھتی ہے کہ عبادت کرنے والا اپنے معبود کے سامنے تواضع اور فروتنی کرتا ہے اور بغیر چون و چرا کے اس کے احکام اور فرمایشات کو بجلاتا ہے؟ جو انسان خودپسند ار خود خواہ ہوتا ہے وہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کو واجب الاطائمہ قرار دیتا ہے اور اس کے سامنے تواضع اور فروتنی اور عبادت کرتا ہے بغیر چون و چرا کے اس کی فرمایشات کو بجالاتا ہے جو انسان خودخواہ اور خودپسند ہوتا ہے وہ کبھی موحد نہیں ہو سکتا_

تمام گناہوں کی جڑ دنیا طلبی ہے

آیات قرآنی اور روایات اہل بیت علیہم السلام میں دنیا کی بہت زیادہ مذمت وارد ہوئي ہے اور اسے لہو اور لعب یعنی کھیل اور کود غرور و تکبر کا سرمایہ قرار دیا گیا ہے کہ جس میں مشغول ہو جانا مومنین کی شان نہیں ہے اور اس سے بہت زیادہ پرہیز کیا جائے_ جیسے قرآن میں آیا ہے''تھوڑی دنیا بھی دھوکے دینے والے سرمایہ کے علاوہ کچھ نہیں_(197)

نیز خداوند عالم فرماتا ہے کہ '' دنیا سوائے کھیل اور ہوسرانی کے اور کچھ نہیں آخرت کا گھر نیکو کاروں کے لئے بہتر ہے کیا سوچ اور فکر نہیں رکھتے؟_(198)

نیز اللہ تعالی فرماتا ہے کہ '' جان لو کہ دنیا کی زندگی سوائے کھیل ہو سرانی زینت اور تفاخر اور اولاد کے زیا دہ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس کی مثال اس بارش کی ہے جو وقت پر برسے اور سبزہ زمین سے نکلے کہ جو بڑوں کو تعجب میں ڈال دے اس کے بعد دیکھے گا کہ وہ زرد اور خشك اور خراب ہوجائے گي_ آخرت میں اس کے پیچھے سخت عذاب آ پہنچے گا_(199)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں کیونکہ دنیا شیریں اور خوشمنا ہوا کرتی ہے شہوات اور ھوی اور ہوس سے مخلوط ہے وہ اپنے آپ کو دل پسند جلدی ختم ہو جانے والی

چیزوں کے ذریعے محبوب بناتی ہے اور معمولی چیزوں سے تعجب میں ڈالتی ہے_ امیدوں اور دھوکے دہی سے زینت کرتی ہے اس کی خوشی کو دوام حاصل نہیں اور اس کی مصیبتوں اور گرفتاریوں سے امان نہیں ہوتی بہت فریب دینی والی اور نقصان وہ ہے متغیر اور زوال پذیر ہے فنا اور ہلاك ہوجانے والی ہے انسانوں کو کھا جانے اور ہلاکت کردینی والی ہوا کرتی ہے_(200)

نیز آنحضرت نے فرمایا'' دنیا آرزو اور تمنا کا گھر ہے اور فنا ہوجائیگی اس کے رہنے والے وہاں سے چلے جائیں گے شیرین اور خوشمنا ظاہر ہوتی ہے بہت جلدی دنیا کے طلب کرنے والوں کے پاس جاتی ہے اور ان کے دلوں میں جو اس سے علاقمندی ظاہر کرتے ہیں گھر کر جاتی ہے_(201)

اس طرح کی آیات اور روایات بہت زیادہ موجود ہیں جو دنیا کی مذمت بیان کرتي ہیں اور لوگوں کو اس سے ڈراتی ہیں بالخصوص نہج البلاغہ جیسے گران بہا کتاب میں دنیا اور اہل دنیا کی بہت زیادہ مذمت وارد ہوئي ہے_ حضرت علی علیہ السلام لوگوں سے چاہتے ہیں کہ دنیا کو ترك کریں اور آخرت کی فکر کریں آنحضرت لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں ایك اہل دنیا اور دوسرا اہل آخرت اور ان میں سے ہر ایك کے لئے ایك خاص پروگرام ہوا کرتا ہے_

قرآن میں آیا ہے کہ '' جو شخص دنیا مال و متاع کا خواہش مند ہو ہم اسے اس سے بہرہ مند کرتے ہیں اور جو آخرت کے ثواب کا طالب ہوگا ہم اسے وہ عنایت کرتے ہیں_(202)

خدا فرماتا ہے کہ '' مال و متاع اور اولاد دنیا کی زینت ہیں لیکن نیك عمل باقی رہ جاتا اور وہی تیرے پروردگار کے نزدیك بہتر اور نیك آرزو اور تمنا ہے_ (203)

دنیا کیا ہے؟

بہر حال اسلام دنیا کو قاتل مذمت قرا ردیتا ہے اور اس سے زاہد رہنا طلب کرتا ہے لہذا ضروری ہے کہ واضح کریں کہ دنیا کیا ہے اور کس طرح اس سے پرہیز کیا جائے؟

کیا دنیا ہر وہ چیز جو اس جہان میں جیسے زمین سورج ستارے حیوانات ، نباتات، درخت، معاون اور انسان ہیں کا نابم ہے؟ اس کے مقابلے میں آخرت یعنی ایك دوسرا جہان ہے؟ اگر دنیا سے یہ مراد ہو تو پھر دنیا کی زندگی کام کرنے خورد و نوش آرام اور حرکت و غیرہ جو دنیا کی زندگی سے مربوط ہیں کا نام ہوگا_ کیا اسلام میں کسب معاش اور کام کرنے اور روزی حاصل کرنے اور اولاد پیدا کرنے اور نسل کو بڑھانے کی مذمت کی گئي ہے؟ کیا زمین اور آسمان حیوانات اور نباتات بری چیزیں ہیں_ اور انسان کو ان سے پرہیز کرنا چاہئے؟

کیا اسلام کام اور کوشش کرنے روزی کو حاصل کرنے اور تولید نسل کی مذمت کرتا ہے؟ یہ تو قطعا ایسا نہیں ہے یہ تمام چیزوں اللہ تعالی کی بنائي ہوئي ہیں اگر یہ چیزیں بری ہوتیں تو اللہ تعالی ا نہیں پیدا ہی نہ کرتا _ خداوند عالم ان تمام چیزوں کو اپنی بہت بڑی خوشمنا نعمتیں جو انسان کے مطیع قرار پائي ہیں جانتا ہے تا کہ انسان ان سے فائدے حاصل کرے_ تنہا مال اور دولت قابل مذمت نہیں ہے بلکہ اسے قرآن میں خیر اور اچھائي کے طور پر ظاہر کیا ہے_

قرآن میں آیا ہے _ '' ان ترك خیرا الوصیتہ للوالدین و الاقربین (204) _ حلال روزی کمانے اور کام اور کوشش کی مذمت ہی نہیں کی گئي بلکہ بہت سی روایات میں اسے بہترین عبادت بھی شمار کیا گیا ہے جیسے

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' عبادت کی سترجزو ہیں ان میں سب سے زیادہ افضل حلال روزی کا طلب کرنا ہے_(205)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جو شخص دنیا میں اپنی روزی حاصل کرے تا کہ لوگوں سے بے پرواہ ہوجائے اور اپنے اہل و عیال کی روزی کو وسیع کرے اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ احسان کرے وہ قیامت کے دن خدا سے ملاقات کرے گا جبکہ اس کی صورت چودہویں کے چاند کی طرح چمك رہی ہوگي_ (206)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جو شخص اپنے اہل و عیال کی روزی کی تلاش کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو خدا کے راستے سے جہاد کرتے ہیں_ (7 20)

روایات میں کام اور کوشش زراعت اور تجارت کرنے یہاں تك کہ نکاح کرنے کی سفارش کی گئي ہے اور پیغمبر اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی سیرت بھی یوں ہی تھی کہ وہ کام کرتے تھے_ علی ابن ابیطالب جو تمام زاہدوں کے سردار ہیں کام کرتے تھے پس سوچنا چاہئے کہ جس دنیا کی مذمت کی گئي ہے وہ کونسی ہے؟ بعض علماء نے کہا کہ دنیا قاتل مذمت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ دل بستگی قابل مذمت ہے_ بعض آیات اور روایات میں دنیا سے وابستگی اور علاقمندی کی مذمت بھی وارد ہوئي ہے_

قرآن مجید میں آیا ہے ''خواہشات نفسانی سے وابستگی اور علاقمندی جیسے اولاد اور عورتیں زر و جواہر کی ہمیانوں اور اچھے گھوڑے چارپائوں اور زراعت نے لوگوں کے سامنے آرائشے اور خوشمنائي کر رکھی ہے یہ سب دنیا کا مال اور متاع ہے لیکن نیك کام خدا کے نزدیك موجود ہیں_(208)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے '' خبردار کہ دنیا کو دوست رکھو کیونکہ دنیا کی محبت ہر گناہ کر جڑ اور ہر مصیبت اور بلا کا سرچشمہ ہے_ (209)

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' دنیا سے دلبستگی اور علاقمندی ہر خطاء اور گناہ کا سرہے یعنی سب کچھ ہے_ (210)

اس طرح کی آیات اور روایات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے امور سے دلبستگی اور علاقمندی قابل مذمت ہے نہ یہ کہ خود دنیا قاتل مذمت ہے_ یہاں پر پھر سوال پیدا ہوگا کہ کیا دنیا سے بطور اطلاق محبت اور دلبستگی اور علاقمندی قابل مذمت ہے اورانسان کو اپنی بیوی اور اولاد مال اور دولت مکان اور متاع خورد اور خوراك سے بالکل دلبستگی اور علاقمندی نہیں کرنی چاہئے؟ آیا اس طرح کا مطلب کہا جا سکتا ہے؟ جب کہ ان امور سے محبت اور دلبستگی انسان کی فطری اور طبیعی چیز ہے خداوند عالم نے انسان کو اس فطرت پر خلق فرمایا ہے_ کیا انسان ایسا کر سکتا ہے کہ وہ اپنی بیوی اور اولاد سے محبت نہ رکھے؟ کیا انسان خوراك پوشاك اور اس دنیا کی زیبائي سے محبت نہ رکھے ایسا کر سکتا ہے؟ اگر ان چیزوں سے محبت کرنا برا ہوتا تو خداوند عالم انسان کو اس طرح پیدا نہ کرتا_ انسان زندہ رہنے کے لئے ان چیزوں کا محتاج ہے اور اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ وہ طبعا ان چیزوں کی طرف میلان رکھے_ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لوگ دنیا کے فرزند ہیں اور کسی کو مال سے محبت رکھنے پر ملامت نہیں کی جاتي_ (211)

روایات میں اولاد اور عیال سے محبت کرنے کی سفارش کی گئي ہے_ خود پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ اطہار اپنے اہل و عیال اور اولاد سے محبت کا اظہار کیا کرتے تھے_ بعض خوراك کو پسند فرماتے تھے اور ان سے بھی علاقہ کا اظہار کیا کرتے تھے لہذا زمین، آسمان، نباتات، درخت، معاون حیوانات اور دوسری اللہ کی نعمتیں نہ قابل مذمت ہیں اور نہ بری اور نہ ہی اہل و اعیال اور اولاد اور مال و متاع برے ہیں اور نہ ہی ان سے محبت اور لگائو اور دنیاوی زندگی بری ہے بلکہ بعض روایات میں تو دنیا کی تعریف بھی کی گئي ہے_ امیرالمومنین علیہ السلام اس کی جواب میں جو دنیا کی مذمت کر رہا تھا فرمایا کہ دنیا سچائي اور صداقت کا گھر ہے اس کے لئے گھر ہے جو اس کی تصدیق کرے اور امن و امان اور عافیت کا اس کے لئے گھر ہے جو اس کی حقیقت کو پہچان لے اور اس کے لئے بے نیاز ہونے کا مکان ہے جو اس کے زادراہ حاصل کرے اور نصیحت لینے کا محل ہے اس کے لئے جو اس سے نصیحت حاصل کرے_ دنیا اللہ کے دوستوں کی مسجد اور اللہ کے فرشتوں کے لئے نماز کا مکان ہے_ دنیا اللہ تعالی کی وحی نازل ہونے کا مکان ہے اور خدا کے اولیاء کے لئے تجارت کی جگہ ہے انہوں نے دنیا میں اللہ کے فضل اور رحمت کو حاصل کیا ہے اور بہشت کو منفعت میں حاصل کیا ہیں_(212)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " دنیا آخرت کے لئے بہت بہترین مددگار ہے_ (213)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو شخص حلال مال کو حاصل کرنا پسند نہیں کرتا تا کہ وہ اس کے ذریعے اپنی آبرو اور عزت کی حفاظت کرے اور قرض اداد کرے اور صلہ رحم بجالائے تو اس میں کوئي اچھائي اور بھلائي موجود نہیں ہے_ (214)
لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کونسی دنیا قابل مذمت ہے اور دنیا سے محبت کرنے کو تمام گناہوں کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے وہ کونسی دنیا ہے؟
میں نے ان تمام آیات اور روایات سے یوں استفادہ کیا ہے کہ دنیا داری اور دنیا کا ہو جانا اور دل دنیا کو دے دینا قابل مذمت ہے نہ فقط دنیاوی امور سے لگائو اور دنیا کے موجودات اور اس دنیا میں زندگی کرنا قابل مذمت ہے_ اسلام لوگوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا کوویسے پہچانیں کے جیسے وہ ہے اور اتنی ہی مقدار اسے اہمیت دیں اور اس سے زیادہ اسے اہمیت نہ دیں_ جہاں کی خلقت کی غرض اور اپنی خلقت کی غرض کو پہچائیں اور صحیح راستے پر چلیں اگر انسان اس طرح ہوجائیں تو وہ اہل آخرت ہونگے اور اگر ان کی رفتار اور کردار اس غرض کے خلاف ہو تو پھر وہ اہل دنیا کہلائیں گے اور ہونگے_

دنیا کی حقیقت

اس مطلب کی وضاحت کے لئے پہلے دنیا کی اسلام کی رو سے حقیقت اور ماہیت کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد جو اس سے نتیجہ ظاہر ہوگا اسے بیان کریں گے اسلام دو جہان کاعقیدہ رکھتا ہے ایك تو یہی مادی جہان کہ جس میں ہم زندگی کر رہے ہیں اور جسے دنیا کہا اور نام دیا جاتا ہے_ دوسرا اس کے بعد آنے والا جہان کہ جہاں مرنے کے بعد جائیں گے اسے آخرت اور عقبی کا جہان کہا اور نام دیا جاتا ہے_ اسلام عقیدہ رکھتا

ہے كہ انسان كى زندگى اس جہان ميں مرنے سے ختم نہيں ہوجاتى بلكہ مرنے كے بعد انسان آخرت كے جہاں كى طرف منتقل ہوجائيگا_ اسلام اس جہان كو گذر گاہ اور فانى مكان قرار ديتا ہے جو آخرت كے جہان جانے كے لئے ايك وقتى ٹھہرنے كى جگہ ہے_ اور آخرت كے جہان كو دائمى اور ابدى رہنے كى جگہ قرار ديتا ہے_ انسان اس دنيا ميں اس طرح نہيں آيا كہ كئي دن زندگى كرے اور اس كے بعد مرجائے اور ختم اور نابود ہوجائے بلكہ انسان اس جہان ميں اس لئے آيا ہے كہ يہاں علم او رعمل كے ذريعے اپنے نفس كى تربيت اور تكميل كرے اور آخرت كے جہاں ميں ہميشہ كے لئے خوش اور آرام سے زندگى بسر كرے لہذا دنيا كا جہان آخرت كے جہاں كے لئے كھيتى اور تجارت كرنے اور زاد راہ كے حاصل كرنے كى جگہ ہے گرچہ انسان اس جہان ميں زندہ رہنے اور زندگى كرنے كے لئے مجبور ہے كہ ان نعمتوں سے جون خدا نے اس جہان ميں خلق كى ہيں استفادہ كرے ليكن ان نعمتوں سے فائدہ حاصل كرنا انسان كى زندگى كى غرض اور ہدف نہيں ہے بلكہ يہ مقدمہ اور تمہيد ہے انسان اور اس جہاں كے خلق كرنے كى غرض اور ہدف يہ نہيں كہ انسان يہاں كى زندگى كو خوب مرتب اور مرفح الحال بنائے اور مختلف لذائز اور تحقيقات سے زيادہ سے زيادہ فائدہ حاصل كرے بلكہ انسان كے خلق كرنے كى غرض ايك بہت بلند اور عالى تر غرض ہے يعنى انسان اپنے انسانى شريف جوہر كى يہاں پر پرورش اور تربيت كرے اور اس كى نگاہ اللہ تعالى كى طرف سير و سلوك اور تقرب كو حاصل كرنا ہو_ جيسے اميرالمومنين على عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ '' دنيا اس لئے خلق نہيں ہوئي كہ وہ تيرا ہميشہ كے لئے گھر ہو بلكہ دنيا گذر نے كى جگہ ہے تا كہ نيك عمل كے ذريعے تو اپنى ہميشہ رہنے والى جگہ كے لئے زاد راہ حاصل كرے لہذا تم دنيا سے چلے جانے كے لئے جلدى كرو اور يہاں سے جانے كے لئے اپنے لئے سوارى كو آمادہ اور مہيا كرو_ (215)

نيز حضرت على عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ '' اے دنيا كے لوگو دنيا گذر جانے كى جگہ ہے اور آخرت باقى رہنے كا محل ہے لہذا گزرنے والى جگہ سے ہميشہ رہنے والے مكان كے لئے سامان اور زاد راہ حاصل كرو_ اور اپنے رازوں كے پردے كو اس كے سامنے جو تمہارے رازوں سے واقف ہے پارہ نہ كرو اپنے دلوں كو دنيا سے خالى كرو اس سے پہلے كہ تمہارے بدن اس دنيا سے خارج ہوجائيں_ تم اس دنيا ميں امتحان ميں واقع كئے جائو گے اور تم اس دنيا كے علاوہ كے لئے پيدا كئے گئے ہو جب انسان مرجاتا ہے لوگ كہتے ہيں كہ كيا چھوڑ كرگيا ہے اور فرشتوں كہتے ہيں كہ كيا لے كرايا ہے اور كيا اپنے لئے يہاں كے لئے بھيجا ہے؟ خدا تمہارے باپ پر رحمت نازل كرے كہ تم اپنے مال سے كچھ آئندہ كے لئے روانہ كرو تا كہ خدا كے نزديك تمہارے لئے بطور قرض كے باقى ہو اور تمام مال دنيا ميں چھوڑ كرنہ رو كہ اس مال كے حقوق تمہارى گردن پر باقى رہ جائيں_ (216)

نيز حضرت على عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ '' خبردار رہو كہ يہ دنيا كہ جس كى تم اميد ركھتے ہو اور اس سے محبت اور علاقہ مند ہو كبھى تمہيں غضب ميں لاتى ہے اور كبھى تمہيں خوش كرتى ہے يہ نہ تمہارا گھر

ہے اور نہ ہی تمہاری ٹھہرنے کی جگہ ہے کہ جس کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو اور نہ ہی یہ تمہارے لئے مکان ہے کہ جس کی طرف تم بلائے گئے ہو یہ جان لو کہ نہ ہی یہ دنیا تمہارے لئے ہمیشہ رہے گی اور نہ تم اس میں ہمیشہ کے لئے باقی رہو گے گرچہ دنیا تمہیں اپنی زینت اور خوبصورتی کی وجہ سے دھوکا دیتی ہے_ لیکن برائیوں اور شر کے ہونے سے بھی تمہیں ڈراتی ہے لہذا ان ڈرانے والی چیزوں کو جو یہ رکھتی ہے اس کے غرور اور دھوکے میں نہ آئو اور اس سے دست بردار ہوجائو اس کی ڈرائي جانے والی چیزوں کی وجہ سے اس کے طمع دلانے سے دست بردار ہو جائو اور اس گھر کی طرف جلدی کرو کہ جس کی طرف تمہیں دعوت دی گئي ہے اور اپنے دلوں کو دنیا سے خالی اور منصرف کرو_ **(217)**

آپ نے دیکھ لیا کہ اس حدیث میں دنیا کی حقیقت کس طرح بتلائي گئي ہے کہ یہ فناء ہونے والی اور سفر کی جگہ ہے یہ گذرنے اور سفر کر جانے کے لئے ٹھہرنے کا ایك مقام ہے_ یہ دھوکے اور غرور اور چالبازی کا گھر ہے_ انسان اس کے لئے خلق نہیں ہوا بلکہ آخرت کے جہان کے لئے خلق کیا گیا ہے انسان اس جہاں میں آیا ہے تا کہ اپنے علم اور عمل اور انسانیت کی تربیت اور پرورش کرے اور آخرت کے جہان کے لئے زاد راہ اور توشہ حاصل کرے_

اہل آخرت

اسلام لوگوں سے یہ چاہتا ہے کہ دنیا کو اس طرح پہچانیں کہ جیسے وہ ہے اور اپنے اعمال اور کردار کو اسی طرح بجالائیں جیسے کہ وہ دنیا ہے جن لوگوں نے دنیا کو جس طرح کہ وہ ہے پہچان لیا ہے تو پھر وہ اس دنیا کے عاشق اور دیوانے نہیں بنتے اور وہ زر و جواہر کے دھوکے میں نہیں آتے جب کہ وہ اسی دنیا میں زندگی کرتے ہیں اللہ تعالی کی شرعی لحاظ سے نعمتوں سے اور لذات سے استفادہ بھی کرتے ہیں_ لیکن وہ ان کے قیدی اور غلام نہیں بنتے وہ خدا اور آخرت کے جہان کو کبھی نہیں بھلاتے اور ہمیشہ کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنے نیك کاموں کے بجالانے سے آخرت کے جہان کے لئے زاد راہ اور توشہ حاصل کریں_

اس جہان میں زندگی کرتے ہیں لیکن ان کے دل کی آنکھ برتر و بالا افق کو دیکھتی ہے_ ہر لمحہ اور ہر حالت اور ہر عمل میں خدا اور آخرت کے جہان پر نظر رکھتے ہیں اور آخرت کے جہان کے لئے اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں_ دنیا کو آخرت کی کھیتی اور تجارت کا محل جانتے ہیں_ کوشش کرتے ہیں کہ آخرت کے جہان کے لئے زاد راہ حاصل کریں _ دنیا کی تمام چیزوں سے آخرت کے جہان کے لئے فائدہ حاصل کرتے ہیں یہاں تك کہ کام اور کالج اور کھانے پینے ازدواج اور دوسرے دنیاوی کاموں سے بھی آخرت کے جہان کے لئے استفادہ حاصل کرتے ہیں اس طرح کے لوگ دنیا دار نہیں ہوتے بلکہ یہ اہل آخرت ہیں_ ابن ابی یعفور کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت عرض کیا کہ ہم دنیا کو دوست رکھتے ہیں_ آپ نے فرمایا ہے کہ '' دنیا کے مال سے کیا کرتے ہو؟ میں نے عرض کی اس کے ذریعے سے ازدواج کرتا ہوں اور اللہ کے راستے میں صدقہ دیتا ہوں_ آپ نے فرمایا کہ یہ تو دنیا نہیں ہے؟ بلکہ یہ تو آخرت ہے_ **(218)**

حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اے خدا کے بندو متوجہ رہو کہ پرہیزگار دنیا میں بھی فائدہ حاصل کرتے ہیں اور آخرت میں بھی فائدہ حاصل کرتے ہیں _ وہ دنیا داروں کے ساتھ دنیا سے فائدہ حاصل کرنے میں شریك ہیں لیکن دنیا دار ان کے ساتھ آخرت میں شریك نہیں ہیں_ انہوں نے دنیا میں عمدہ طریقے سے زندگی بسر کی ہے اور کھانے والی چیزوں سے عمدہ طریقے سے استفادہ کیا ہے انہوں نے دنیا سے وہی استفادہ کیا ہے جو عیاش لوگ اس سے استفادہ کیا کرتے تھے اور وہی استفادہ کیا ہے جو ظالم اور متکبر لوگ کیا کرتے تھے اس کے باوجود یہ لوگ آخرت کا زاد راہ اوردنیا کے تجارت کے محل سے پوری طرح کما کر آخرت کی طرف منتقل ہوگئے ہیں_ دنیا سے زہد کی لذت کو بھی حاصل کیا ہے اور انہیں یقین تھا کہ آخرت میں اللہ تعالی کے جوار رحمت میں اس طرح زندگی کریں گے کہ ان کی کوئي بھی خواہش رد نہیں کی جائیگی اور لذت اور خوشی سے انکا حصہ کم اور ناقص نہیں ہوگا_ (219)

لہذا کام اور کام میں مشغول ہونا اور صنعت اور تجارت اور زراعت اور اسي طرح مقام اور منصب اور اجتماعی ذمہ داری کا قبول کرنا زہد اور اہل آخرت ہونے کے منافی اور ناساز نہیں ہوا کرتا یہ تمام امور اللہ کی رضایت حاصل کرنے اور آخرت کے راستے میں گامزن ہونے میں سموئے جا سکتے ہیں_ امرالمومنین جو اپنی تمام کوشش کام اور کاج میں استعمال کرتے تھے رات کو محراب عبادت میں گریہ و زاری کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے" اے دنیا_ اے دنیا مجھ سے دور ہٹ جا_ کیا مجھے دھوکہ دینے کے لئے میر ے سامنے آئي ہے اور مجھ سے محبت کا اظہار کرتی ہے؟ یہ تیرا وقت نہیں ہے جا کسی دوسرے کو دھوکہ دے مجھے تیری کوئي ضرورت نہیں ہے_ میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں کہ جن میں رجوع بھی نہیں کیا جا سکتا_ تیری زندگی کوتاہ سے اور تیری قیمت معمولی ہے_ اہ زاد راہ تھوڑا ہے اور راستہ اور سفر طویل ہے اور آگے کی منازل عظیم ہیں_ (220)
آپ ایك اور جگہ فرماتے ہیں "اے دنیا مجھ سے دور ہوجا کہ میں نے تیری مہار تیری گرد پر ڈال دی ہے اور تجھے آزاد کردیا ہے_ میں تیرے چنگل سے نکل چکا ہوں اور تیرے جال سے بھاگ گیا ہوں اور تیری لغزش گاہ سے دور ہو چکا ہوں_ (221)

حضرت علی علیہ السلام نے اس حالت میں جب کہ ایك لشکر جرار کے ساتھ جنگ کرنے جا رہے تھے اپنی پھٹی پرانی جوتی ابن عباس کو دکھلائي اور فرمایا کہ " خدا کی قسم یہ پھٹی پرانی جوتی میرے نزدیك حکومت اور امیر ہونے سے زیادہ محبوب ہے مگر یہ کہ میں حق کو برقرار کروں اور باطل کو رد کروں_ (222)
اللہ تعالی کے خاص بندے ایسے ہی تھے اور ہیں_ اس دنیا میں زندگی کرتے ہیں لیکن وہ عالم بالا کو دیکھتے ہیں اور اہل آخرت ہیں_ عام لوگوں کی طرح کام اور کاج کرتے ہیں_ بلکہ حکومت اور فرماندھی اور زمام داری اور زندگی کے امور کو بھی چلاتے ہیں_ اور ان تمام کاموں کو اللہ تعالی کی رضا اور اپنا عملی وظیفہ قرار دیتے ہیں اور شرعی حدود میں رہ کر اللہ تعالی کی نعمتوں سے بھی استفادہ کرتے ہیں اس کے باوجود دنیا

کو تین طلاقیں دے رکھی ہیں اور اس کی محبت کو دل سے نکالا ہوا ہے_ حکومت لینے کے لئے جنگ کرتے ہیں لیکن صرف حق کے دفاع اور عدالت کو برپا کرنے کے لئے نہ یہ کہ حکومت اور ریاست کریں_

اہل دنیا

اگر کسی انسان نے دنیا کو جیسے ہے اس طرح نہ پہچانا ہو دنیا میں ایسے زندگی کرنے میں مشغول ہوگیا ہو کہ گویا اس کے خلق ہونے کی غرض اور غایت یہی دنیا تھی اور آخرت میں کوئي حساب اور کتاب نہیں اور نہ ہی اس دنیا کے علاوہ کوئي اور دنیا ہے کہ جس کی طرف اس نے جانا ہے اور وہ مال اور دولت زن اور فرزند جاہ و جلال اور مقام و منصب کا قیدی اور فریفتہ ہوچکا ہو اور اسی دنیا کی زندگی کو خوب مضبوط پکڑ رکھا ہو اور اسی کے ساتھ ولی لگائو رکھا ہو اور آخرت کی زندگی اور خدا کو فراموش کردیا ہو اور معنوی بلندیوں سے چشم پوشی کر لی ہو اور صرف حیوانی خواہشات کے پورے کرنے اور لذائز دنیوی سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونے میں کمر ہمت باندھ رکھی ہو_ اس طرح کا انسان اور افراد دنیا اور اہل دنیا شمار قسم ہوتے ہیں گرچہ وہ فقیر اور نادار اور گوشہ نشین ہی کیوں نہ ہوں اور ہر قسم کی اجتماعی زمہ داری کے قبول کرنے سے پرہیز ہی کیوں نہ کرتے ہوں_

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے " وہ صرف دنیا کے ظاہر کو دیکھتے ہیں لیکن آخرت سے غافل ہیں_(223)

نیز اللہ تعالی فرماتا ہے" دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی کے مقابلے میں خریداہے_(224)

نیز ارشاد ہوا ہے کہ "کیا تم نے دنیا کی زندگی پر رضایت دے دی ہے؟ جب کہ یہ معمولی ثروت سے زیادہ نہیں ہے_ (225)

اللہ تعالی فرماتا ہے"جو لوگ ہماری ملاقات اور بقا کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی سے دل لگا رکھا ہے اور خوش ہیں اور وہ جو ہماری آیات سے غافل ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا ٹھکانہ جہنم کی اگ میں ہے یہ اس وجہ سے ہوگا کہ جو کچھ انہوں نے دنیا میں کسب کیا ہے_(226)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " انسان کی خدا سے دور ترین حالت اس وقت ہوتی ہے جب وہ سوائے شکم پری اور عورت کے اور کسی چیز کو ہدف اور غرض قرار نہیں دیتا_ (227)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جو دل دنیا کا فریفتہ اور عاشق ہوگا اس میں تقوی اور پرہیزگاری کا داخل ہونا حرام ہوا کرتا ہے_(228)

نیز آنحضرت(ص) نے فرمایا ہے کہ " وہ بہت ہی برا معاملہ اور تجارت ہے کہ جس کی قیمت اور عوض اپنے نفس کو قرار دے دیا جائے اور دنیا کو اس کے عوض جو خدا کے نزدیك ہے عوض بنا لیا جائے_ (229)

اگر دنیا کی مذمت کی گئي ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا غرور اور دھوکا دینے والی اور مشغول رکھ دینے کا مال اور متاع ہے_ دنیا اپنے آپ کو خوبصورت اور شیرین ظاہر کرتی ہے اور انسان کو اسی میں لگائے رکھتی ہے اور انسان کو خدا کی یاد آور آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کرنے سے روکتی ہے_

اسی لئے دنیا کی مذمت وارد ہوئي ہے اور اسے بیان کیا گیا ہے تا کہ انسان ہوشیار رہیں اور اس کی چالوں کا دھوکانہ کھائیں اور اپنے آپ کو دنیا کے قیدی اور غلام نہ بنائیں اور اس پر فریفتہ نہ ہوجائیں_
قابل مذمت دنیا سے لگائو اور عشق ہے اور اپنے خلق ہونے کی غرض کو بھول جانا ہے اور آخرت کی ہمیشگی زندگی اور اللہ کی نعمتوں سے غافل ہو جانا ہے_

اہل دنیا اور اہل آخرت

جو دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے کام کرے وہ اہل آخرت ہے اور جو صرف دنیا میں رہ کر دینا کے لئے کام کرے وہ اہل دنیا اور دنیا دار ہے_

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' دنیا میں لوگ دو قسم پر عمل کرتے ہیں ایك وہ ہے جو دنیا میں رہ کر دنیا کے لئے کام کرتا ہے دنیا نے اسے مشغول کر رکھا ہے اور آخرت سے غفل بنا دیا ہے_ ڈرتا ہے کہ اس کی اولاد اس کے مرنے کے بعد فقیر وجائے لیکن آخرت کے جہان میں خالی ہاتہ جانے سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے اپنی عمر کو دوسروں کے منافع کے لئے خرچ کرتا ہے_ دوسرا وہ ہے جو دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے کام کرتا ہے_ اس کی روزی بھی بغیر کسی مشقت کے پہنچتی رہتی ہے یعنی دنیا اور آخرت کا حصہ اور نصیب اسے ملتا رہتا ہے اور یہ یہ دونوں جہانوں کا مالك ہو جاتا ہے یہ خدا کے نزدیك آبرومند اور محترم ہوگا اور جو کچھ خدا سے طلب کرے گا خدا سے قبول کریگا_(230)
نیز امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' دنیا عبور کرجانے کی جگہ ہے یہ ٹھہر جانے کا گھر نہیں ہے لوگ دو قسم کے ہیں ایك وہ ہے جو اپنے نفس کو دنیا کی بے قیمت اشیاء کے عوض فروخت کردیتا ہے اور اپنے نفس کو ذلت اور خواری میں ڈالتا ہے دوسرا وہ ہے جو اپنے انسانی نفس کو خرید لیتا ہے اور آزاد کر لیتا ہے_ (231)
اہل دنیا اور اہل آخرت میں فرق اس میں نہیں ہوتا کہ دولتمند ہے یا فقیر دنیا کے کاموں میں مشغول ہے ہے یا بیکار ہے_ اجتماعی زمہ داریوں کو قبول کیا ہوا ہے یا نہ لوگوں کے درمیان زندگی کر رہا ہے یا گوشہ نشین ہے کسب و کار تجارت میں مشغول ہے یا تحصیل علم درس تدریس تالیف کتاب وعظ اور نصیحت کرنے میں مشغول ہے_ دنیا کے نعمتوں سے استفادہ کر رہا ہے یا نہ دنیا منصب اور عہدہ پر فائز ہے یا نہ بلکہ ان دو میں اصلی تفاوت اور فرق اس میں ہے کہ دنیاوی امور سے وابستگی اور عشق رکھتا ہے یا امور آخرت کا فریفتہ ہے_ دنیا سے دل لگا رکھا ہے یا آخرت کی زندگی سے _ دنیا کی طرف متوجہہ ہے یا خدا کی طرف_ اپنی زندگی کی غرض اور ہدف حیوانی خواہشات کو قرار دے رکھا ہے یا مکارم اخلاق اور فضائل انسانی کا حصول اور تربیت کرنا_

جو چیز انسان کو اپنے میں مشغول رکھے اور خدا کی یاد آور آخرت کے جہاں کے لئے سعادت اور کوشش سے روکے رکھے وہ دنیا شمار ہوگی گرچہ انسان تحصیل علم اور تدریس اور تالیف کتاب اور وعظ اور

نصیحت امامت جماعت یہاں تك کہ گوشہ نشینی اور دنیا سے زہد اور عبادت بجالا رہا ہو اگر یہ تمام کے تمام غیر خدا کے لئے ہوں تو یہ بھی دنیا شمار ہوگی پس واضح ہوگیا کہ تمام دنیا کے لوگ ایك مرتبے اور قطار میں نہیں ہوتے اسی طرح تمام اہل آخرت بھی ایك رتبے میں نہیں ہوا کرتے بلکہ ایك گروہ اہل دنیا کا سوفیصدی اور بطور کامل دنیا سے لگاؤ رکھتا اور بطور کلی خدا اور آخرت کے جہان سے غافل ہوتا ہیں اس طرح کے ان لوگوں کو دنیا دار اور دنیاپرست کا نام دیا جانا ہوتا ہے_ ان کے مقابلے میں ایك گروہ لوگوں کا ہے جو اللہ تعالی کے خالص بندے ہیں کہ ان کی ساری توجہہ خدا اور آخرت کے جہان کے لئے ہوتی ہے اور سوائے اللہ کی رضا کے انکا کوئي اور ہدف نہیں ہوتا_ پھر ان دونوں گروہوں میں بہت زیادہ درجات اور مراتب ہوتے ہیں جو جتنا دنیا سے لگاؤ اور محبت رکھے گا وہ اسی مقدار کا دنیا دار ہوگا اور اللہ تعالی کے قرب سے دور ہوگا اس کے برعکس جو جتنا زیادہ خدا کی یاد میں آخرت کے جہاں کی فکر میں ہوگا وہ ا تنا تارك دنیا شمار ہوگا خلاصہ دنیادار ہونا اور اہل آخرت ہونا یہ دونوں امر اصطلاحی لحاظ سے اضافی اور نسبی ہوا کرتے ہیں_

تقوی تزکیہ نفس کا اہم عامل

اسلام میں تقوی کو ایك بہت اہم مقام حاصل ہے_ مومنین میں سے متقیوں کو ممتاز شمار کیا جاتا ہے_ تقوی کی لفظ قرآن مجید نہج البلاغہ اور احادیث کی کتابوں خاص طور پر نہج البلاغہ میں بہت زیادہ استعمال ہوئي ہے_ قرآن انسان کی شرافت اور قیمت کا معیار تقوی کو قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ '' خدا کے نزدیك تم میں سے زیادہ محترم اور معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار اور متقی ہو_ (232)

تقوی کو آخرت کے لئے بہترین زاد راہ اور سعادت کا بہت بڑا وسیلہ بتلایا گیا ہے قرآن مجید میں آیا ہے کہ ''تم اپنی آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کرو قرآن مجید میں آیا ہے کہ تم اپنی آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کرو اور بہترین زاد راہ تقوی ہے_ (233)

نیز فرماتا ہے '' جو لوگ نیك اور تقوی رکھتے ہیں ان کے لئے بہت بڑی جزاء ہوگي_(234)

اور پھر فرمایا ہے_ کہ '' جس نے تقوی اختیار کیا اور اچھے کام انجام دیئے اس کے لئے کوئي خوف و ہراس نہیں ہے_ (235) اللہ تعالی فرماتا ہے کہ '' اللہ تعالی کی مغفرت کی طرف جلدی کرو اور بہشت کی طرف جلدی کرو کہ جس کا عرض زمین اور آسمان کے برابر ہے اور جو متقیوں کے لئے آمادہ کی گئي ہے_ (236)

اور فرماتا ہے کہ ''متقی بہشت میں اور نعمت میں زندگی کرتے ہیں اور ان نعمتوں سے کہ جو اللہ تعالی نے انہیں عطا کی ہیں خوش اور خرم ہیں_ (237)

اسی طرح نہج البلاغہ اور احادیث کی کتابوں میں تقوی کو اخلاق کا سردار اور سعادت حاصل کرنے کا بزرگترین وسیلہ بتلایا گیا ہے جیسے_

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''تقوی کو تمام اخلاق کا راس ورئیس قرار دیا گیا ہے_ (238)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' ایك صفت ایسی ہے جو اسے نہ چھوڑے اور پکڑے

رکھے تو اس کے اختیار میں دنیا اور آخرت ہوگی اور وہ بہشت حاصل کرلے گا_ آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ_ وہ صفت کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تقوی ہے_ جو شخص چاہتا ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہو تو تقوی کو اپنا پیشہ بنائے آپ نے اس کے بعد یہ آیت پڑھی کہ جو شخص تقوی کو اپنا پیشہ قرار دے تو خداوند عالم اس کے لئے گشائشے قرار دے دیگا اور اس کے لئے روزی وہاں سے دے گا کہ جس کا اسے گمان تك نہ ہوگا_ (238)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''تقوی کو ہاتھ سے نہ جانے دینا کیونکہ وہ تمام خوبیوں اور خیرات کا جامع ہے_ سوا_ے تقوی کے کوئي اچھائي وجود نہیں رکھتی جو اچھائي تقوی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے تقوی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی خواہ وہ دنیا کی اچھائي اور نیکی ہو یا آخرت کي_ (239)
امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' ہر کام کی شرافت اور قیمت تقوی کے واسطے سے ہوتی ہے صرف متقی سعادت اور نجات کو حاصل کرتے ہیں_ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تحقیق سعادت اور نجات صرف متقیوں کے لئے ہے_(240) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے '' خدا کے بندو_ آگاہ رہو کہ دنیا اور آخرت کی نعمتیں صرف متقی حاصل کرتے ہیں_ دنیاداروں کے ساتھ دنیا کی نعمتوں سے استفادہ کرنے میں شریك ہوتے ہیں لیکن دنیاداروں کے ساتھ آخرت کی نعمتوں میں شریك نہیں ہوتے_ بہترین طریقے سے دنیا میں زندگی کرتے ہیں اور بہترین طریقے سے کھانے والی چیزوں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں_ متقی انہیں نعمتوں سے کہ جن سے مالدار اور سرکش اورمتکبر استفادہ کرتے ہیں وہ بھی استفادہ کرتے ہیں لیکن وہ بہت زیادہ زاد راہ اور منافع لیکر آخرت کے جہان کی طرف منتقل ہوتے ہیں_ دنیا میں زہد کی لذت کو حاصل کرتے ہیں اور علم رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالی کی رحمت کے جوار میں زندگی کریں گے اور جو کچھ خدا سے چاہئیں گے دیئے جائیں گے اور ان کا لذات سے بہرور ہونا ناقص نہیں ہوگا_ (241)

بعض احادیث میں تقوی کو نفس کے پاك کرنے اور نفس کی بیماریوں کو شفا دینے والا قرار دیا گیا ہے
امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں_ ''یقینا تقوی تمہارے دل کی بیماریوں کا شفا دینے والا دارو ہے اور تمہارے نابینا دل کو روشنی دینے والا ہے اور تمہارے بدن کی بیماریوں کے لئے شفا بخش ہے اور تمہارے سینے کے فساد کا اصلاح کرنے والا ہے اور تمہارے نفس کی کثافتوں کو پاك کرنے والا ہے اور تمہاری دید کے پردوں کو جلا بخشنے والا ہے اور تمہارے اندرونی اضطرابات کو آرام دینے والا اور تمہاری تاریکیوں کو روشن کردینے والا ہے_ (242)

احکام کی غرض تقوی ہے

تقوی اسلام میں پردازش اخلاقی اصل اور احکام اسلامی کی تشریع کی غرض بتلائي گئي ہے_ جیسے
خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے_ '' لوگو اپنے پروردگار کی جس نے تمہیں اور تم سے پہلے والے لوگوں کو

خلق فرمایا ہے عبادت کرو شاید باتقوی ہوجاؤ_ (243)
نیز فرماتا ہے '' روزہ تم پر ویسے واجب ہوا ہے جیسے تم سے پہلے والوں پر واجب ہوا تھا شاید تم با تقوی ہوجاؤ_ (244)

اور فرماتا ہے کہ ''خون اور قربانیاں خدا کو نہیں پہنچتیں لیکن تمہارا تقوی خدا کو پہنچتا ہے_(245)اور فرماتا ہے ''آخرت کے لئے زاد راہ اور توشہ حاصل کرو اور بہترین توشہ اور زاد راہ تقوی ہے_ (246)
جیسا کہ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ بعض عبادتوں کی غرض بلکہ اصل عبادت کی غرض یہ تھی کہ لوگ اس کے بجالانے سے باتقوی ہوجائیں بلکہ اسلام کی نگاہ میں تقوی اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ تمام اعمال کے قبول ہونے کا معیار اور راس بتلایا گیا ہے اور عمل بغیر تقوی کے مردود اور بے فائدہ ہوتا ہے قر آن مجید میں سے ہے کہ خداوند عالم نیك اعمال کو صرف متقیوں سے قبول کرتا ہے_
رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا کہ '' تقوی کے حاصل کرنے میں بہت زیادہ عمل اور کوشش کر کیونکہ کوئي عمل بھی جو تقوی کے ساتہ ہو چھوٹا نہیں ہوتا اور کس طرح اسکو چھوٹا شمار کیا جائے جب کہ وہ اللہ تعالی کے ہاں مورد قبول ہوتا ہے جب کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ خدا متقیوں سے قبول کرتا ہے_ (247) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' کسی کا رونا تجھے دھوکا نہ دے کیونکہ تقوی دل میں ہوتا ہے_ (248)
قرآن میں ہے کہ '' اگر صبر کرو اور تقوی رکھتے ہو تو یہ بہت بڑا کام ہے_ (249)
جیسا کہ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ قرآن اور احادیث میں تقوی ایك اصلی ارزشمند اور آخرت کے لئے بہترین زاد راہ اور توشہ ہے اور دل کی اہم بیماریوں کے لئے شفا دینے والا دارو ہے اور نفس کو پاك کرنے کا بہت بڑا وسیلہ بتلایا گیا ہے اس کی اہمیت کے لئے اتنا کافی ہے کہ یہ احکام الہی کے جعل اور تشریع کی غرض اور ہدف قرر پایا ہے_ اب ہم تقوی کی وضاحت کرتے ہیں_

تقوی کی تعریف

عام طور سے تقوی کو ایك منفی یعنی گناہوں سے پرہیز اور معصیت سے اجتناب بتلایا جاتا ہے اور یوں گمان کیا جاتا ہے کہ امور اجتماعی میں شریك کرنے کی وجہ سے تقوی کو محفوظ رکھنا ایك بہت مشکل کام بلکہ ایك نہ ہونے والا کام ہے کیونکہ نفس کی سرشت میں گناہوں کی طرف میلان ہونا ہوتا ہے لہذا یا تقوی کو اپنائے اور پرہیزگار بنے یا اجتماعی کاموں سے کنارہ کشی کرے یا اجتماعی ذمہ داریوں کو عہدے پرلے اور تقوی کو چھوڑے کیونکہ ان دونوں کو اکٹھا ممکن نہیں ہوتا_ اس فکر اور نظریہ کا لازمہ یہ ہے کہ جتنا انسان گوشہ نشین ہوگا اتنا زیادہ تقوی رکھنے والا بنے گا_ لیکن بعض آیات اور احادیث اور نہج البلاغہ میں تقوی کو ایك مثبت پر ارزش عمل بتلایا گیا ہے نہ منفي_
تقوی کے معنی صرف گناہوں کا ترك کردینا نہیں ہے بلکہ تقوی ایك اندرونی طاقت اور ضبط نفس کی قدرت ہے جو نفس کو دائمی ریاضت میں رکھنے اور پے در پے عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نفس کو اتنا طاقتور بنا دیتی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالی کے احکام کا مطیع اور فرمانبردار ہوجاتا ہے اور نفس اتنا قوی ہوجاتا ہے کہ نفس غیر شرعی خواہشات کا مقابلہ کرتا ہے اور ثابت قدم ہوجاتا ہے_ لغت میں بھی تقوی اسی

معنی میں آیا ہے_
تقوی کا مصدر وقایہ ہے کہ جس کے معنی حفظ اور نگاہداری کے ہیں تقوی یعنی اپنے آپ کو محفوظ کرنا اور اپنے نفس پر کنٹرول کرنا ہوتا ہے_ تقوی ا یك اثباتی صفت ہے جو حفاظت دیتی ہے اور یہ منفی اور سلبی صفت نہیں ہے_ تقوی یعنی انسان کا عہد کرلینا کہ احکام شرعیت اور دستور الہی کی اطاعت کرونگا_ ہر گناہ کے ترك کا نام تقوی نہیں ہے بلکہ ترك گناہ اور کنٹرول کرنے کی قدرت اور طاقت اور نفس کو مضبوط رکھنے کی سرشت اور ملکہ کا نام تقوی رکھا جاتا ہے_ تقوی آخرت کے لئے بہترین زاد راہ ہے زاد راہ اور توشہ ایك مثبت چیز ہے منفی اور سلبی صفت نہیں ہے_ امیرالمومنین علیہ السلام کے چند جملات پر غور کیجئے_ آپ فرماتے _ ''اے خدا کے بندو میں تمہیں تقوی کی سفارش کرتا ہوں_ کیونکہ یہ نفس کے لئے ایك مہار ہے کہ جو نفس کو اچھائیوں کی طرف کھینچ لے جاتا ہے_ تقوی کے مضبوط رسے کو پکڑے رکھو اور اس کے حقائق کی طرف رجوع کرو تا کہ تمہیں آرام اور رفاہیت وسیع اور عریض وطن مضبوط پناہ گا اور عزت کے منازل کی طرف لے جائے_ (250)
آپ فرماتے ہیں ''یقینا'' تقوی آج کے زمانے میں تمہارے لئے پناہ گا اور ڈھال ہے اور کل قیامت کے دن کے لئے جنت کی طرف لے جانے کا راستہ ہے ایسا واضح راستہ ہے کہ جس پر چلنے والا فائدہ حاصل کرتا ہے اور ایسی ودیعت ہے کہ جو اسے پکڑنے والے کی حفاظت کرتا ہے_ (251)

اے خدا کے بندو جان لو کہ تقوی ایك مضبوط پناہ گاہ ہے_ فسق اور فجور اور بے تقوائي ایك ایسا گھر ہے کہ جس کی بنیاد کمزور ہے اور رہنے والے کی حفاظت نہیںکرسکتا اور اس میں پناہ لینے والے کو محفوظ نہیں کرسکتا اور جان لو کہ تقوی کے ذریعے گناہوں کی زہر اور ڈنگ کو کاٹا جاسکتا ہے_ اے خدا کے بندو، تقوی خدا کے اولیاء کو گناہوں سے روکے رکھتا ہے اور خدا کاخوف ان کے دلوں میں اس طرح بٹھا دیتا ہے کہ وہ رات کو عبادت اور اللہ تعالی سے راز و نیاز میں مشغول رہ کر بیدار رہتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں_ اور جان لو کہ تقوی تمہارے لئے اس دنیا میں پناہ گاہ اور مرنے کے بعد سعادت ہے_ جیسے کہ آپ نے ان احادیث کا ملاحظہ کیا ہے ان میں تقوی کو ایك با قیمت اور اہم اور ایك مثبت طاقت اور قدرت بتلایا گیا ہے کہ جو انسان کو روکے رکھتا ہے اور اسکی حفاظت کرتا ہے ایك ایسی طاقت جو کنٹرول کرتی ہے_ بتلایا گیا ہے کہ تقوی حیوان کی مہار اور لگام کی طرح ہے کہ جس کے ذریعے سے انسان کے پرکشش نفس اور اس کی خواہشات پر کنٹرول کیا جاتا ہے اور اسے اعتدال پر رکھا جانا ہے_ تقوی ایك مضبوط قلعہ کی مانند ہے کہ انسان کو داخلی دشمنوں یعنی ہوی اور ہوس اور غیر شرعی اور شیطانی خواہشت سے محفوظ رکھتا ہے_

تقوی ڈھال کی مانند ہے کہ جو شیطانی کے زہر آلودہ تیر اور اس کے ضربات کو روکتا ہے_ تقوی انسان کو ہوی و ہوس اور خواہشات نفس کی قید سے آزادی دلواتا ہے اور حرص اور طمع حسد اور شہوت غصب اور بخل و غیرہ کی رسیوں کو انسان کی گردن سے اتار پھینکتا ہے_ تقوی محدود ہوجانے کو نہیں کہتے بلکہ نفس کے مالك اور اس پر کنٹرول کرنے کا نام ہے_ انسان کو عزت اور شرافت قدرت اور شخصیت اور

مضبوطی دیتا ہے_ دل کو افکار شیطانی سے محفوظ کرتا ہے اور فرشتوں کے نازل ہونے اور انوار قدسی الہی کے شامل ہونے کے لئے آمادہ کرتا ہے اور اعصاب کو طغیان اور آرم دیتا ہے_ تقوی انسان کے لئے مثل ایك گھر اور لباس کے ہے کہ جو حوادث کی گرمی اور سردی محفوظ رکھتا ہے خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے لباس التقوی ذلك خیر)252) تقوی ایك قیمتی وجود رکھتا ہے اور آخرت کے لئے زاد راہ اور توشہ ہے یہ ایك منفی صفت نہیں ہے البتہ قرآن اور حدیث میں تقوی خوف اور گناہ کے ترك کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن یہ تقوی کے لوازمات میں سے ہیں نہ یہ کہ تقوی کا معنی یہی ہے_

تقوی اور گوشہ نشيني

گوشہ نشینی اور اجتماعی ذمہ داریوں کے قبول نہ کرنے کو نہ صرف تقوی کی علامتوں سے شمار نہیں کیا جائیگا بلکہ بعض موارد میں ایسا کرنا تقوی کے خلاف بھی ہوگا_ اسلام میں گوشہ نشینی اور رہبانیت نہیں ہے_ اسلام انسان کو گناہ سے فرار کرنے کے لئے گوشہ نشینی اور مشاغل کے ترك کرنے کی سفارش نہیں کرتا بلکہ انسان سے چاہتا ہے کہ اجتماعی ذمہ داریوں کو قبول کرے اور امور اجتماعی میں شریك ہو اور پھر اسی حالت میں تقوی کے ذریعے اپنے نفس پر کنٹرول کرے اور اسے قابو میں رکھے اور گناہ اور کجروی سے اپنے آپ کو روکے رکھے_

اسلام یہ نہیں کہتا کہ شرعی منصب اور عہدے کو قبول نہ کرو بلکہ اسلام کہتا ہے کہ اسے قبول کرو اور اللہ تعالی کی رضا کی خاطر اللہ تعالی کے بندوں کی خدمت کرو اور صرف منصب اور مقام کا غلام بن کر نہ رہ جاؤ_ اور اپنے منصب اور عہدے کو نفساني خواہشات اور شہوات کے لئے وسیلہ قرار نہ دو اور حق کے راستے سے نہ ہٹو_ اسلام نہیں کہتا کہ تقوی حاصل کرنے کے لئے کام اور کار و کسب سے ہاتھ اٹھا لو اور حلال رزق طلب کرنے کے لئے کوشش نہ کرو بلکہ اسلام کہتا ہے کہ دنیا کے قیدی اور غلام نہ بنو_اسلام نہیں کہتا کہ دنیا کو ترك کردے اور عبادت میں مشغول ہوجانے کے لئے گوشہ نشین ہوجا بلکہ اسلام کہتا ہے کہ دنیا میں زندگی کر اور اس کے آباد کرنے کے لئے کوشش کر لیکن دنیا دار اور اس کا فریفتہ اور عاشق نہ بن بلکہ دنیا کو اللہ تعالی سے تقرب اور سیر و سلوك کے لئے قرار دے اسلام میں تقوی سے مراد یہی ہے کہ جسے اسلام نے گراں بہا اور بہترین خصلت بتلایا ہے_

تقوی اور بصیرت

قرآن اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تقوی انسان کو صحیح بصیرت اور بینش دیتا ہے تا کہ دنیا اور آخرت کی واقعی مصلحتوں کو معلوم کر سکے اور اس پر عمل کرے جیسے_ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے _ '' اے ایمان والو اگر تقوی کو پیشہ قرار دو تو خدا تمہارے لئے فرقان قرار دے گا_(253) یعنی بصیرت کی دید اور شناخت عطا کرے گا تا کہ سعادت اور بدبختی کی مصلحتیں اور مفسدوں کو پہنچان سکو_ ایك اور آیت میں ہے کہ ''صاحب تقوی بنو تا کہ علوم کو تم پر نازل کیا جائے اور اللہ تعالی ہر چیز کا علم رکھتا ہے_(254) گرچہ قرآن تمام لوگوں کے لئے نازل ہوا ہے لیکن صرف متقی ہیں جو ہدایت دیئے جاتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں_

اسی لئے قرآن لوگوں کے لئے بیان ہے اور اہل تقوی کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے_(255)
امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ '' تقوی دل کی بیماریوں کے لئے شفا دینے والی دواء ہے اور دل کی آنکھ کے لئے بینائي کا سبب ہے_(256)
پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' اگر شیطان کا آدم کی اولاد کے دل کے اردگر چکر لگانا نہ ہوتا تو وہ علم ملکوت کا مشاہدہ کر لیتے_(257)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ '' دل کے فاسد ہوجانے کے لئے گناہ کے بجالانے سے زیادہ اور کوئي چیز نہیں ہوتي_ دل گناہ کے ساتھ جنگ میں واقع ہوجاتا ہے یہاں تك کہ گناہ اس پر غلبہ کر لیتا ہے اور اسے اوپر نیچے کردیتا ہے یعنی پچھاڑ دیتا ہے_(258)
اس قسم کی آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تقوی عقل کی بینائي اور بصیرت کا سبب بنتا ہے اور سمجھنے اور سوچنے کی قوت کو طاقت ور بناتا ہے اور عقل ایك گوہر گران بہا ہے جو انسان کے وجود میں رکھدیا گیا ہے تا کہ اس کے ذریعے مصالح اور مفاسد خیرات اور شرور سعادت اور شقاوت کے اسباب خلاصہ جو ہونا چاہئے اور جو نہ ہونا چاہئے کو اچھی طرح پہچان سکے اور تمیز دے سکے_ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' بدن میں عقل حق کارسول ہے_(259)
جی ہاں اس طرح کی رسالت اور پیغام عقل کے کندھے پر ڈال دی گئي ہوئي ہے اور وہ اس کے بجالانے کی قدرت بھی رکھتا ہے لیکن یہ اس صورت میں کہ جسم کی تمام طاقتیں اور غرائز عقل کی حکومت کو قبول کر لیں اور اس کی مخالفت اور اس کی احکام کی خلاف ورزی نہ کریں_ خواہشات اور ہوس اور ہوس عقل کے دشمن ہیں عقل کو ٹھیك کام انجام نہیں دینے دیتے_(260)
نیز آپ(ص) نے فرمایا '' جو شخص اپنے نفس کی خواہشات کا مالك نہیں ہوتا وہ عقل کا مالك بھی نہیں ہوگا_(261)
آپ نے فرمایا ہے کہ '' خودبینی اور خودپسندی عجب اور تکبر عقل کو فاسد کردیتے ہیں_(262)
آپ نے فرمایا ہے کہ '' لجباز اور ضدی انسان صحیح فکر اور فیصلہ نہیں کر سکتا_(263)

یہ تو درست ہے کہ بدن پر حکومت اور اس کو چلانا عقل کے سپرد کیا گیا ہے اور عقل اس کی طاقت بھی رکھتا ہے لیکن خواہشات اور غرائز نفسانی اس کے لئے بہت بڑی مانع اور رکاوٹ ہیں اگر ایك غریزہ یا تمام غرائز اعتدال کی حالت سے خارج ہو جائیں اور بغاوت اور طغیان کرلیں اور کام نہ کردیں تو پھر عقل کیسے اپنی ذمہ داریوں کے انجام دینے میں کامیاب ہو سکتی ہے_ اس طرح کا انسان عقل تو رکھتا ہے لیکن بغیر سوچ اور فکر والا_ چراغ موجود ہے لیکن خواہشات اور شہوات اور غضب نے سیاہ بادل یا مہہ کی طرح اسے چھپا رکھا ہے اس کے نور کو بجھا دیا ہے اور واقعات کے معلوم کرنے سے روك دیا ہے_ ایك شہوت پرست انسان کی طرح اپنی واقعی مصلحتوں کو پہچان سکتا ہے اور شہوت کے طغیان اور سرکشی کی طاقت کو قابو کر سکتا ہے؟ خودپسند اور خودبین انسان کس طرح اپنے عیوب کو پہچان سکتا ہے تا کہ ان کے درست کرنے کی فکر میں جائے؟ اسی طرح دوسری بری صفات جیسے غصے حسد طمع کینہ پروری تعصب اور ضدبازی

مال اور جاہ و جلال كا منصب مقام رياست اور عہدہ ان تمام كو كس طرح وہ اپنے آپ سے دور كر سكتا ہے؟ اگر ان ميں سے ايك يا زيادہ نفس پر مسلط ہوجائيں تو پھر وہ عقل عملى كو واقعات كے پہچاننے سے روك ديتى ہيں اور اگر عقل ان كى خلاف عمل كرنا بھى چاہئے تو پھر اس كے سامنے ركاوئيں كھڑى كر ديتى ہيں اور داد و فرياد شروع كر ديتى ہيں اور عقل كے محيط كو تاريك كر ديتى ہيں اور اسے اپنى ذمہ دارى كے انجام دينے سے كمزور كر ديتى ہيں جو انسان ہوى اور ہوس اور خواہشات كا قيدى بن جائے تو پھر وہ وعظ اور نصيحت سے بھى كوئي نتيجہ حاصل نہيں كر سكے گا بلكہ قرآن اور مواعظ اس كے دل كى قساوت كو اور زيادہ كرديں گے لہذا تقوى كو بصيرت روشن بينى اور وظيفہ شناسى كا بہترين اور موثر ترين عامل شمار كيا جا سكتا ہے_

آخر ميں اس بات كى ياد دھانى ضرورى اور لازم ہے كہ تقوى عقل عملى اور ذمہ داريوں كى پہچان اور يہ جاننا كہ كيا كرنا چاہئے اور كيا نہيں كرنا چاہئے_ بصيرت كى زيادتى كا موجب ہے نہ صرف عقل كے حقائق كو جاننے اور پہچاننے كے لئے كے جسے اصطلاحي لحاظ سے عقل نظرى كہا جا تا ہے كيونكہ اس طرح نہيں ہوتا كہ جو ا نسان تقوى نہيں ركھتا وہ رياضى اور طبعى كے مسائل سمجھنے سے عاجز رہتا ہے گرچہ تقوى سمجھنے اور ہوش اور فكر كے لئے بھى ايك حد تك موثر واقع ہوتا ہے_

تقوى اور مشكلات پر قابو پانا

تقوى كے آثار ميں سے ايك اہم اثر زندگى كى مشكلات اور سختيوں پر غلبہ حاصل كرلينا ہے_ جو بھى تقوى پر عمل كرے گا خداوند عالم اس كى مشكلات كے دور ہونے كا كوئي نہ كوئي راستہ نكال دے گا اور ايسے راستے سے كہ جس كا اسے گمان تك نہ ہو گا اسے روزى فراہم كردے گ(264) خداوند عالم فرماتا ہے كہ '' جس نے تقوى پر عمل كيا خداوند عالم اس كے كام آسان كر ديتا ہے_(265) '' اميرالمومنين عليہ السلام نے فرمايا كہ '' جو شخص تقوى پر عمل كرے گا تو اس كى سختياں اور مشكليں جب كہ نزديك تھا كہ اس پر وارد ہو جائيں دور ہوجائيں گى تلخياں اس كے لئے شيرين ہوجائيں گى مشكلات كى لہريں اس كے سامنے پھٹ جائيں گى اور سخت سے سخت اور دردناك كام اس كے لئے آسان ہوجائيں گے_(266)''

اس قسم كى آيات اور روايات سے معلوم ہوتا ہے كہ مشكلات كے حل ہونے اور ان پر غلبہ حاصل كرنے ميں تقوى انسان كى مدد كرتا ہے_ اب ديكھا جائے كہ تقوى ان موارد ميں كيا تاثير كر سكتا ہے_ زندگى كى سختيوں اور مشكلات كو بطور كلى دو گروہ ميں تقسيم كيا جا سكتا ہے _ پہلا گروہ_ وہ مشكلات كہ جن كا حل كرنا انسان كے اختيار ميں نہيں ہے جيسے كسى عضو كا نقص اور ايسى بيماريوں ميں مبتلا ہونا كہ جو لا علاج ہيں اور ايسے خطرات كہ جن كى پيشگوئي نہيں كى جا سكتى اور اسى طرح كى دوسرى مشكلات كہ جنہيں روكنا اور دور كرنا انسان كے امكان اور قدرت سے باہر ہے_

دوسرا گروہ_ ايسى مشكلات اور سختياں كہ جن كے دور كرنے اور پيش بينى كرنے ميں ہمارا ارادہ موثر واقع ہو سكتا ہے _ جيسے اكثر نفسياتى اور جسمى گھريلو اور اجتماعى اور كار و كسب كى بيمارياں و غيرہ_ تقوى ان دونوں مشكلات كے حل ميں ايك مہم كردار ادا كر سكتا ہے_ گرچہ پہلے مشكلات كے گروہ كو روكنا اور ان كو دور كرنا ہمارے لئے عملى طور سے ممكن نہيں ہوتا ليكن ان مشكلات كے ساتھ كس طرح عمل كيا

جائے یہ ہمارے اختیار میں ہوتا ہے_ وہ انسان جو با تقوی ہے اور اپنے نفس کی حفاظت کے لئے پوری طرح تسلط رکھتا ہے اور دنیا کے مشکلات اور خود دنیا کو فانی اور ختم خونے والا سمجھتا ہے اور آخرت کی زندگی کو حقیقی اور باقی رہنے والی زندگی سمجھتا ہے_

اور اللہ تعالی کی ذات لایزال کی قدرت پر اعتماد کرتا ہے_ دنیا کے واقعات اور مشکلات کو معمولی اور وقتی جانتا ہے اور ان پر جزع اور فزع نہیں کرتا تو ایسا انسان اللہ تعالی کی مشیت کے سامنے سر تسلیم خم کردے گا_ تقوی والا انسان آخرت کے جہان اور خدا سے مانوس اور عشق کرتا ہے ایسے انسان کے لئے گذر جانے والے مشکلات اور واقعات اس کی روح اور دل کے سکون کو مضطرب اور پریشان نہیں کر سکیں گے کیونکہ خود مشکلات اور حوادث اور مصائب درد نہیں لاتیں بلکہ نفس کا انہیں برداشت اور تحمل نہ کر سکنا_ انسان کیلئے ناراحتی اور نا آرامی کو فراہم کرتا ہے اور اس کے لئے تقوی انسان کے لئے زیادہ مدد کر سکتا ہے_ دوسرا گروہ_ اکثر مشکلات اور سختیاں کہ جو انسان کی زندگی کو تلخ کردیتی ہیں ہماری بری عادات اور انسانی ہوی اور ہوس اور خواہشات کی وجہ سے ہم پر وارد ہوتی ہیں اور یہی بری صفات ان کا سبب بنتی ہیں_ گھریلو زندگی کے اکثر مشکلات کو شوہر یا بیوی یا دونوں خواہشات نفسانی پر مسلط نہ ہونے کی وجہ سے وجود میں لاتے ہیں اور اس آگ میں جلتے رہتے ہیں_

جسے خود انہوں نے جلایا ہے اور پھر داد و قیل جزع اور فزع زد خورد کرتے ہیں_

دوسری مشکلات بھی اکثر اسی وجہ سے وجود میں آتی ہیں_ برا اخلاق جیسے حسد _ کینہ پروري، انتقام لینا، ضدبازي، تعصب، خودپسندي، خودبینی ، طمع، بلندپروازي، تکبر و غیرہ وہ بری صفات ہیں کہ انسان کے لئے مشکلات اور مصائب غم اور غصہ وجود میں لاتی ہیں اور بہترین اور شیرین زندگی کو تلخ اور بے مزہ کر دیتی ہیں _ ایسا شخص اتنا خواہشات نفسانی کا قیدی ہوچکا ہوتا ہے کہ وہ اپنے درد اور اس کی دواء کے پہچاننے سے عاجز ہوجاتا ہے_ سب سے بہتر چیز جو ان حوادث کے واقع ہونے کو روك سکتی ہے وہی تقوی ہے اور اپنے نفس پر کنٹرول کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ہے_ متقی انسان کے لئے اس طرح کے دردناك واقعات بالکل پیش ہی نہیں آتے وہ سکون قلب اور آرامش سے اپنے زندگی کو ادامہ دیتا ہے اور آخرت کے لئے توشہ ور زاد راہ حاصل کرتا ہے _ دنیا کی محبت ان تمام مصائب اور گرفتاریوں کا سرچشمہ ہوتی ہے لیکن متقی انسان دنیا اور مافیہا کا عاشق اور فریفتہ نہیں ہوتا تا کہ اس کے نہ ہونے سے رنج اور تکلیف کو محسوس کرے_ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت سے پرہیز کر کیونکہ یہ دنیا کی ہر مصیبت کی جڑ اور ہر تکلیف کی کان ہے_(267)

تقوی اور آزادي

ممکن ہے کہ کوئي گمان کرے کہ تقوی تو آزادی کو سلب کر لیتا ہے اور ایك محدودیت اور قید و بند وجود میں لے آتا ہے اور زندگی کو سخت اور مشکل بنا دیتا ہے لیکن اسلام اس گمان اور عقیدہ کو قبول نہیں کرتا اور رد کر دیتا ہے بلکہ اس کے بر عکس تقوی کو آزادی اور آرام اور عزت اور بزرگواری کا سبب قرار دیتا ہے اور انسان بغیر تقوی والے کو قید اور غلام شمار کرتا ہے_ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تقوی

ہدایت اور استقامت اور آخرت کے زاد راہ اور توشہ کی چابی ہے_ تقوی غلامی سے آزادی اور ہلاکت سے نجات پانے کا وسیلہ ہے_(268)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' اسلام سے بالاتر کوئي شرافت نہیں ہے_ تقوی سے کوئي بالاتر عزت نہیں ہے_ اور سب سے زیادہ قوی تقوی سے اور کوئي پناہ گاہ نہیں_(669)
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے '' جو شخص تقوی کو وسیلہ بنائے تو وہ سختیاں اور دشواریاں جو نزدیك آچکی ہوں گی اس سے دور ہوجائیں گی تلخ کام اس کے لئے شیریں ہوجائیں گے_ گرفتاریوں کی سخت لہریں اس سے دور ہوجائیں گی اور سختیاں اس کے لئے آسان ہوجائیں گي_(270)

ان احادیث میں تقوی کو مشکلات کے حل کرنے اور انسان کی عزت اور آزادی کا سبب مصائب اور گرفتاریوں سے نجات زندگی کی دشواریوں اور تلخیوں کے لئے بہترین پناہ گاہ بتلایا گیا ہے_ لہذا تقوی انسان کے لئے محدودیت اور آزادی سلب کرنے کا موجب نہیں ہوتی بلکہ انسان کی شخصیت کو زندہ کرتا ہے اور تقوي، شہوت ، غضب، انتقام جوئي، کینہ پروري، خودخواہي، خودپسندي، تعصب، لج بازي، طمع، دولت پرستی ، خودپرستي، شہوت پرستي، مقام و منصب پرستي، شکم پرستي، شہرت پرستی سے آزاد کرتا ہے انسان کی شخصیت اور عقل کو قوی کرتا ہے تا کہ وہ غرائز اور طغیان کرنے والی قوتوں پر غالب آجائے اور انہیں اعتدال پر رکھے اور واقعی مصلحتوں کے لحاظ سے ہدایت اور رہبری کرے اور افراط اور تفریط کے کاموں سے رکاوٹ بنے_
قرآن مجید فرماتا ہے'' ان لوگوں کو دیکھتا ہے کہ جنہوں نے خواہشات نفس کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اس کے باوجود جانتا ہے کہ خدا نے اسے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھوں پر تاریکی کے پردے ڈالے گئے ہیں پس کون اسے خدا کے بعد ہدایت کرے گا؟ کیا وہ نصیحت حاصل نہیں کرتا؟ (271)

درست ہے کہ جو شخص اپنی نفس خواہشات کے سامنے سر تسلیم کر چکا ہے اور ان کے حاصل کرنے میں کسی برائي اور قباحت کی پروا نہیں کرتا اور دیوانوں کی طرح اس کی تلاش اور کوشش کرتا ہے اور عقل کی بھلائي آواز کو نہیں سنتا اور پیغمبروں کی راہنمائي پر کان نہیں رھرتا ایسا شخص یقینا خواہشات نفس کا قیدی اور غلام اور نوکر اور مطیع ہے_ نفس کی خواہشات نے انسان کی شخصیت اور گوہر نایاب کو جو عقل ہے اسے مغلوب کر رکھا ہے اور اپنے دام میں پھنسا لیا ہے ایسے شخص کے لئے آزاد ہونے طور آزادی حاصل کرنے کے لئے تقوی کے اور کوئي راستہ موجود نہیں ہے لہذا تقوی محدود نہیں کرتابلکہ انسان کو آزاد بخشتا ہے_

تقوى اور بيماريوں كا علاج

يہ مطلب پہلے ثابت كيا جا چكا ہے كہ برے اخلاق جيسے حسد ، بغض، انتقام جوئي، عيب جوئي، غضب، تعصب، طمع، خودبيني، تكبر، خوف، بے آرادگي، وسوسہ و غيره يہ تمام نفسانى بيمارياں ہيں ان مرضوں ميں مبتلا انسان مجازى طور سے نہيں بلكہ حقيقى لحاظ سے بيمار ہے اور يہ مطلب بھى علوم ميں ثابت ہوچكا ہے كہ نفس اور جسم ميں فقط مضبوط ربط اور اتصال ہى برقرار نہيں ہے بلكہ يہ دونوں متحد ہيں اور اسى ربط اور اتصال سے ايك دوسرے پر اثر انداز اور متاثر ہوتے ہيں_ جسمانى بيمارياں نفس انسان كو ناراحت اور پريشان كرتى ہيں اس كے بر عكس روحانى اور نفسانى بيمارياں جيسے معدے اور انتڑيوں ميں زخم اور ورم اور بد ہضمى اور غذا كا كھٹا پن ہوجانا سر اور دل كا درد ممكن ہے كہ وہ بھى برے اخلاق جيسے حسد_ بغض اور كينہ طمع اور خودخواہى اور بلند پروازى سے ہى وجود ميں آجائيں_ مشاہدہ ميں آيا ہے كہ مضر اشياء كى عادت شہوات رانى ميں افراط اور زيادہ روى كتنى خطرناك بيماريوں كو موجود كر ديتى ہيں جيسے كہ پہلے گذر چكا ہے كہ نفسانى بيماريوں كا صرف ايك ہى علاج ہے اور وہ ہے تقوى لہذا يہ كہا جا سكتا ہے كہ انسانى كى جسمانى اور نفسياتى بيماريوں اور ان سے سلامتى اور صحت ميں تقوى بہت ہى زيادہ تاثير كرتا ہے_

حضرت على عليہ السلام نے تقوى كے بارے ميں فرمايا ہے كہ '' تقوى تمہارے جسموں كى بيماريوں كى دواء ہے اور تمہارے فاسد دلوں كى اصلاح كرتا ہے اور تمہارے نفوس كى كثافتوں كو پاك كرتا ہے؟(272)

متقيوں كے اوصاف

اگر تقوى كو بہتر پہچاننا چاہئيں اور متقين كى صفات اور علامتوں سے بہتر واقف ہونا چاہئيں تو ضرورى ہے كہ ہمام كے خطبے كا جو نہج البلاغہ ميں سے اس كا ترجمہ كر ديں_

ہمام ايك عابد انسان اور اميرالمومنين عليہ السلام كے اصحاب ميں سے تھا ايك دن اس نے حضرت على عليہ السلام كى خدمت ميں عرض كيا يا امير المومنين_ آپ ميرے لئے متقين كى اس طرح صفات بيان فرمائيں كہ گويا ميں ان كو ديكھ رہا ہوں_ اميرالمومنين عليہ السلام نے اس كے جواب ميں تھوڑى دير كى اور پھر آپ نے اجمالى طور سے فرمايا اے ہمام تقوى كو اختيار كر اور نيك كام انجام دينے والا ہو جا كيونكہ خدا قرآن ميں فرماتا ہے كہ خدا متقين اور نيكوكاروں كے ساتھ ہے همام نے آپ كے اس مختصر جواب پر اكتفا نہيں كى اور آنحضرت كو قسم دى كہ اس سے زيادہ وضاحت كے ساتھ بيان فرمائيں_ اس وقت آنحضرت(ع) نے حمد و ثناء بارى تعالى اور پيغمبر (ص) پر درود و سلام كے بعد فرمايا _ خداوند عالم نے لوگوں كو پيدا كيا جب كہ ان كى اطاعت سے بے نياز تھا اور ان كى نافرمانيوں سے آمان اور محفوظ تھا كيونكہ گناہگاروں كى نافرمانى اسے كوئي ضرر نہيں پہنچا سكتى اور فرمانبردارى كى اطاعت اسے كوئي فائده نہيں دے سكتي_ ان كى روزى ان ميں تقسيم كردى اور ہر آدمى كو اس كى مناسب جگہ پر برقرار كيا_ متقى دنيا ميں اہل فضيلت ہيں_ گفتگو ميں سچے _ لباس پہننے ميں ميانہ رو_ راستہ چلنے ميں متواضع _ حرام كاموں سے آنكھيں بند كر ركھى ہيں_ جو علم انہيں فائده ديتا ہے اسے سنتے ہيں مصيبتوں اور گرفتاريوں ميں اس طرح ہوتے ہيں جس طرح آرام اور

خوشی میں ہوتے ہیں_ اگر موت ان کے لئے پہلے سے معین نہ کی جا چکی ہوتی تو ثواب کے شوق اور عتاب کے خوف سے ایك لحظہ بھی ان کی جان ان کے بدن میں قرار نہ پاتي_ خدا ان کی نگاہ میں بہت عظیم اور بزرگ ہے اسی لئے غیر خدا ان کی نگاہ میں معمولی نظر آتا ہے_ بہشت کی نسبت اس شخص کی مانند ہیں کہ جس نے بہشت کو دیکھا ہے اور بہشت کی نعمتوں سے بہرہ مندہ ہو رہا ہے_ اور جہنم کی نسبت اس شخص کی طرح ہیں کہ جس نے اسے دیکھا ہے اور اس میں عذاب پا رہا ہے_ ان کے دل محزون ہیں اور لوگ ان کے شر سے امان میں ہیں_ ان کے بدن لاغر اور ان کی ضروریات تھوڑی ہیں_ ان کے نفس عفیف اور پاك ہیں_ اس دنیا میں تھوڑے دن صبر کرتے ہیں تا کہ اس کے بعد ہمیشہ کے آرام اور خوشی میں جا پہنچیں اور یہ تجارت منفعت آور ہے جو ان کے پروردگار نے ان کے لئے فراہم کی ہے_ دنیا ان کی طرف رخ کرتی ہے لیکن وہ اس کے قبول کرنے سے روگرداغن کرتے ہیں_

دنیا انہیں اپنا قیدی بنانا چاہتی ہے لیکن وہ اپنی جان خرید لیتے ہیں اور آزاد کرا لیتے ہیں_ رات کے وقت نماز کے لئے کھڑے ہوجائے ہیں_ قرآن کی آیات کو سوچ اور بچار سے پڑھتے ہیں_ اس میں سوچنے اور فکر کرنے سے اپنے آپ کو غمگین اور محزون بناتے ہیں اور اسی وسیلے سے اپنے درد کی دواء ڈھونڈتے ہیں جب ایسی آیت کو پڑھتے ہیں کہ جس میں شوق دلایا گیا ہو تو وہ امید وار ہوجاتے ہیں اور اس طرح شوق میں آتے ہیں کہ گویا جزا اور ثواب کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں _ اور جب ایسی آیت کو پڑھتے ہیں کہ جس میں خوف اور ترس ہو تو دل کے کانوں سے اس کی طرف اس طرح توجہ کرتے ہیں کہ گویا دوزخ میں رہنے والوں کی آہ و زاری اور فریاد ان کے کانوں میں سنائي دے رہی ہے_ رکوع کے لئے خم ہوتے ہیں اور سجدے کے لئے اپنی پیشانیوں اور ہتھیلیوں اور پائوں اور زانوں کو زمین پر بچھا دیتے ہیں اپنے نفس کی آزادی کو خدا سے تقاضا کرتے ہیں_ جب دن ہوتا ہے تو بردبار دانا نیکوکار اور باتقوی ہیں_

خدا کے خوف نے ان کو اس تیر کی مانند کر دیا ہے کہ جسے چھیلا جائے اور لاغر اور کمزور کر دیا ہے_ انہیں دیکھنے والے گمان کرتے ہیں کہ وہ بیمار ہیں جب کہ وہ بیمار نہیں ہیں_ کہا جاتا ہے کہ دیوانے ہیں جب کہ وہ دیوانے نہیں ہیں بلکہ قیامت جیسی عظیم چیز میں فکر کرنے نے ان کو اپنے آپ سے بے خود کر دیا ہے_

اپنے تھوڑے عمل پر راضی نہیں ہوتے اور زیادہ عمل کو زیادہ نہیں سمجھتے_ اپنی روح اور نفس کو اس گمان میں کہ وہ اطاعت میں کوتاہی کر رہے ہیں متہم کرتے ہیں اور اپنے اعمال سے خوف اور ہراس میں ہوتے ہیں_ جب ان میں سے کسی کی تعریف کی جائے تو جو اس کے بارے میں کہا گیاہے اس سے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو دو سروں سے بہتر پہچانتے ہیں اوراللہ تعالی ہم سے زیادہ آگاہ اور باخبر ہے_ خدایا جو کچھ ہمارے بارے میں کہا گیا ہے اس پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا اور اس سے بالاتر قرار دے جو وہ گمان کرتے ہیں اور ان گناہوں کو جو دوسرے نہیں جانتے بخش دے_

اہل تقوی کی نشانی یہ ہے کہ تو اسے دینی معاملہ میں نرمی اور دور اندیشی کے ساتھ قوی دیکھے گا

اوریقیین میں با ایمان اور مضبوط _ علم کے حصول میں حریص بردباری میں دانشمند مالدار ہوتے ہوئے _ میانہ روي، عبادت باخشوع اور فقر میں آبرو مند اور با وقار_ سختیوں میں صبر کرنے والے _ حلال روزی کے حاصل میں کوشش کرنے وال_ ہدایت کے طلب کرنے میں علاقمندي_ طمع سے دور اور سخت جان_ نیك کام کرنے کے باوجود خوف زدہ ہیں_ رات کے وقت شکرانہ ادا کرنے میں ہمت باندھتے ہیں اور دن میں ذکر اور خدا کی یاد کو اہمیت دینے والے_ رات کو اس ڈر سے کہ شاید غفلت برتی ہو خوف زدہ_ دن کو اللہ تعالی کے فضل و کرم و رحمت کیوجہ سے خوشحال_ اگر نفس نے کہ جسد وہ پسند نہیں کرتا سختی برتی تو وہ بھی س کے بدلے جسے نفس پسند کرتا ہے بجا نہیں لاتے _ اس کا رابط اور علاقمند نیك کاموں سے ہوتا ہے اور فنا ہوتے والی دنیاوی چیز کی طرف میلان نہیں رکھتے_ تحمل اور بردباری کو عقلمندی سے اور گفتار کو کردار کے ساتہ ملاتے ہے_ اسے دیکھے گا کہ اس کی خواہشات تھوڑی اور اس کی خطائیں بھی کم_ دل خشوع کرنے والا اور نفس قناعت رکھنے والا_ اس کی خوراك تھوڑی اور اسے کام آسان اس کا دین محفوظ اور اس کی نفسانی خواہشات ختم ہوچکی ہیں اور غصہ بیٹہ چکا ہے_ لوگ اس کے احسان اور نیکی کی امید رکھتے ہیں اور اس کے شر سے امن و امان میں ہیں اگر لوگوں میں غافل اور بے خبر نظر آ رہا ہو تو وہ اللہ تعالی کے ذکر کرنے والا شمار ہو رہا ہو گا اور اگر ذکر کرنے والوں میں موجود ہوا تو وہ غفلت کرنے والوں میں شمار نہیں ہوگا_

گالیاں دینے سے پرہیز کرتا ہے نرمی سے بات کرتا ہے_ برے کام اس سے نہیں دیکھے جاتے اور نیك کاموں میں ہر جگہ حاضر ہوتا ہے_ خیرات اور نیکی کی طرف قدم بڑھانے والا اور برائیوں سے بھاگ جانے والا ہوتا ہے_ سختیوں میں باوقار اور مصیبتوں میں صبر کرنے والا آرام اور آسائشے میں شکر گزار جو اس کے نزدیك مبغوض ہے اس پر ظلم نہیں کرتا _ جس کو دوست رکھتا ہے اس کے لئے گناہ نہیں کرتا گواہوں کی گواہی دینے سے پہلے حق کا اقرار کر لیتا ہے_ جسے حفظ کر لیا ہے اسے ضائع نہیں کرتا اور جو اسے بتلایا جائے اسے نہیں بھلاتا _ کسی کو برے لقب سے نہیں بلاتا_ ہمسایہ کو نقصان نہیں پہنچاتا_ لوگوں پر جب مصیبتیں ٹوٹ پڑیں تو اس سے خوشی نہیں کرتا_ باطل کے راستے میں قدم نہیں رکھتا اور حق سے خارج نہیں ہوتا_ اگر چپ رہے تو چپ رہنے سے غمگین نہیں ہوتا اگر ہنسے تو ہنسنے کی آواز بلند نہیں ہوتی اور اگر اس پر ظلم کیا جائے تو صبر کرتا ہے تا کہ اس کا انتقام اس کے لئے لے لے_ اس کا نفس اس کی طرف سے سختی میں ہوتا ہے لیکن لوگوں کے نفس اس کی طرف سے آرام اور آسائشے میں ہوتے ہیں آخروی کاموں کے لئے اپنے نفس کو سختیوں میں ڈالتا ہے اور لوگوں کو اپنی جانب سے آرام اور آسائشے پہنچاتا ہے_ اس کا کسی سے دور ہوجانا زہد اور عفت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کسی سے نزدیك ہونا خوش خلقی اور مہربانی سے ہوتا ہے دور ہونا تکبر اور خودخواہی کیوجہ سے نہیں ہوتا اور نزدیك ہونا مکرر اور فریب سے نہیں ہوتا_

راوی کہتا ہے کہ جب امیر المومنین کی کلام اس جگہ پہنچی تو ہمام نے ایك چیخ ماری اور بیہوش ہوگیا_ اور

اپنی روح خالق روح کے سپرد کردي_ آنحضرت(ع) نے فرمایا ہیں '' اس طرح کی پیش آمد کیوجہ سے اس کے بارے میں خوف زدہ تھا_آپ نے اس کے بعد فرمایا لائق افراد میں وعظ اس طرح کا اثر کرتے ہیں_(273)

نفس پر کنٹرول کرنے اور اسے پاك کرنے کا اہم سبب مراقبت ہوتا ہے

اپنے آپ کو بنانے او رسنوار نے اور نفس کو پاك کرنے کا ایك اہم سبب نفس پر مراقبت اور توجہ رکھنا ہوتا ہے_ جو انسان اپنی سعادت کے متعلق سوچتا اور فکر رکھتا ہو وہ برے اخلاق اور نفسانی بیماریوں سے غافل نہیں رہ سکتا بلکہ اسے ہر وقت اپنے نفس پر توجہہ رکھنی چاہئے اور تمام اخلاق اور کردار ملکات اور افکار کو اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہئے اور اس پر پوری نگاہ رکھے_ ہم اس مطلب کو کئي ایك مطالب کے ضمن میں بیان کرتے ہیں_

اعمال کا ضبط کرنا اور لکھنا

قرآن اور احادیث پیغمبر اور اہلبیت علیہم السلام سے معلوم ہوتا کہ انسان کے تمام اعمال حرکات گفتار سانس لینا افکار اور نظریات نیت تمام کے تمام نامہ اعمال میں ضبط اور ثبت کئے جاتے ہیں اور قیامت تك حساب دینے کے لئے باقی رہتے ہیں اور ہر ایك انسان قیامت کے دن اپنے اچھے برے اعمال کی جزا اور سزا دیا جائیگا جیسے خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ '' قیامت کے دن لوگ گروہ در گروہ خارج ہونگے تا کہ وہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں جس نے ایك ذرا بھر نیکی انجام دی ہوگی وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرا بھر برائي انجام دی ہوگی اسے دیکھے گا_(274)

نیز فرماتا ہے کہ '' کتاب رکھی جائیگی مجرموں کو دیکھے گا کہ وہ اس سے جو ان کے نامہ اعمال میں ثبت ہے خوف زدہ ہیں اور کہتے ہونگے کہ یہ کیسی کتاب ہے کہ جس نے تمام چیزوں کو ثبت کر رکھا ہے اور کسی چھوٹے بڑے کام کو نہیں چھوڑااپنے تمام اعمال کو حاضر شدہ دیکھیں گے تیرا خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا_(275)

خدا فرماتا ہے ''قیامت کے دن جس نے جو عمل خیر انجام دیا ہوگا حاضر دیکھے گا اور جن برے عمل کا ارتکاب کیا ہوگا اسے بھی حاضر پائیگا اور آرزو کرے گا کہ اس کے اور اس کے عمل کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا_(276)

خدا فرماتا ہے '' کوئي بات زبان پر نہیں لاتا مگر اس کے لکھنے کے لئے فرشتے کو حاضر اور نگاہ کرنے والا پائے گا_(277)

اگر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کے تمام اعمال اور کردار حرکات اور گفتار یہاں تك کہ افکار اور نظریات سوچ اور فکر لکھے جاتے ہیں تو پھر ہم کس طرح ان کے انجام دینے سے غافل رہ سکتے ہیں؟

قیامت میں حساب

بہت زیادہ آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن بہت زیادہ وقت سے بندوں کا حساب لیا جائیگا_ بندوں کے تمام اعمال چھوٹے بڑے کا حساب لیا جائیگا اور معمولی سے معمولی کام سے بھی غفلت نہیں کی جائیگی جیسے خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ '' عدالت کے ترازو کو قیامت کے دن نصب کیا جائیگا اور کسی طرح ظلم نہیں کیا جائیگا اگر خردل کے دانہ کے ایك مثقال برابر عقل کیا ہوگا تو اسے بھی حساب میں لایا جائیگا او رخود ہم حساب لینے کے لئے کافی ہیں_(278)

نیز فرماتا ہے '' جو کچھ باطن اور اندر میں رکھتے ہو خواہ اسے ظارہ کرو یا چھپائے رکھو خدا تم سے اس کا بھی حساب لے گا_(279)

نیز خدا فرماتا ہے '' اعمال کا وزن کیا جانا قیامت کے دن حق کے مطابق ہوگا جن کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا وہ نجات پائیں گے اور جن کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا تو انہوں نے اپنے نفس کو نقصان پہنچایا ہے اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیات پر ظلم کیا ہے_(280) قرآن مجید میں قیامت کو یوم الحساب کہا گیا ہے اور خدا کو سریع الحساب یعنی بہت جلدی حساب لینے والا کہا گیا ہے_

آیات اور بہت زیادہ روایات کی رو سے ایك سخت مرحلہ جو تمام بندوں کے لئے پیش لانے والا ہے وہ اعمال کا حساب و کتاب اور ان کا تولا جانا ہے_ انسانی اپنی تمام عمر میں تھوڑے تھوڑے اعمال بالاتا ہے اور کئي دن کے بعد انہیں فراموش کر دیتا ہے حالانکہ معمولی سے معمولی کام بھی اس صفحہ ہستی سے نہیں مٹتے بلکہ تمام اس دنیا میں ثبت اور ضبط ہوجاتے ہیں اور انسان کے ساتھ باقی رہ جاتے ہیں گرچہ انسان اس جہان میں بطور کلی ان سے غافل ہی کیوں نہ ہوچکا ہو_ مرنے کے بعد جب اس کی چشم بصیرت روشن ہوگی تو تمام اعمال ایك جگہ اکٹھے مشاہدہ کرے گا اس وقت اسے احساس ہوگا کہ تمام اعمال گفتار اور کردار عقائد اور افکار حاضر ہیں اور اس کے ساتھ موجود ہیں اور کسی وقت اس سے جدا نہیں ہوئے_

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ '' ہر آدمی قیامت کے دن حساب کے لئے محشر میں اس حالت میں آئے گا کہ ایك فرشتہ اسے لے آرہا ہوگا اور وہ اس کے ہر نیك اور بد کا گواہ بھی ہوگا اسے کہا جائے گا تو اس واقعیت اور حقیقت سے غافل تھا لیکن آج تیری باطنی انکھ بینا او روشن ہوگئي ہے_(281)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' قیامت کے دن خدا کا بندہ ایك قدم نہیں اٹھائیگا مگر اس سے چار چیزوں کا سوال کیا جائیگا_ اس کی عمر سے کہ کس راستے میں خرچ کی ہے_ اس کی جوانی سے کہ اسے کس راستے میں خرچ کیا ہے_ اس کے مال سے کہ کس طریقے سے کمایا اور کہاں خرچ کیا ہے_ اور ہم اہلبیت کی دوستی کے بارے میں سوال کیا جائیگا_(282)

ایك اور حدیث میں پیغمبر(ص) نے فرمایا ہے کہ '' بندے کو قیامت کے دن حساب کے لئے حاضر کریں گے_ ہر ایك دن کے لئے کہ اس نے دنیا میں زندگی کی ہے_ ہر دن رات کے ہر ساعت کے لئے چوبیس خزانے

لائیں گے ایك خزینہ کو کھولیں گے جو نور اور سرور سے پر ہوگا _ خدا کا بندہ اس کے دیکھنے سے اتنا خوشحال ہوگا کہ اگر اس کی خوشحالی کو جہنمیوں کے درمیان تقسیم کیا جائے تو وہ کسی درد اور تکلیف کو محسوس نہیں کریں گے یہ وہ ساعت ہوگی کہ جس میں وہ اللہ تعالی کی اطاعت میں مشغول ہوا تھا_ اس کے بعد ایك دوسرے خزینہ کو کھولیں گے کہ جو تاریك او ربدبو دار وحشت آور ہوگا خدا کا بندہ اس کے دیکھنے سے اس طرح جزع اور فزع کرے گا کہ اگر اسے بہشتیوں میں تقسیم کیا جائے تو بہشت کی تمام نعمتیں ان کے لئے ناگوار ہوجائیں گی یہ وہ ساعت تھی کہ جس میں وہ اللہ تعالی کی نافرمانی کر رہا تھا_ اس کے بعد اس کے لئے تیسرے خزانہ کو کھولیں گے کہ جو بالکل خالی ہوگا نہ اس میں خوش کرنے والا عمل ہوگا اور نہ غم لانے والا عمل ہوگا یہ وہ ساعت ہے کہ جس میں خدا کا بندہ سویا ہوا تھا یا مباح کاموں میں مشغول ہوا تھا_ خدا کا بندہ اس کے دیکھنے سے بھی غمگین اور افسوس ناك ہوگا کیونکہ وہ اسے دنیا میں اچھے کاموں سے پر کر سکتا تھا اور کوتاہی اور سستی کی وجہ سے اس نے ایسا کیا تھا_ اسی لئے خداوند عالم قیامت کے بارے میں فرماتا ہے کہ یوم التاغبن یعنی خسارے اور نقصان کا دن_(283)

قیامت کے دن بندوں کا بطور وقت حساب لیا جائیگا اور انکا انجام معین کیا جائیگا تمام گذرے ہوئے اعمال کا حساب لیا جائے گا_ انسان کے اعضاء اور جوارح پیغمبر اور فرشتے یہاں تك زمین گواہی دے گی بہت سخت حساب ہوگا اور اس پر انسان کا انجام معین کیا جائے گا دل حساب کے ہونے کی وجہ سے دھڑك رہے ہونگے اور بدن اس سے لرزہ باندام ہونگے ایسا خوف ہوگا کہ مائیں اپنے شیرخوار بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتیں بچے سقط کردیں گی تمام لوگ مضطرب ہونگے کہ ان کا انجام کیا ہوگا کیا ان کے حساب کا نتیجہ اللہ تعالی کی خوشنودی اور آزادی کا پروانہ ہوگا اور پیغمبروں اور اولیاء خدا کے سامنے سر خروی اور بہشت میں ہمیشہ کی زندگی ہوگی _ اللہ کے نیك بندوں کی ہمسایگی ہوگی یا اللہ تعالی کا غیظ اور غضب لوگوں کے درمیانی رسوائي اور دوزخ میں ہمیشہ کی زندگی ہوگي_

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کا حساب ایك جیسا نہیں ہوگا_ بعض انسانوں کا حساب بہت سخت اور مشکل اور طولانی ہوگا_ دوسری بعض کا حساب آسان اور سادہ ہوگا_ حساب مختلف مراحل میں لیا جائیگا_ اور ہر مرحلہ اور متوقف میں ایك چیز سے سوال کیا جائے گا سب سے زیادہ سخت مرحلہ اور موقف مظالم کا ہوگا اس مرحلہ میں حقوق الناس اور ان پر ظلم اور جور سے سوال کیا جائیگا اس مرحلہ میں پوری طرح حساب لیا جائیگا اور ہر ایك انسان اپنا قرض دوسرے قرض خواہ کو ادا کرے گا_ جائے تاسف ہے کہ وہاں انسان کے پاس مال نہیں ہوگا کہ وہ قرض خواہوں کا قرض ادا کر کرسکے ناچار اس کو اپنی نیکیوں سے ادا کرے گا اگر اس کے پاس نیکیاں ہوئیں تو ان کو لے کر مال کے عوض قرض خواہوں کو ادا کرے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو قرض خواہوں کی برائیوں کو اس کے نام اعمال میں ڈال دیا جائیگا بہرحال وہ بہت سخت د ن ہوگا_ خداوند عالم ہم تمام کی فریاد رسی فرمائے_ آمین_

البتہ حساب کی سختی اور طوالت تمام انسانوں کے لئے برابر نہ ہوگی بلکہ انسان کی اچھائیوں اور برائیوں کے حساب سے فرق کرے گی لیکن خدا کے نیك اور متقی اور لائق بندوں کے لئے حساب تھوڑی مدت میں اور آسان ہوگا_ پیغمبر اکرم نے اس شخص کے جواب میں کہ جس نے حساب کے طویل ہونے کے بارے میں سوال کیا تھا_ فرمایا_ ''خدا کی قسم کہ مومن پر اتنا آسان اور سہل ہوگا کہ واجب نماز کے پڑھنے سے بھی آسانتر ہوگا_(284)

قیامت سے پہلے اپنا حساب کریں

جو شخص قیامت حساب اور کتاب اور اعمال اور جزاء اور سزا کا عقیدہ اور ایمان رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ تمام اعمال ضبط اور ثبت ہو رہے ہیں اور قیامت کے دن بہت وقت سے انکا حساب لیا جائے گا اور ان کی اچھی یا بری جزاء اور سزا دی جائیگی وہ کس طرح اپنے اعمال اور کردار اور اخلاق سے لا پرواہ اور بے تغاوت نہیں ہوسکتا ہے؟ کیا وہ یہ نہ سوچے کہ دن اور رات ماہ اور سال اور اپنی عمر میں کیا کر رہا ہے؟ اور آخرت کے لے کونسا زاد راہ اور توشہ بھیج رہا ہے؟ ایمان کا لازمہ یہ ہے کہ ہم اسی دنیا میں اپنے اعمال کا حساب کرلیں اور خوب غور اور فکر کریں کہ ہم نے ابھی تك کیا انجام دیا ہے اور کیا کر رہے ہیں؟ حساب کرلیں اورخوب غور اور فکر کریں کہ ہم نے ابھی تك کیا انجام دیا ہے اور کیا کر رہے ہیں؟ بعینہ اس عقلمند تاجر کی طرح جو ہر روز اور ہر مہینے اور سال اپنی آمدن خرچ کا حساب کرتا ہے کہ کہیں اسے نقصان نہ ہوجائے اور اس کا سرمایہ ضائع نہ ہوجائے_

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' اس سے پہلے کہ تمہارا قیامت کے دن حساب لیا جائے اسی د نیا میں اپنے اعمال کو ناپ تول لو_ (285) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جو شخص اسی دنیا میں اپنا حساب کرلے وہ فائدہ میں رہے گا_ (286)

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہر روز اپنا حساب نہیں کرتا اگر اس نے نیك کام انجام دیئے ہوں تو اللہ تعالی سے اور زیادہ کی توفیق طلب کرے اور اگر برے کام انجام دیئے ہوں تو استغفار اور توبہ کرے_ (287)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جو اپنے آپ کا جساب کرلے وہ فائدہ میں ہوگا اور جو اپنے حساب سے غافل ہوگا وہ نقصان اٹھائیگا_ جو اس دنیا میں ڈرے وہ قیامت کے دن امن میں ہوگا اور جو نصیحت حاصل کرے وہ آگاہ ہوجائیگا جو شخص دیکھے وہ سمجھے گا اور جو سمجھے گا وہ دانا اور عقلمند ہوجائیگا_ (288)

پیغمبر اکرم نے جناب ابوذر سے فرمایا '' اے ابوذر اس سے پہلے کہ تیرا حساب قیامت میں لیا جائے تو اپنا حساب اسی دنیا میں کرلے کیونکہ آج کا حساب آخرت کے حساب سے زیادہ آسان ہے اپنے نفس کو قیامت کے دن وزن کئے جانے سے پہلے اسي دنیا میں وزن کرلے اور اسی وسیلے سے اپنے آپ کو قیامت کے دن کے لئے کہ جس دن تو خدا کے سامنے جائے گا اور معمولی سے معمولی چیز اس ذات سے مخفی نہیں ہے آمادہ کرلے_ آپ نے فرمایا اے آباذر انسان متقی نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ اپنے نفس کا حساب اس سے بھی سخت

جو ايك شريك دوسرے شريك سے كرتا ہے كرے انسان كو خوب سوچنا چاہئے كہ كھانے والی پینے والی پہننے والی چیزیں كس راستے سے حاصل كر رہا ہے_ كیا حلال سے ہے یا حرام سے؟ اے اباذر جو شخص اس كا پابند نہ ہو كہ مال كو كس طریقے سے حاصل كر رہا ہے خدا بھی پرواہ نہیں كرے گا كہ اسے كس راستے سے جہنم میں داخل كرے_ (289)

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے '' اے آدم كی اولاد تو ہمیشہ خیر و خوبی پر ہوگا جب تك اپنے نفس میں وعظ كرنے والا ركھے رہے گا اور اپنے نفس كے حساب كرتے رہنے كا پابند رہے گا اور اللہ كا خوف تیرا ظاہر ہوا اور محزون ہونا تیرا باطن ہو_ اے آدم كا فرزند تو مرجائیگا اور قیامت كے دن اٹھایا جائیگا اور اللہ تعالی اور اللہ كے عدل كے ترازو كے سامنے حساب كے لئے حاضر ہوگا لہذا قیامت كے دن حساب دینے كے لئے آمادہ ہوجاؤ_ (290)

انسان اس جہان میں تاجر كی طرح ہے كہ اس كا سرمایہ اس كی محدود عمر ہے یعنی یہی دن اور رات ہفتے اور مہینے اور سال_ یہ عمر كا سرمایہ ہو نہ ہو خرچ ہو كر رہے گا_ اور آہستہ آہستہ موت كے نزدیك ہوجائیگا جوانی بڑھاپے میں طاقت كمزوری میں اور صحت اور سلامتی بیماری میں تبدیل ہوجائیگی اگر انسان نے عمر كو نیك كاموں میں خرچ كیا اور آخرت كے لئے توشہ اور زاد راہ بھیجا تو اس نے نقصان اور ضرر نہیں كیا كیونكہ اس نے اپنے لئے مستقبل سعادتمند اور اچھا فراہم كرلیا لیكن اگر اس نے عمر كے گران قدر سرمایہ جوانی اور اپنی سلامتی كو ضائع كیا اور اس كے مقابلے میں آخرت كے لئے نیك عمل ذخیرہ نہ بنایا بلكہ برے اخلاق اور گناہ كے ارتكاب سے اپنے نفس كو كثیف اور آلودہ كیا تو اس نے اتنا بڑا نقصان اٹھایا ہے كہ جس كی تلافی نہیں كی جا سكتي_

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے '' عصر كی قسم كہ انسان نقصان اور خسارہ میں ہے مگر وہ انسان جو ایمان لائیں اور نیك عمل بجالائیں اور حق اور بردباری كی ایك دوسرے كو سفارش كریں _ (291)

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں_ كہ ''عاقل وہ ہے جو آج كے دن میں كل یعنی قیامت كی فكر كرے اور اپنے آپ كو آزاد كرنے كی كوشش كرے اور اس كہ لئے كہ جس سے بھاگ جانا یعنی موت سے ممكن نہیں ہے نیك اعمال انجام دے_ (292)

نیز آنحضرت فرمایا ہے كہ ''جو شخص اپنا حساب كرے تو وہ اپنے عیبوں كو سمجھ پاتا ہے اور گناہوں كو معلوم كرلیتا ہے اور پھر گناہوں سے توبہ كرتا ہے اور اپنے عیبوں كی اصلاح كرتا ہے_ (293)

كس طرح حساب كریں

نفس پر كنٹرول كرنا سادہ اور آسان كام نہیں ہوتا بلكہ سوچ اور فكر اور سیاست بردباری اور حتمی ارادے كا محتاج ہوتا ہے_ كیا نفس امارہ اتنی آسانی سے رام اور مطیع ہوسكتا ہے؟ كیا اتنی سادگی سے فیصلے اور حساب كے لئے حاضر ہوجاتا ہے؟ كیا اتنی آسانی سے حساب دے دیتا ہے؟ امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں كہ '' جس نے اپنے نفس كو اپنی تدبیر اور سیاست كے كنٹرول میں نہ دیا تو اس نے اسے ضائع كردیا ہے_ (294)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے كہ '' كہ جس شخص نے اپنے نفس كا فریب اور دھوكہ دینا مول لے

لیا تو وہ اس کو ہلاك میں ڈال دے گا_ (295)
آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ''جس شخص کے نفس میں بیداری اورآگاہی ہو تو خداوند عالم کی طرف سے اس کے لئے نگاہ بان معین کیا جائیگا_(296)
نیز آنحضرت(ص) نے فرمایا ہے کہ ''پے در پے جہاد سے اپنے نفس کے مالك بنو اور اپنے کنٹرول میں رکھو_(297) نفس کے حساب کو تین مرحلوں میں انجام دیا جائے تا کہ تدریجاً وہ اس کی عادت کرے اور مطیع ہوجائے

1_ مشارطہ اور عہد لینا

نفس کے حساب کو اس طرح شروع کریں دن کی پہلی گھڑی میں ہر روز کے کاموں کے انجام دینے سے پہلے ایك وقت مشارطہ کے لئے معین کرلیں مثال کے طور پر صبح کی نماز کے بعد ایك گوشہ میں بیٹھ جائیں اور اپنے آپ سے گفتگو کریں اور یوں کہیں_ ابھی میںزندہ ہوں لیکن یہ معلوم نہیں کہ کب تك زندہ رہوں گا_ شاید ایك گھنٹہ یا اس کم اور زیادہ زندہ رہونگا_ عمر کا گذرا ہوا وقت ضائع ہوگیا ہے لیکن عمر کا باقی وقت ابھی میرے پاس موجود ہے اور یہی میرا سرمایہ بن سکتا ہے بقیہ عمر کے ہر وقت میں آخرت کے لئے زاد راہ مہیا کرسکتا ہوں اور اگر ابھی میری موت آگئي اور حضرت عزرائیل علیہ السلام میری جان قبض کرنے کے لئے آگئے تو ان سے کتنی خواہش اور تمنا کرتا کہ ایك دن یاایك گھڑی اور میری عمر میں زیادہ کیا جائے؟
اے بیچارے نفس اگر تو اسی حالت میں ہو اور تیری یہ تمنا اور خواہش پوری کر دی جائے اور دوبارہ مجھے دنیا میں لٹا دیا گیا تو سوچ کہ تو کیا کرے گا؟ اے نفس اپنے آپ اور میرے اوپر رحم کر اور ان گھڑیوں کو بے فائدہ ضائع نہ کر سستی نہ کر کہ قیامت کے دن پشیمان ہوگا_

لیکن اس دن پشیمانی اور حسرت کوئي فائدہ نہیں دے گي_ اے نفس تیری عمر کی ہر گھڑی کے لئے خداوند عالم نے ایك خزانہ برقرار کر رکھا ہے کہ اس میں تیرے اچھے اور برے عمل محفوظ کئے جاتے ہیں اور تو ان کا نتیجہ اور انجام قیامت کو دیکھے گا اے نفس کوشش کر کہ ان خزانوں کو نیك اعمال سے پر کردے اور متوجہ رہ کر ان خزانوں کو گناہ اور نافرمانی سے پر نہ کرے_ اسی طرح اپنے جسم کے ہر ہر عضو کو مخاطب کر کے ان سے عہد اور پیمان لیں کہ وہ گناہ کا ارتکاب نہ کریں مثلاً زبان سے کہیں جھوٹ، غیبت، چغلخوري، عیب جوئي، گالیاں، بیودہ گفتگو، توہین، ذلیل کرنا، اپنی تعریف کرنا، لڑائي، جھگڑا، جھوٹی گواہی یہ سب کے سب برے اخلاق اور اللہ کی طرف سے حرام کئے گئے ہیں اور انسان کی اخروی زندگی کو تباہ کردینے والے ہیں اے زبان میں تجھے اجازت نہیں دیتا کہ تو ان کو بجالائے_ اے زبان اپنے اور میرے اوپر رحم کر اور نافرمانی سے ہاتھ اٹھالے کیونکہ تیرے سب کہے ہوئے اعمال کو خزانہ اور دفتر میں لکھا جاتا ہے اور قیامت کے دن ان کا مجھے جواب دینا ہوگا_ اس ذریعے سے زبان سے وعدہ لیں کہ وہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے_ اس کے بعد اسے وہ نیك اعمال جو زبان بجالاسکتی ہے_ بتلائے جائیں اور اسے مجبور کریں کہ وہ

ان كو سارے دن ميں بجالائے مثلاً اس سے كہيں كہ تو فلان ذكر اور كام سے اپنے اعمال كے دفتر اور خزانے كو نور اور سرور سے پر كردے اور آخرت كے جہاں ميں اس كا نتيجہ حاصل كر اور اس سے غفلت نہ كر كہ پيشمان ہوجائيگي_ اسى طرح سے يہ ہر ايك عضو سے گفتگو كرے اور وعدہ لے كہ گناہوں كا ارتكاب نہ كريں اور نيك اعمال انجام ديں_

حضرت امام جعفر صادق عليہ السلام نے اپنے والد بزرگوار سے نقل كيا ہے كہ آپ نے فرمايا كہ '' جب رات ہوتى ہے تو رات اس طرح كى آواز ديتى ہے كہ جسے سوائے جن اور انسان كے تمام موجودات اس كى آواز كو سنتے ہيں وہ آواز يوں ديتى ہے_ اے آدم كے فرزند ميں نئي مخلوق ہوں جو كام مجھ ميں انجام ديئے جاتے ہيں_ ميں اس كى گواہى دونگى مجھ سے فائدہ اٹھاؤ ميں سورج نكلنے كے بعد پھر اس دنيا ميں نہيں آؤنگى تو پھر مجھ سے اپنى نيكيوں ميں اضافہ نہيں كرسكے گا اور نہ ہى اپنے گناہوں سے توبہ كرسكے گا اور جب رات چلى جاتى ہے اور دن نكل آتا ہے تو دن بھى اسى طرح كى آواز ديتا ہے_ (298)
ممكن ہے كہ نفس امارہ اور شيطان ہميں يہ كہے كہ تو اس قسم كے پروگرام پرتو عمل نہيں كرسكتا مگر ان قيود اور حدود كے ہوتے ہوئے زندگى كى جاسكتى ہے؟ كيا ہر روز ايك گھڑى اس طرح كے حساب كے لئے معين كيا جاسكتى ہے؟ نفس امارہ اور شيطن اس طرح كے وسوسے سے ہميں فريب دينا چاہتا ہے اور ہميں حتمى ارادہ سے روكنا چاہتاہے_ ضرورى ہے كہ اس كے مقابلے كے لئے ڈٹ جانا چاہئے اور اسے كہيں كہ اس طرح كا پروگرام پورى طرح سے قابل عمل ہے اور يہ روزمرہ كى زندگى سے كوئي منافات نہيں ركھتا اور چونكہ يہ ميرے نفس كے پاك كرنے اور اخروى سعادت كے لئے ضرورى ہے لہذا مجھے يہ انجام دينا ہوگا اور اتنا مشكل بھى نہيں ہے _ تو اے نفس ارادہ كر لے اور عزم كر لے يہ كام آسان ہوجائيگا اور اگر ابتداء ميں كچھ مشكل ہو تو آہستہ آہستہ عمل كرنے سے آسان ہوجائيگا_

2_ مراقبت

جب انسان اپنے نفس سے مشارطہ يعنى عہد لے چكے تو پھر اس كے بعد ان عہد پر عمل كرنے كا مرحلہ آتا ہے كہ جسے مراقبت كہا جاتا ہے لہذا تمام دن ميں تمام حالات ميں اپنے نفس كى مراقبت اور محافظت كرتے رہيں كہ وہ وعدہ اور عہد جو كر ركھا ہے اس پر عمل كريں_ انسان كو تمام حالات ميں بيدار اور مواظب رہنا چاہئے اور خدا كو ہميشہ حاضر اور ناظر جانے اور كئے ہوئے وعدے كو ياد ركھے كہ اگر اس نے ايك لحظہ بھى غفلت كى تو ممكن ہے كہ شيطن اور نفس امارہ اس كے ارادے ميں رخنہ اندازى كرے اور كئے وعدہ پر عمل كرنے سے روك دے امير المومنين عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ '' عاقل وہ ہے جو ہميشہ نفس كے ساتھ جہاد ميں مشغول رہے اور اس كى اصلاح كى كوشش كرتارہے اور اس ذريعے اسے اپنے ملكيت ميں قرار دے عقلمند انسان نفس كو دنيا اور جو كچھ دنيا ميں ہے مشغول ركھنے سے پرہيز كرنے والا ہوتا ہے_(299)
حضرت على عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ '' نفس پر اعتماد كرنا اور نفس سے خوش بين ہونا شيطن كے لئے بہترين موقع فراہم كرتا ہے_(300) نيز آنحضرت صلى اللہ عليہ و آلہ و سلم نے فرمايا ہے كہ '' جو شخص

نفس کے اندر سے روکنے والا رکھتا ہو تو خداوند عالم کی طرف سے بھی اسکے لئے محافظت کرنے والا معین کیا جاتا ہے_(301)

جو انسان اپنے نفس کا مراقب ہے وہ ہمیشہ بیدار اور خدا کی یاد میں ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو ذات الہی کے سامنے حاضر دیکھتا ہے کسی کام کو بغیر سوچے سمجھے انجام نہیں دیتا اگر کوئي گناہ یا نافرمانی اس کے سامنے آئے تو فورا اسے اللہ اور قیامت کے حساب و کتاب کی یاد آجاتی ہے اور وہ اسے چھوڑ دیتا ہے اپنے کئے ہوئے عہد اور پیمان کو نہیں بھلاتا اسی ذریعے سے اپنے نفس کو ہمیشہ اپنی ملکیت اور کنٹرول میں رکھتا ہے اور اپنے نفس کو برائیوں اور ناپاکیوں سے روکے رکھتا ہے ایسا کرنا نفس کو پاک کرنے کا ایك بہترین وسیلہ ہے اس کے علاوہ جو انسان مراقبت رکھتا ہے وہ تمام دن واجبات اور مستحبات کی یاد میں رہتا ہے اور نیك کام اور خیرات کے بجالانے میں مشغول رہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ نماز کو فضیلت کے وقت میں خضوع اور خشوع اور حضور قلب سے اس طرح بجالائے کہ گویا اس کے عمر کی آخری نماز ہے_ ہر حالت اور ہر کام میں اللہ کی یاد میں ہوتا ہے فارغ وقت بیہودہ اور لغویات میں نہیں کاٹتا اور آخرت کے لئے ان اوقات سے فائدہ اٹھاتا ہے وقت کی قدر کو پہچانتا ہے اور ہر فرصت سے اپنے نفس کے کام کرنے میں سعی اور کوشش کرتا ہے اور جتنی طاقت رکھتا سے مستحبات کے بجا لانے میں بھی کوشش کرتا ہے کتنا ہی اچھا ہے کہ انسان بعض اہم مستحب کے بجالانے کی عادت ڈالے _ اللہ تعالی کا ذکر اور اس کی یاد تو انسان کے لئے ہر حالت میں ممکن ہوا کرتی ہے_ سب سے مہم یہ ہے کہ انسان اپنے روز مرہ کے تمام کاموں کو قصد قربت اور اخلاص سے عبادت اور سیر و سلوك الی اللہ کے لئے قرار دے دے یہاں تك کہ خورد و نوش اور کسب کار اور سونا اور جاگنا نکاح اور ازدواج اور باقی تمام مباح کاموں کو نیت اور اخلاص کے ساتھ عبادت کی جزو بنا سکتا ہے_ کار و بار اگر حلال روزی کمانے اور مخلوق خدا کی خدمت کی نیت سے ہو تو پھر یہ بھی عبادت ہے_ اسی طرح کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سونا اور جاگنا اگر زندہ رہنے اور اللہ کی بندگی کے لئے قرا ردے تو یہ بھی عبادت ہیں_ اللہ کے مخصوص بندے اسی طرح تھے اور ہیں_

3_ اعمال کا حساب

تیسرا مرحلہ اپنے ہر روز کے اعمال کا حساب کرنا ہے ضروری ہے انسان دن میں ایك وقت اپنے سارے دن کے اعمال کے حساب کرنے کے لئے معین کرلے اور کتنا ہی اچھا ہے کہ یہ وقت رات کے سونے کے وقت ہو جب کہ انسان تمام دن کے کاموں سے فارغ ہوجاتا ہے اس وقت تنہائي میں بیٹھ جائے اور خوب فکر کرے کہ آج سارا دن اس نے کیا کیا ہے ترتیب سے دن کی پہلی گھڑی سے شروع کرے اور آخر غروب تك ایك ایك چیز کا دقیق حساب کرے جس وقت میں اچھے کاموں اور عبادت میں مشغول رہا ہے تو خداوند عالم کا اس توفیق دینے پر شکریہ ادا کرے اور ارادہ کر لے کہ اسے بجالاتا رہے گا_ اور جس میں وقت گناہ اور معصیت کا ارتکاب کیا ہے تو اپنے نفس کو سرزنش کرے اور نفس سے کہے کہ اے بدبخت اور شقی تو نے کیا کیا ہے؟ کیوں تو نے اپنے نامہ اعمال کو گناہ سے سیاہ کیا ہے؟ قیامت کے دن خدا کا کیا جواب دے گا؟ خدا کے آخرت

میں دردناك عذاب سے کیا کرے گا؟ خدا نے تجھے عمر اور صحت اور سلامتی اور موقع دیا تھا تا کہ آخرت کے لئے زاد راہ مہیا کرے تو اس نے اس کی عوض اپنے نامہ اعمال کوگناہ سے پر کر دیا ہے_ کیا یہ احتمال نہیں دیتا تھا کہ اس وقت تیری موت آپہنچے؟ تو اس صورت میں کیا کرتا؟ اے بے حیا نفس _ کیوں تو نے خدا سے شرم نہیں کي؟

اے جھوٹے اور منافق _ تو تو خدا اور قیامت پر ایمان رکھنے کا ادعا کرتا تھا کیوں تو کردار میں ایسا نہیں ہوتا_ پھر اس وقت توبہ کرے اور ارادہ کر لے کہ پھر اس طرح کے گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا اور کزرے ہوئے گناہوں کا تدارك کرے گا_

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جو شخص اپنے نفس کو گناہوں اور عیوب پر سرزنش کرے تو وہ گناہوں کے ارتکاب سے پرہیز کر لے گا_(302)

اگر انسان محسوس کرے کہ نفس سرکش اور نافرمانی کر رہا ہے اور گناہ کے ترك کرنے اور توبہ کرنے پر حاضر نہیں ہو رہا تو پھر انسان کو بھی نفس کا مقابلہ کرنا چاہئے اور اس پر سختی سے پیش آنا چاہئے اس صورت میں ایك مناسب کام کو وسیلہ بنائے مثلا اگر اس نے حرام مال کھایا ہے یا کسی دوسری نافرمانی کو بجالایا ہے تو اس کے عوض کچھ مال خدا کی راہ میں دے دے یا ایك دن یا کئي دن روزہ رکھ لے_ تھوڑے دنوں کے لئے لذیز غذا یا ٹھنڈا، پاني، پینا، چھوڑدے، یا دوسرے لذائذ کے جسے نفس چاہتا ہے اس کے بجالانے سے ایك جائے یا تھوڑے سے وقت کے لئے سورج کی گرمی میں کھڑا ہو جائے بہرحال نفس امارہ کے سامنے سستی اور کمزوری نہ دکھلائے ور نہ وہ مسلط ہوجائیگا اور انسان کو ہلاکت کی وادی میں جا پھینکے گا اور اگر تم اس کے سامنے سختی اور مقابلہ کے ساتھ پیش آئے تو وہ تیرا مطیع اور فرمانبردار ہوجائیگا اگر کسی وقت میں نہ کوئي اچھا کام انجام دیا ہو اور نہ کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہو تو پھر بھی نفس کو سرزنش اور ملامت کرے اور اسے کہے کہ کس طرح تم نے عمر کے سرمایہ کو ضایع کیا ہے؟ تو اس وقت نیك عمل بجالا سکتا تھا اور آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کر سکتا تھا کیوں نہیں ایسا کیا اے بدبخت نقصان اٹھانے والے کیوں ایسی گران قدر فرصت کو ہاتھ سے جانے دیا ہے_ اس دن جس دن پشیمانی اور حسرت فائدہ مند نہ ہوگی پشیمان ہوگا

_ اس طریقے سے پورے وقت جیسے ایك شریك دوسرے شریك سے کرتا ہے اپنے دن رات کے کاموں کو مورد دقت اور مواخذہ قرار دے اگر ہو سکے تو اپنے ان تمام کے نتائج کو کسی کاپی میں لکھ کے_ بہرحال نفس کے پاك و پاکیزہ بنانے کے لئے مراقبت اور حساب ایك بہت ضروری اور فائدہ مند کام شمار ہوتا ہے جو شخص بھی سعادت کا طالب ہے اسے اس کو اہمیت دینی چاہئے گرچہ یہ کام ابتداء میں مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر ارادہ اور پائیداری کر لے تو یہ جلدی آسان اور سہل ہوجائیگا اور نفس امارہ کنٹرول اور زیر نظر ہوجائیگا_ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں عقلمندوں کا عقلمند اور احمقوں کا حق نہ بتلاؤں؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہ(ص) _ فرمائیے آپ نے فرمایا سب سے عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے نفس کا حساب کرے اور مرنے کے بعد کے لئے نیك عمل بجالائے اور سب سے احمق وہ ہے کہ جو

خواہشات نفس کی پیروی کرے اور دور دراز خواہشوں میں سرگرم ہے_ اس آدمی نے عرض کي_ یا رسول اللہ(ص) _ کہ انسان کس طرح اپنے نفس کا حساب کرے؟ آپ (ص) نے فرمایا جب دن ختم ہوجائے اور رات ہوجائے تو اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اور اسے کہے اے نفس آج کا دن بھی چلا گیا اور یہ پھر لوٹ کے نہیں آئیگا خداوند عالم تجھ سے اس دن کے بارے میں سوال کرے گا کہ اس دن کو کن چیزوں میں گذرا ہے اور کونسا عمل انجام دیا ہے؟ کیا اللہ کا ذکر اور اس کی یاد کی ہے؟ کیا کسی مومن بھائي کا حق ادا کیا ہے؟ کیا کسی مومن بھائي کا غم دور کیا ہے؟ کیا اس کی غیر حاضری میں اس کے اہل و عیال کی سرپرستی کی ہے؟ کیا کسی مومن بھائي کی غیبت سے دفاع کیا ہے؟ کیا کسی مسلمان کی مدد کی ہے؟ آج کے دن کیا کیا ہے_ اس دن جو کچھ انجام دیا ہوا ایك ایك کو یاد کرے اگر وہ دیکھے کہ اس نے نیك کام انجام دیئے ہیں تو خداوند عالم کا اس نعمت اور توفیق پر شکریہ ادا کرے اور اگر دیکھے کہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور نافرمانی بجالایا ہے تو توبہ کرے اور ارادہ کرلے کہ اس کے بعد گناہوں کا ارتکاب نہیں کرے گا_ اور پیغمبر اور اس کی آل پر درود بھیج کر اپنے نفس کی کثافتوں کو اس سے دور کرے اور امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت اور بیعت کو اپنے نفس کے سامنے پیش کرے اور آپ کے دشمنوں پر لعنت بھیجے اگر اس نے ایسا کرلیا تو خدا اس سے کہے گا کہ '' میں تم سے قیامت کے دن حساب لینے سے سختی نہیں کرونگا کیونکہ تو میرے اولیاء کیساتھ محبت رکھتا تھا اور ان کے د شمنوں سے دشمنی رکھتا تھا_ (303)

امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' وہ ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے نفس کا ہر روز حساب نہیں کرتا اگر وہ اچھے کام انجام دے تو خداوند عالم سے زیادہ توفیق دینے کو طلب کرے اور اگر نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب کیا ہو تو استعفا اور توبہ کرے_ (304)

پیغمبر علیہ السلام نے ابوذر سے فرمایا کہ '' عقلمند انسان کو اپنا وقت تقسیم کرنا چاہیئے ایك وقت خداوند عالم کے ساتھ مناجات کرنے کے لئے مخصوص کرے_ اور ایك وقت اپنے نفس کے حساب لینے کے لئے مختص کرلے اور ایك وقت ان چیزوں میں غور کرنے ے لئے جو خداوند عالم نے اسے عنایت کی ہیں مخصوص کردے_ (305)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' اپنے نفس سے اس کے کردار اور اعمال کے بارے میں حساب لیا کرو اس سے واجبات کے ادا کرنے کا مطالبہ کرو اور اس سے چاہو کہ اس دنیا فانی سے استفادہ کرے اور آخرت کے لئے زاد راہ اور توشہ بھیجے اور اس سفر کے لئے قبل اس کے کہ اس کے لئے اٹھائے جاو امادہ ہوجاؤ_ (306)

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایاکہ '' انسان کے لئے کتنا ضروری ہے کہ ایك وقت اپنے لئے معین کرلے جب کہ تمام کاموں سے فارغ ہوچکا ہو_ اس میں اپنے نفس کا حساب کرے اور سوچے کہ گذرے ہوئے دن اور رات میں کونسے اچھے اور فائدہ مند کام انجام دیئے ہیں اور کونسے برے نقصان دینے والوں کاموں کو بجالایا ہے_ (307)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' اپنے نفس سے جہاد کر اور اس سے ایك شریك کے مانند حساب

کتاب لے اور ایك قرض خواہ کی طرح اس سے حقوق الہی کے ادا کرنے کا مطالبہ کرے کیونکہ سب سے زیادہ سعادتمند انسان وہ ہے کہ جو اپنے نفس کے حساب کے لئے آمادہ ہو_ (308)

علی علیہ السلام نے فرمایا کہ " کہ جو شخص اپنے نفس کا حساب کرے تو وہ اپنے عیبوں سے آگاہ ہوجاتا ہے اور اپنے گناہوں کو جان جاتا ہے اور ان سے توبہ کرتا ہے اور اپنے عیبوں کی اصلاح کرتا ہے_ (309)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اس سے پہلے کہ قیامت کے دن تمہارا حساب لیا جائے تم اس دنیا میں اپنا حساب خود کرلو کیونکہ قیامت کے دن پچاس مقامات پر بندوں کا حساب لیا جائیگا اور ہر ایك مقام میں ہزار سال تك اس کا حساب لیا جاتا رہیگا_ آپ نے اس کے بعد یہ آیت پڑھی وہ دن کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگي_ (310)

اس بات کی یاد دھانی بہت ضروری ہے کہ انسان نفس کے حساب کے وقت خود نفس پر اعتماد نہ کرے اور اس کی بابت خوش عقیدہ نہ ہو کیونکہ نفس بہت ہی مکار اور امارہ سو ہے_ سینکڑوں حیلے بہانے سے اچھے کام کو برا اور برے کو اچھا ظاہر کرتا ہے_ انسان کو اپنے بارے اپنی ذمہ داری کو نہیں سوچنے دیتا تا کہ انسان اس پر عمل پیرا ہو سکے_ گناہ کے ارتکاب اور عبادت کے ترك کرنے کی کوئي نہ کوئي توجیہ کرے گا_ گناہوں کو فراموشی میں ڈال دے گا اور معمولی بتلائے گا_ چھوٹی عبادت کو بہت بڑا ظاہر کرے گا اور انسان کو مغرور کردے گا_ موت اور قیامت کو بھلا دے گا اور دور دراز امیدوں کو قوی قرار دے گا_ حساب کرنے کو سخت اور عمل نہ کئے جانے والی چیز بلکہ غیر ضروری ظاہر کردے گا اسی لئے انسان کو اپنے نفس کی بارے میں بدگمانی رکھتے ہوئے اس کا حساب کرنا چائے_ حساب کرنے میں بہت وقت کرنی چاہئے اور نفس اور شیطن کے تاویلات اور ہیرا پھیری کی طرف کان نہیں دھرنے چائیں_

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " اللہ تعالی کی یاد کے لئے کچھ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالی کے ذکر کو دنیا کے عوض قرار دے رکھا ہے لہذا ان کو کار و بار اللہ تعالی کے ذکر سے نہیں روکتا_ اپنی زندگی کو اللہ تعالی کے ذکر کے ساتھ گزارتے ہیں_ گناہوں کے بارے قرآن کی آیات اور احادیث غافل انسانوں کو سناتے ہیں اور عدل اور انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں_ منکرات سے روکتے ہیں اور خودبھی ان سے رکتے ہیں گویا کہ انہوں نے دنیا کو طے کرلیا ہے اور آخرت میں پہنچ چکے ہیں_ انہوں نے اس دنیا کے علاوہ اور دنیا کو دیکھ لیا ہے اور گویا برزخ کے لوگوں کے حالات جو غائب ہیں ان سے آگاہ ہوچکے ہیں_ قیامت اور اس کے بارے میں جو وعدے دیئے گئے ہیں گویا ان کے سامنے صحیح موجود ہوچکے ہیں_ دنیا والوں کے لئے غیبی پردے اس طرح ہٹا دیتے ہیں کہ گویا وہ ایسی چیزوں کو دیکھ رہے ہوں کہ جن کو دنیا والے نہیں دیکھ رہے ہوتے اور ایسی چیزوں کو سن رہے ہیں کہ جنہیں دنیا والے نہیں سن رہے_ اگر تو ان کے مقامات عالیہ اور ان کی مجالس کو اپنی عقل کے سامنے مجسم کرے تو گویا وہ یوں نظر آئیں گے کہ انہوں نے اپنے روز کے اعمال نامہ کو کھولا ہوا ہے اور اپنے اعمال کے حساب کرلینے سے فارغ ہوچکے ہیں یہاں تك کہ ہر چھوٹے بڑے کاموں سے کہ جن کاانہیں حکم دیا گیا ہے اور ان کے بجالانے میں انہوں نے کوتاہی برتی ہے یا جن سے انہیں روکا گیا ہے اور انہوں نے اس کا ارتکاب کریا

ہے ان تمام کی ذمہ داری اپنی گردن پر ڈال دیتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کے بجالانے اور اطاعت کرنے میں کمزور دیکھتے ہیں اور زار زار گریہ و بکاء کرتے ہیں اور گریہ اور بکاء سے اللہ کی بارگاہ میں اپنی پشیمانی کا اظہار کرتے ہیں_ ان کو تم ہدایت کرنے ولا اور اندھیروں کے چراغ پاؤگے کہ جن کے ارد گرد ملا مکہ نے گھیرا ہوا ہے اور اللہ تعالی کی مہربانی ان پر نازل ہوچکی ہے_ آسمان کے دروازے ان کے لئے کھول دیئےئے ہیں اور ان کے لئے محترم اور مکرم جگہ حاضر کی جاچکی ہے_ (311)

توبہ یا نفس کو پاك و صاف کرنا

نفس کو پاك اور صاف کرنے کا بہترین راستہ گناہوں کا نہ کرنا اور اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھنا ہے اگر کوئي شخص گناہوں سے بالکل آلودہ نہ ہو اور نفس کی ذاتی پاکی اور صفا پر باقی رہے تو یہ اس شخص سے افضل ہے جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لے_ جس شخص نے گناہ کا مزہ نہیں چکھا اور اس کی عادت نہیں ڈالی یہ اس شخص کی نسبت سے جو گناہوں میں آلودہ رہا ہے اور چاہتا ہے کہ گناہوں کو ترك کردے بہت آسانی سے اور بہتر طریقے سے گناہوں سے چشم پوشی کر سکتا ہے امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''گناہ کا ترك کردینا توبہ کے طلب کرنے سے زیادہ آسان ہے_(312)

لیکن جو انسان گناہوں سے آلودہ ہوجائیں انہیں بھی اللہ تعالی کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنے کا راستہ کسی وقت بھی بند نہیں ہوتا بلکہ مہربان اللہ تعالی نے گناہگاروں کے لئے توبہ کا راسنہ ہمیشہ لے لئے کھلا رکھا ہوا ہے اور ان سے چاہا ہے کہ وہ اللہ تعالی کی طرف پلٹ آئیں اور توبہ کے پانی سے نفس کو گناہوں کی گندگی اور پلیدی سے دھوڈالیں_

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے '' میرے ان بندوں سے کہ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے کہہ دو کہ وہ اللہ تعالی کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کیونکہ خدا تمام گناہوں کو بخش دے گا اور وہ بخشنے والا مہربان ہے_(313)

نیز خدا فرماتا ہے کہ '' جب مومن تیرے پاس آئیں تو ان سے کہہ دے کہ تم پر سلام ہو_ خدا نے اپنے اوپر رحمت اور مہربانی لازم قرار دے دی ہے_ تم میں سے جس نے جہالت کی وجہ سے برے کام انجام دیئے اور توبہ کرلیں اور خدا کی طرف پلٹ آئیں اور اصلاح کرلیں تو یقینا خدا بخشنے والا مہربان ہے_ (314)

توبہ کی ضرورت

گمان نہیں کیا جا سکتا کہ گناہگاروں کے لئے توبہ کرنے سے کوئي اور چیز لازمی اور ضروری ہو جو شخص خدا پیغمبر قیامت ثواب عقاب حساب کتاب بہشت دوزخ پر ایمان رکھتا ہو وہ توبہ کے ضروری اور فوری ہونے میں شك و تردید نہیں کرسکتا_

ہم جو اپنے نفس سے مطلع ہیں اور اپنے گناہوں کو جانتے ہیں تو پھر توبہ کرنے سے کیوں غفلت کریں؟ کیا ہم قیامت اور حساب اور کتاب اور دوزخ کے عذاب کا یقین نہیں رکھتے؟ کیا ہم اللہ کہ اس وعدے میں کہ گناہگاروں کو جہنم کی سزا دونگا شك اور تردید رکھتے ہیں؟ انسان کا نفس گناہ کے ذریعے تاریك اور سیاہ

اور پلید ہوجاتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ انسان کی شکل حیوان کی شکل میں تبدیل ہوجائے پس کس طرح جرت رکھتے ہیں کہ اس طرح کے نفس کے ساتھ خدا کے حضور جائیں گے اور بہشت میں خدا کے اولیا' کے ساتھ بیٹھیں گے؟ ہم گناہوں کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالی کے صراط مستقیم کو چھوڑ چکے ہیں اور حیوانیت کی وادی میں گر چکے ہیں_ خدا سے دور ہوگئے ہیں اور شیطن کے نزدیك ہوچکے ہیں اور پھر بھی توقع رکھتے ہیں کہ آخرت میں سعادتمند اور نجات یافتہ ہونگے اور اللہ کی بہشت میں اللہ تعالی کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کریں گے یہ کتنی لغو اور بے جا توقع ہے؟ لہذا وہ گناہگار جو اپنی سعادت کی فکر رکھتا ہے اس کے لئے سوائے توبہ اور خدا کی طرف پلٹ جانے کے اور کوئي راستہ موجود نہیں ہے_

یہ بھی اللہ تعالی کی ایك بہت بڑی مہربانی اور لطف اور کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے توبہ کا راستہ کھلا رکھا ہوا ہے زہر کھلایا ہوا انسان جو اپنی صحت کے بارے میں فکر مند ہے کسی بھی وقت زہر کے نکالے جانے اور اس کے علاج میں تاخیر اور تردید کو جائز قرا ر نہیں دیتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اس نے دیر کی تو وہ ہلاك ہوجائیگا جب کہ انسان کے لئے گناہ ہر زہر سے زیادہ ہلاك کرنے والا ہوتا ہے_
عام زہر انسان کی دنیاوی چند روزہ زندگی کو خطرے میں ڈالتی ہے تو گناہ انسان کو ہمیشہ کی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور انسان کی آخرت کی سعادت کو ختم کر دیتا ہے اگر زہر انسان کو دنیا سے جدائي دیتی ہے تو گناہ انسان کو خدا سے دور کردیتا ہے_ اور اللہ تعالی سے قرب اور لقاء کے فیض سے محروم کر دیتا ہے لہذا تمہارے لئے ہر ایك چیز سے توبہ اور انابہ زیادہ ضروری اور فوری ہے کیونکہ ہماری معنوی سعادت اور زندگی اس سے وابستہ ہے_
خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے '' مومنو تم سب اللہ تعالی کی طرف توبہ کرو_ شاید نجات حاصل کر لو_(315)
خدا ایك اور مقام میں فرماتا ہے ''مومنو خدا کی طرف توبہ نصوح کرو شاید خدا تمہارے گناہوں کو مٹا دے اور تمہیں بہشت میں داخل کردے کہ جس کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں_(316)
پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ '' ہر درد کے لئے دوا ہوتی ہے_ گناہوں کے لئے استغفار اور توبہ دوا ہے_(317)
امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' ہر انسان کے دل یعنی روح میں ایك سفید نقطہ ہوتا ہے جب وہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سفید نقطہ میں سیاہی وجود میں آجاتی ہے اگر اس نے توبہ کر لی تو وہ سیاہی مٹ جاتی ہے اور اگر گناہ کو پھر بار بار بجلاتا رہا تو آہستہ آہستہ وہ سیاہ نقطہ زیادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تك کہ وہ اس سارے سفید نقطہ پر چھا جاتا ہے اس وقت وہ انسان پھر نیکی کی طرف نہیں پلٹتا یہی مراد اللہ تعالی کے اس فرمان میں کلا بل ران عن قلوبہم بما کانوا یکسبون_(318)یعنی ان کے دلوں پر اس کی وجہ سے کہ انہوں نے انجام دیا ہے زنگ چڑھ جاتا ہے_
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے _ '' توبہ کو دیر میں کرنا ایك قسم کا غرور اور دھوکہ ہے اور توبہ میں تاخیر کرنا ایك طرح کی پریشانی اور حیرت ہوتی ہے_ خدا کے سامنے عذر تراشنا موجب ہلاکت

ہے_ گناہ پر اصرار کرنا اللہ تعالی کے عذاب اور سزا سے مامون ہونے کا احساس ہے جب کہ اللہ تعالی کے عذاب سے مامون ہونے کا احسان نقصان اٹھانے والے انسان ہی کرتے ہیں_(319)

بہتر ہے کہ ہم ذرا اپنے آپ میں فکر کریں گذرے ہوئے گناہوں کو یاد کریں اور اپنی عاقبت کے بارے میں خوب سوچیں اور اپنے سامنے حساب و کتاب کے موقف میزان اعمال خدا قہار کے سامنے شرمندگی فرشتوں اور مخلوق کے سامنے رسوائي قیامت کی سختی دوزخ کے عذاب اللہ تعالی کی لقاء سے محرومیت کو مجسم کریں اور ایك اندرونی انقلاب کے ذریعے اللہ تعالی کی طرف لوٹ آئیں اور توبہ کے زندگی دینے والے پانی سے اپنے گذرے ہوئے گناہوں کو دھوئیں اور نفس کی پلیدی اور گندگی کو دور کریں اور حتمی ارادہ کر لیں کہ گناہوں سے کنارہ کشی کریں گے_ اور آخرت کے سفر اور ذات الہی کی ملاقات کے لئے مہیا ہوجائیں گے لیکن اتنی سادگی سے شیطن ہم سے دستبردار ہونے والا نہیں ہے؟ کیا وہ توبہ اور خدا کی طرف لوٹ جانے کی اجازت دے دیگا؟

وہی شیطن جو ہمیں گناہوں کے ارتکاب کرنے پر ابھارتا ہے وہ ہمیں توبہ کرنے سے بھی مانہ ہوگا گناہوں کو معمولی اور کمتر بتلائے گا وہ گناہوں کو ہمارے ذہن سے ایسے نکل دیتا ہے کہ ہم ان تمام کو فراموش کردیتے ہیں_ مرنے اور حساب اور کتاب اور سزای فکر کو ہمارے مغز سے نکال دیتا ہے اور اس طرح ہمیں دنیا میں مشغول کردیتا ہے کہ کبھی توبہ نور استغفار کی فکر ہی نہیں کرتے اور اچانك موت سرپر آجائے گی اور پلید اور کثیف نفس کے ساتھ اس دنیا سے چلے جائیں گے_

توبہ کا قبول ہونا

اگر درست توبہ کی جائے تو وہ یقینا حق تعالی کے ہاں قبول واقع ہوتی ہے اور یہ بھی اللہ تعالی کے لطف و کرم میں سے ایك لطف اور مہربانی ہے_ خداوند عالم نے ہمیں دوزخ اور جہنم کے لئے پیدا نہیں کیا_ بلکہ بہشت اور سعادت کے لئے خلق فرمایا ہے پیغمبروں کو بھیجا ہے تا کہ لوگوں کو ہدایت اور سعادت کے راستے کی رہنمائي کریں اور گناہگار بندوں کو توبہ اور اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیں توبہ اور استغفار کا دروازہ تمام بندوں کے لئے کھلا رکھا ہوا ہ ے پیغمبر ہمیشہ ان کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں_ پیغمبر(ص) اور اولیاء خدا ہمیشہ لوگوں کو توبہ کی طرف بلاتے ہیں_ خداوند عالم نے بہت سی آیات میں گناہگار بندوں کو اپنی طرف بلایا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ ان کی توبہ کو قبول کرے گا اور اللہ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوا کرتا_ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور ائمہ اطہار نے سینکٹروں احادیث میں لوگوں کو خدا کی طرف پلٹ آنے اور توبہ کرنے کی طرف بلایا ہے اور انہیں امید دلائي ہے_ جیسے_

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ '' وہ خدا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور جو کچھ تم انجام دیتے ہو اس سے آگاہ ہے_ (320)

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ '' میں بہت زیادہ انہیں بخشنے والا ہوں جو توبہ کریں اور ایمان لے آئیں اور نیك اعمال بجالائیں اور ہدایت پالیں_(321)

اگر خدا کو یاد کریں اور گناہوں سے توبہ کریں_ خدا کے سوا کون ہے جو ان کے گناہوں کو بخش دے گاہ اور

وہ جو اپنے برے کاموں پر اصرار نہیں کرتے اور گناہوں کی برائي سے آگاہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے اعمال کی جزا بخشا جانا اور ایسے باغات ہیں کہ جن کے درمیان نہریں جاری ہیں اور ہمیشہ کے لئے وہاں زندگی کریں گے اور عمل کرنے والوں کے لئے ایسے جزا کتنی ہی اچھی ہے_(322)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کي طرح ہے کہ جسنے کوئي گناہ ہی نہ کیا ہو اور جو گناہوں کو بجالانے پر اصرار کرتا ہے اور زبان پر استغفار کے کلمات جاری کرتا ہے یہ مسخرہ کرنے والا ہوتا ہے_(323) اس طرح کی آیات اور روایات بہت زیادہ موجود ہیں لہذا توبہ کے قبول کئے جانے میں کوئي شك اور تردید نہیں کرنا چاہئے بلکہ خداوند عالم توبہ کرنے والے کو دوست رکھتا ہے_ قرآن مجید میں فرماتا ہے '' یقینا خدا توبہ کرنے والے اور اپنے آپکو پاك کرنے والے کو دوست رکھتا ہے_(324) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' اللہ تعالی کا اس بندہ سے جو توبہ کرتا ہے خوشنود ہونا اس شخص سے زیادہ ہوتا ہے کہ جو تاریك رات میں اپنے سواری کے حیوان اور زاد راہ اور توشہ کو گم کرنے کے بعد پیدا کر لے_(325)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جب کوئي بندہ خالص توبہ اور ہمیشہ کے لئے کرے تو خداوند عالم اسے دوست رکھتا ہے اور اللہ تعالی اس کے گناہوں کو چھپا دیتا ہے_ راوی نے عرض کی _ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اللہ تعالی کس طرح گناہوں کو چھپا دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہے کہ وہ دو فرشتے جو اس کے اعمال کو لکھتے ہیں اس کے گناہ کو بھول جاتے ہیں اور اللہ تعالی اس کے اعضاء اور جوارح زمین کے نقاط کو حکم دیتا ہے کہ توبہ کرنے والے بندے کے گناہوں کو چھپا دیں ایسا شخص خدا کے سامنے جائیگا جب کہ کوئي شخص اور کوئي چیز اس کے گناہوں کی گواہ نہ ہوگي_(326)

توبہ کیا ہے؟

گذرے ہوئے اعمال اور کردار پر ندامت اور پشیمانی کا نام توبہ ہے اور ایسے اس شخص کو توبہ کرنے والا کہا جا سکتا ہے جو واقعا اور تہہ دل سے اپنے گذرے ہوئے گناہوں پر پشیمان اور نادم ہو_ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ پشیمان اور ندامت توبہ ہے_(327)
یہ صحیح اور درست ہے کہ خداوند عالم توبہ کو قبول کرتا اور گناہوں کو بخش دیتا ہے لیکن صرف زبان سے استغفراللہ کا لفظ کہہ دینا یا صرف پشیمانی کا اظہار کر دینا یا گریہ کر لینا دلیل نہیں ہے کہ وہ واقعا تہ دل سے توبہ کر چکا ہے بلکہ تین علامتوں کے ہونے سے حقیقی اور واقعی توبہ جانی جاتی ہے_
پہلے تو تہہ دل سے دل میں گذرے گناہوں سے بیزار اور متنفر ہوا اور اپنے نفس میں غمگین اور پشیمان اور شرمندہ ہو دوسرے حتمی ارادہ رکھتا ہو کہ پھر آئندہ گناہوں کو بجا نہیں لائے گا_
تیسرے اگر گناہ کے نتیجے میں ایسے کام انجام دیئے ہوں کہ جن کا جبران اور تدارك کیا جا سکتا ہے تو یہ حتمی ارادہ کرے کہ اس کا تدارك اور جبران کرے گا اگر اس کی گردن پر لوگوں کا حق ہو اگر کسی کا مال غضب کیا ہے یا چوری کی ہے یا تلف کر دیا ہے تو پہلی فرصت میں اس کے ادا کرنے کا حتمی ارادہ کرے

اور اگر اس کے ادا کرنے سے عاجز ہے تو جس طرح بھی ہو سکے صاحب حق کو راضی کرے اور اگر کسی کی غیبت اور بدگوئي کی ہے تو اس سے حلیت اور معافی طلب کرے اور اگر کسی پر تجاوز اور ظلم و ستم کیا ہے تو اس مظلوم کو راضی کرے اور اگر مال کے حق زکواۃ خمس و غیرہ کو نہ دیا و تو اسے ادا کرے اور اگر نماز اور روزے اس سے قضا ہوئے ہوں تو ان کی قضا بجالائے اس طرح کرنے والے شخص کو کہا جا سکتا ہے کہ واقعا وہ اپنے گناہوں پر پشیمان ہوگیا اور اس کی توبہ قبول ہوجائیگي_ لیکن جو لوگ توبہ اور استغفار کے کلمات اور الفاظ تو زبان پر جاری کرتے ہیں لیکن دل میں گناہ سے پشیمان اور شرمندہ نہیں ہوتے اور آئندہ گناہ کے ترک کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھے یا ان گناہوں کو کہ جن کا تدارك اور تلافی کی جانی ہوتی ہے ان کی تلافی نہیں کرتے اس طرح کے انسانوں نے توبہ نہیں کی اور نہ ہی انہیں اپنی توبہ کے قبول ہوجانے کی امید رکھنی چاہئے گرچہ وہ دعا کی مجالس او رمحافل میں شریك ہوتے ہوں اور عاطفہ رقت کیوجہ سے متاثر ہو کر آہ و نالہ گریہ و بکاء بھی کر لیتے ہوں_

ایك شخص نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے سامنے استغفار کے کلمات زبان پر جاری کئے تو آنحضرت نے فرمایا '' تیری ماں تیری عزاء میں بیٹھے کیا جانتے ہو کہ استغفار او توبہ کیا ہے؟ توبہ کرنا بلند لوگوں کا مرتبہ ہے توبہ اور استغفار چھ چیزوں کا نام ہے_ 1_ گذرے ہوئے گناہوں پر پشیمانی ہونا_ 2_ ہمیشہ کے لئے گناہ کے ترک کرنے کا ارادہ کرنا_3_ لوگوں کے حقوق کو ادا کرنا کہ جب تو خدا کے سامنے جائے تو تیری گردن پر لوگوں کا کوئي حق نہ ہو_ 4_ پوری طرح سے متوجہ ہو کہ جس واجب کو ترك کیا ہے اسے ادا کرے_ 5_ اپنے گناہوں پر اتنا غمناك ہو کہ وہ گوشت جو حرام کے کھانے سے بنا ہے وہ ختم ہوجائے اور تیری چمڑی تیری ہڈیوں پر چمٹ جائے اور پھر دوسرا گوشت نکل آئے گا_ 6_ اپنے نفس کو اطاعت کرنے کی سختی اور مشقت میں ڈالے جیسے پہلے اسے نافرمانی کی لذت اور شیرینی سے لطف اندوز کیا تھا ان کاموں کے بعد تو یہ کہے کہ استغفر اللہ)328) تو گویا یہ پھر توبہ حقیق ہے_ گناہ شیطن اتنا مکار اور فریبی ہے کہ کبھی انسان کو توبہ کے بارے میں بھی دھوکا دے دیتا ہے_ ممکن ہے کہ کسی گنہگار نے وعظ و نصیحت یا دعا کی مجلس میں شرکت کی اور مجلس یا دعا سے متاثر ہوا اور اس کے آنسو بہنے لگے یا بلند آواز سے رونے لگا اس وقت اسے شیطن کہتا ہے کہ سبحان اللہ کیا کہنا تم میں کیسی حالت پیدا ہوئي_ بس یہی تو نے توبہ کرلی اور تو گناہوں سے پاك ہوگیا حالانکہ نہ اس کا دل گناہوں پر پشیمان ہوا ہے اور نہ اس کا آئندہ کے لئے گناہوں کے ترك کردینے کا ارادہ ہے اور نہ ہی اس نے ارادہ کیا ہے کہ لوگوں اور خدا کے حقوق کو ادا کرے گا اس طرح کا تحت تاثیر ہوجانا توبہ نہیں ہوا کرتی اور نہ ہی نفس کے پاك ہوجانے اور آخرت کی سعادت کا سبب بنتا ہے اس طرح کا کا شخص نہ گناہوں سے لوٹا ہے اور نہ ہی خدا کی طرف پلٹا ہے_

جن چیزوں سے توبہ کی جانی چاہئے

گناہ کیا ہے اور کس گناہ سے توبہ کرنی چاہئے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالی کی طرف جانے اور سیر و سلوك سے مانع ہو اور دنیا سے علاقمند کر دے اور توبہ کرنے سے روکے رکھے وہ گناہ ہے اور اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور نفس کو اس سے پاك کرنا چاہئے گناہ دو قسم پر ہوتے ہیں

1_ اخلاقی گناہ_ 2_ عملی گناہ_

1 _ اخلاقی گناہ

برے اخلاق اور صفات نفس کو پلید اور کثیف کر دیتے ہیں اور انسانیت کے صراط مستقیم کے راستے پر چلنے اور قرب الہی تك پہنچنے سے روك دیتے ہیں_ بری صفات اگر نفس میں رسوخ کر لیں اور بطور عادت اور ملکہ کے بن جائیں تو ذات کے اندر کو تبدیل اور تغیر کر دیتے ہیں یہاں تك کہ انسانیت کے کس درج پر رہے اسے بھی متاثر کردیتے ہیں_ اخلاقی گناہوں کو اس لحاظ سے کہ اخلاقی گناہ ہیں معمولی اور چھوٹا اور غیر اہم شمار نہیں کرنا چاہئے اور ان سے توبہ کرنے سے غافل نہیں ہونا چاہئے بلکہ نفس کو ان سے پاك کرنا ایك ضروری اور زندگی ساز کام ہے_ برے اخلاق نام ہے_ ریائ، نفاق، غضب، تکبر، خودبینی، خودپسندي، ظلم، مکر و فریب و غیبت، تہمت نگانا، چغلخوري، عیب نکالنا، وعدہ خلافي، جھوٹ حب دنیا حرص اور لالچ، بخیل ہونا حقوق والدین ادا نہ کرنا، قطع رحمي_ کفر ان نعمت ناشکري، اسراف، حسد، بدزبانی گالیاں دینا اور اس طرح کی دوسری بری صفات اور عادات سینکٹروں روایات اور آیات ان کی مذمت اور ان سے رکنے اور ان کے آثار سے علاج کرنے اور ان کی دنیاوی اور اخری سزا کے بارے میں وارد ہوئي ہیں_ اخلاقی کتابوں میں ان کی تشریح اور ان کے بارے میں بحث کی گئي ہے_ یہاں پر ان کے بارے میں بحث نہیں کی جا سکتي_ اخلاقی کتابوں اور احادیث میں ان کے بارے میں رجوع کیا جا سکتا ہے_

2_ عملی گناہ

عملی گناہوں میں سے ایك چوری کرنا_ کسی کو قتل کرنا_ زناکاري، لواطت، لوگوں کا مال غصب کرنا، معاملات میں تقلب کرنا، واجب جہاد سے بھاگ جانا_ امانت میں خیانت کرنا، شراب اور نشہ آور چیز کا پینا، مردار گوشت کھانا، خنزیر اور دوسرے حرام گوشت کھانا، قمار بازي، جھوٹی گواہی دینا، بے گناہوں لوگوں پر زنا کی تہمت لگانا، واجب نمازوں کو ترك کرنا، واجب روزے نہ رکھنا، حج نہ کرنا، امر بہ معروف اور نہی منکر کو ترك کرنا، نجس غذا کھانا، اور دوسرے حرام کام جو مفصل کتابوں میں موجود ہیں کہ جن کی تشریح اور وضاحت یہاں ممکن نہیں ہے_ یہ تو مشہور گناہ ہیں کہ جن سے انسان کو اجتناب کرنا چاہئے اور اگر بجالایا ہو تو ان سے توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے لیکن کچھ گناہ ایسے بھی ہیں جو مشہور نہیں ہیں اور انہیں گناہوں کے طور پر نہیں بتلایا گیا لیکن وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں اور اولیاء خدا کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں جیسے مستحبات کا ترك کر دینا یا مکروہات کا بجالانا بلکہ گناہ کے تصور کو او رذات الہی سے کسی غیر کی طرف توجہہ کرنے کو اور شیطانی وسوسوں کو جو انسان کو خدا سے غافل کر دیتے ہیں_

یہ تمام اولیاء خدا اور اس کی صفات اور افعال کی پوری اور کامل معرفت نہ رکھنے کو جو ہر ایك انسان کے لئے ممکن نہیں ہے اللہ تعالی کے خاص منتخب بندوں کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں اور ان سے وہ توبہ کرتے رہتے تھے بلکہ اس سے بالا تر ذات الہی اور اس کی صفات اور افعال کی پوری اور کامل معرفت نہ رکھنے کو ج و ہر ایك انسان کے لئے ممکن نہیں ہے اللہ تعالی اور اس طرح کے نقص کے احساس سے ان کے جسم پر لرزہ طاری ہوجاتا تھا اور گریہ نالہ و زاری سے خدا کی طرف رجوع کرتے تھے اور توبہ اور استغفار کرتے تھے_ پیغمبروں اور ائمہ اطہار کے توبہ کرنے کو اسی معنی میں لیا جانا چاہئے_ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رسو ل خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہر روز ستر دفعہ استغفار کرتے تھے جبکہ آپ پر کوئي گناہ بھی نہیں تھا_(329) رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ " کبھی میرے دل پر تاریکی عارض ہوتی تھی تو اس کے لئے میں ہر روز ستر دفعہ استغفار کیا کرتا تھا_(330)

دوسرا حصہ

نفس کی تکمیل اور تربیت

نفس کی تکمیل اور تربیت

نفس کو پاك صاف کرنے کے بعد اس کی تکمیل اور تربیت کا مرحلہ آتا ہے کہ جسے اصطلاح اخلاقی میں تحلیہ_ کہا جاتا ہے_ علوم عقلیہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کا نفس ہمیشہ حرکت اور ہونے کی حالت میں ہوتا ہے_ اس کی فعلیت اس کی استعداد اور قوت سے ملی ہوئي ہے_ آہستہ آہستہ اندر کی قوت اور استعداد کو مقام فعلیت اور بروز و ظہور میں لاتا ہے اور اپنی ذات کی پرورش کرتا ہے اگر نفس نے صراط مستقیم پر حرکت کی اور چلا تو وہ آہستہ کامل کامل تر ہوتا جاتا ہے یہاں تك کہ وہ آخر کمال تك پہنچ جاتا ہے اور اگر صراط مستقیم سے ہٹ گیا اور گمراہی کے راستے پر گامزن ہوا تو پھر بھی آہستہ آہستہ کمال انسانی سے دور ہوتا جاتا ہے اور حیوانیت کی ہولناك وادی میں جا گرتا ہے_

خدا سے قرب

یہ معلوم ہونا چاہئے کہ انسان کی حرکت ایك حقیقی اور واقعی حرکت ہے نہ کہ اعتباری محض اور یہ حرکت انسان کی روح اور نفس کی ہے نہ جسم اور تن کی اور روح کا حرکت کرنا اس کا ذاتی فعل ہے نہ کہ عارضي_ اس حرکت میں انسان کا جوہر اور گوہر حرکت کرتا ہے اور متغیر ہوتا رہتا ہے_ لہذا انسان کی حرکت کا سیر اور راستہ ایك واقعي راستہ ہے نہ اعتباری اور مجازي_ لیکن اس کا مسیر اس کی متحرك ذات سے جدا نہیں ہے بلکہ متحرك اور حرکت کرنے والا نفس اپنی ذات کے باطن میں حرکت کرتا ہے اور مسیر کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے_ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہر حرکت کے لئے کوئي غایت غرض ہوتی ہے_ انسان کی ذات کی حرکت کی غرض اور غایت کیا ہے؟ انسان اس جہان میں کس غرض اور غایت کی طرف حرکت کرتا ہے اور اس حرکت میں اس کا انجام کیا ہوگا؟

روایات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی حرکت کی جو غرض معین کی گئي ہے وہ قرب الہی ہے لیکن تمام انسان صراط مستقیم پر نہیں چلتے اور قرب الہی تك نہیں پہنچتے _ قرآن انسانوں کو تین گروہ میں تقسیم کرتا ہے_ 1_ اصحاب میمنہ_ 2_ اصحاب مشئمہ_ 3_ سابقو کے جنہیں مقربین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے_ قرآن مجید میں آیا ہے کہ '' تم انسان تین گروہ ہو_ اصحاب میمنہ آپ کیا جانتے ہیں کہ اصحاب میمنہ کون اشخاص ہیں؟ اصحاب مشئمہ اور آپ کیا جانتے ہیں کہ وہ کون اشخاص ہیں ؟ بہشت کی طرف سبقت کرنے والے اور اللہ تعالی کی رحمت کو حاصل کرنے کے لئے بھی سبقت کرتے ہیں یہ وہ اشخاص ہیں جو خدا کے مقرب بندے ہیں ور بہشت نعیم میں سکونت رکھیں گے_''(331)

اصحاب میمنہ یعنی سعادت مند حضرات اور اصحاب مشئمہ یعنی اہل شقاوت اور بدبخت_ اور سابقین وہ حضرات ہیں کہ جو صراط مستقیم کو طے کرنے میں دوسروں پر سبقت کرتے ہیں اور قرب الہی کے مقام تك پہنچتے ہیں_ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حرکت نفس کی غرض اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنا ہے_ خدا ایك اور آیت میں فرماتا ہے _ '' اگر خدا کے مقربین سے ہوا تو قیامت کے دن آرام والی بہشت اور نعمت الہی سے جو خدا کا عطیہ ہے استفادہ کرے گا_ اور اگر اصحاب یمین سے ہوا تو ان کی طرف سے تم پر سلام ہے اور اگر منکر اور گمراہوں سے ہوا تو اس پر دوزخ کا گرم پانی ڈالا جائیگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا_ (332)

نیز ایك اور آیت میں ہے کہ '' اس طرح نہیں ہے کہ کافرون نے گمان کیا ہوا ہے یقینا ابرار اور نیك لوگوں کا دفتر اور کتاب (اور جو کچھ اس میں موجود ہے) علین یعنی اعلی درجات میں ہے آپ کیا جانتے ہیں کہ علین کیا چیز ہے وہ ایك کتاب ہے جو خدا کی طرف سے ہوا کرتی ہے اور اللہ کے مقرب اس مقام کا مشاہدہ کریں‌گے_(333) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا انتہائي کمال اور اسکے سیر اور حرکت کی غرض اور غایت اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنا ہے تا کہ انسان حرکت کر کے اس مقام تك جا پہنچیں لہذا مقربین کا گروہ سعادتمندوں میں سے ایك ممتاز گروہ ہے قرآن مجید میں آیا ہے کہ '' جب ملائکہ نے کہا اے مریم خداوند عالم نے تجھے ایك کلمہ کی جو خداوند عالم کی طرف سے ہے یعنی عیسی بن مریم کی بشارت دی ہے کہ جو دنیا اور آخرت میں خدا کے نزدیك عزت والا اور اس کے مقرب بندوں میں سے ہے_(334)
ان آیات اور روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے لائق اور ممتاز بندے کہ جنہوں نے ایمان اور نیك اعمال میں دوسروں پر سبقت حاصل کرلی ہے بہت ہی اعلی جگہ پر سکونت کریں گے کہ جسے قرب الہی کا مقام بتلایا گیا ہے اور شہداء بھی اسی مقام میں رہیں گے_ قرآن مجید میں آیا ہے کہ '' جو راہ خدا میں مارے گئے ہیں ان کے بارے میں یہ گمان نہ کر کہ وہ مرگئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں روزی پاتے ہیں_(335)
لہذا انسان کا انتہائي اور آخری کمال خداوند عالم کا قرب حاصل کرنا ہوتاہے_

قرب خدا کا معني

یہ معلوم کیا جائے کہ خدا کے قرب کا مطلب اور معنی کیا ہے؟ اور کس طرح تصور کیا جائے کہ انسان خدا کے نزدیك ہوجائے_ قرب کے معنی نزدیك ہونے کے ہیں اور کسی کے نزدیك ہونے کو تین معنی میں استعمال کیا جاتا ہے_

قرب مکان

دو موجود جب ایك دوسرے کے نزدیك ہوں تو انہیں کہا جاتا ہے کہ وہ ایك دوسرے کے قریب ہیں_

قرب زماني

جب دو چيزيں ايك زمانے ميں ايك دوسرے كے نزديك ہوں تو كہا جاتا ہے كہ يہ دونوں ايك دوسرے كے قريب اور ہمعصر ہيں_ اور يہ واضح ہے كہ بندوں كا خدا كے نزديك اور قريب ہونا ان دونوں معنى ميں نہيں ہو سكتا كيونكہ خدا كسى مكان اور زمانے ميں موجود نہيں ہوا تھا تا كہ كوئي چيز اس مكان اور زمان كے لحاظ سے خدا كے قريب اور نزديك كہى جائے بلكہ خدا تو زمانے اور مكان كا خالق ہے اور ان پر محيط ہے

قرب مجازي

كبھى كہا جاتا ہے كہ فلاں شخص فلاں شخص كے قريب اور نزديك ہے تو اس كا مطلب يہ ہوتا ہے كہ فلاں كا احترام او ربط اس شخص كے ساتھ ہوتا ہے اور اس كى خواہش كو وہ بجالاتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ اسے انجام دے ديتا ہے اس طرح كى نزديكى اور قرب كو مجازى اور اعتبارى اور تشريفاتى قرب اور نزديكى كہا جاتا ہے يہ قرب حقيقى نہيں ہوا كرتا بلكہ مورد احترام قرا ردينے والے شخص كو اس كا نزديك اور قريبى مجازى لحاظ سے كہا جاتا ہے_ كيا اللہ كے بندوں كو خدا سے اس معنى كے لحاظ سے قريبى اور نزديكى قرار ددیا جا سكتا ہے؟ آيا خدا سے قرب اس معنى ميں ہو سكتا ہے يا نہ؟

يہ مطلب ٹھيك ہے كہ خدا اپنے لائق بندوں سے محبت كرتا ہے اور ان سے علاقمند ہے اور ان كى خواہشات كو پورا بھى كرتا ہے ليكن پھر بھى بندے كا قرب خدا سے اس معنى ميں مراد نہيں ليا جا سكتا_ كيونكہ پہلے اشارہ كيا گيا ہے كہ علوم عقليہ اور آيات اور روايات اس پر دلالت كرتى ہيں كہ انسان كى حركت ذاتى اور اس كا صراط مستقيم پر چلنا اور مسير ايك امر واقعى ہے نہ كہ امر اعتبارى اور تشريفاتى خدا كى طرف رجوع كرنا كہ جس كے لئے اتنى آيات اور روايات وارد ہوئي ہيں ايك حقيقت فرماتا ہے_ ''اے نفس مطمئن تو اللہ تعالى كى طرف رجوع كر اس حالت ميں كہ جب اللہ تعالي تجه سے راضى ہے اور تو اللہ تعالى سے راضى ہے_(336)

نيز فرماتا ہے ''جس نے نيك عمل انجام ديا اس كا فائدہ اسے پہنچے گا اور جس نے برا عمل انجام ديا اس كا نقصان اسے پہنچے گا اس وقت سب اللہ كى طرف پلٹ آؤ گے_(337)

خدا فرماتا ہے '' جو مصيبت كے وقت كہتے ہيں كہ ہم اللہ تعالى كا ملك ہيں اور اسى كى طرف لوٹ جائيں گے_(338)

بہرحال اللہ تعالى كى طرف رجوع اور صراط مستقيم اور سبيل اللہ اور نفس كا كامل ہونا يہ ايسے امور ہيں جو واقعى ہيں نہ اعتبارى اور تشريفاتي_ انسان كا خدا كى طرف حركت كرنا ايك اختيارى اور جانى ہوئي حركت ہے كہ جس كا نتيجہ مرنے كے بعد جا معلوم ہوگا_ وجود ميں آنے كے بعد يہ حركت شروع ہوجاتى ہے اور موت تك چلى جاتى ہے لہذا خدا سے قرب ايك حقيقى چيز ہے_ اللہ تعالى كے لائق بندے واقعا اللہ تعالى كے نزديك ہوجاتے ہيں اور گناہنگار اور نالائق اللہ تعالى سے دور ہوجاتے ہيں لہذا غور كرنا چاہئے كہ خدا سے قرب كے كيا معنى ہيں؟

خدا سے قرب وہ قرب نہيں كہ جو متعارف اور جانا پہچانا ہوا ہوتا ہے بلكہ ايك عليحدہ قسم ہے كہ جسے قرب كمالى اور وجودى درجے كا نام ديا جاتا ہے _ اس مطلب كے واضح ہونے كے لئے ايك تمہيد كى طرف اشارہ

کیا جاتا ہے _ فلسفہ اسلام اور کتب فلسفہ میں یہ مطلب پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ وجود اور ہستی ایك حقیقت مشکك ہے کہ جس کے کئي درجات اور مراتب ہیں_ وجود بجلی کی روشنی اور نور کی طرح ہے جیسے نور کے کئي درجے زیادہ اور کم ہوتے ہیں ایك درجہ مثلا کمتر ایك ولٹ بجلی کا ہے کہ جس میں روشنی تھوڑی ہوتی ہے اور اس کے اوپر چلے جائیےہ زیادہ سے زیادہ درجے پائے جاتے ہیں یہ تمام کے تمام نور اور روشنی کے وجود ہیں اور درجات ہیں کمتر اور اعلی درجے کے درمیاں کے درجات ہیں جو سب کے سب نور ہیں ان میں فرق صرف شدت اور ضعف کا ہوتا ہے بعینہ اس طرح وجود اور ہستی کے مختلف مراتب اور درجات ہیں کہ جن میں فرق صرف شدت اور ضعف کا ہوتا ہے _ وجود کا سب سے نیچا اور پشت درجہ اسی دنیا کے وجود کا درجہ ہے کہ جسے مادہ اور طبیعت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وجود کا اعلی ترین درجہ اور رتبہ ذات مقدس خدا کا وجود ہے کہ جو ذات مقدس کمال وجود کے لحاظ سے غیر متناہی ہے ان دو مرتبوں اور درجوں کے درمیان وجود کے درجات اور مراتب موجود ہیں کہ جن کا آپس میں فرق شدت اور ضعف کا ہے_ یہیں سے واضح اور روشن ہوجائیگا کہ جتنا وجود قوی تر اور اس کا درجہ بالاتر اور کاملتر ہوگا وہ اسی نسبت سے ذات مقدس غیر متناہی خدائے متعال سے نزدیك تر ہوتا جائیگا اس کے برعکس وجود جتنا ضعیف تر ہوتا جائیگا اتنا ہی ذات مقدس کے وجود سے دور تر ہو جائیگا اس تمہید کے بعد بندہ کا اللہ تعالی سے قرب اور دور ہونے کا معنی واضح ہوجاتا ہے_ انسان روح کے لحاظ سے ایك مجرد حقیقت ہے جو کام کرنے کے اعتبار سے اس کا تعلق مادہ اور طبیعت سے ہے کہ جس کے ذریعے حرکت کرتا ہے اور کامل سے کاملتر ہوتا جاتا ہے یہاں تك کہ وہ اپنے انتہائي درجے تك جا پہنچتا ہے_ حرکت کی ابتداء سے لے کر مقصد تك پہنچنے کے لئے وہ ایك شخص اور حقیقت ہی ہوا کرتا ہے_ لیکن جتنا زیادہ کمال حاصل کرتا جائیگا اور وجود کے مراتب پر سیر کرے گا وہ اسی نسبت سے ذات الہی کے وجود غیر متناہی کے نزدیك ہوتا جائیگا_ انسان ایمان اور نیك اعمال کے ذریعے اپنے وجود کو کامل کاملتر بنا سکتا ہے یہاں تك کہ وہ قرب الہی کے مقام تك پہنچ جائے اور منبع ہستی اور چشمہ کمال اور جمال کے فیوضات کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر لے اور خود بھی بہت سے آثار کا منبع اور سرچشمہ بن جائے _ اس توضیح کے بعد واضح ہوگیا کہ انسان کی حرکت اور بلند پروازی ایك غیر متناہی مقصد کی طرف ہوتی ہے ہر آدمی اپنی کوشش اور تلاش کے ذریعے کسی نہ کسی قرب الہی کے مرتبے تك پہنچ جاتا ہے یعنی اللہ تعالی کے قرب کے مقام کی کوئي خاص حد اور انتہا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی کے مقام قرب کی حقیقت کے کئي مراتب اور درجات ہیں_ قرب ایك اضافی امر ہے کہ انسان جتنی زیادہ محنت اور عمل کرے گا ایك اعلی مقام اور اس سے اعلی مقام تك پہنچتا جائیگا اور ذات اللہ کے فیوضات اور برکات سے زیادہ سے زیادہ بہرمند ہوتا جائیگا_

کمالات انسان کی بنیاد ایمان ہے

نفس انسانی کے کمالات تك پہنچنے اور ذات الہی کے قرب کی طرف حرکت کرنے کی اساس اور بنیاد ایمان اور معرفت ہے ایك کمال تك پہنچنے والے انسان کو اپنے مقصد اور حرکت کی غرض و غایت کو اپنے سامنے واضح رکھنا چاہئے اور اسے معلوم ہو کہ وہ کدھر اور کہاں جانا چاہتا ہے اور کس طریقے اور راستے سے

وہ حرکت کرے ورنہ وہ مقصد تك نہيں پہنچ سکے گا_ اللہ تعالی پر ایمان اس کی حرکت کی سمت کو بتلاتا ہے اور اس کے مقصد اور غرض کو واضح کرتا ہے_ جو لوگ خدا پر ایمان نہ رکھتے ہونگے وہ صراط مستقیم کے طے کرنے سے عاجز اور ناتواں ہونگے_ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ " جو لوگ اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے وہ سیدھے راستے سے منحرف ہیں_(339)

نیز اللہ تعالی فرماتا ہے بلکہ وہ لوگ کہ جو آخرت کے عالم پر ایمان نہیں رکھتے وہ کمال کے عالم سے دور ہوا کرتے اور صرف مادیات اور اپنے نفس کی حیوانی خواہشات کے پورا کرنے میں لگے رہتے ہیں_(340)

اسی لئے اس کا مقصد اور غرض سوائے مادی جہان کے اور کچھ نہیں ہوتا وہ کمال کے راستے پر ہی نہیں ہے تا کہ قرب الہی تك پہنچنے کا اس کے لئے کوئي امکان باقی ہو اس کے حرکت کی سمت صرف دنیا ہے اور انسانیت کے صراط مستقیم کے مرتبے سے دور ہوچکا ہے اگر کافر کوئي اچھا کام بھی کرے تو وہ اس کے نفس کے کامل ہونے اور قرب تك پہنچنے کا وسیلہ نہیں بن سکے گا اس واسطے کہ اس نے اس کام کو خدا اور اس سے قرب حاصل کرنے کے لئے انجام نہیں دیا ہے بلکہ اس کا مقصد دنیا کے لئے اسے انجام دینا تھا کہ جس کا نتیجہ اسے اسی دنیا میں مل جائے گا اور قیامت کے دن اس کے لئے کوئي اثر نہیں رکھتا ہوگا_ خدا قرآن میں فرماتا ہے _ " ان لوگوں کی مثال جو اپنے پروردگار کے کافر ہوئے ہیں ان کے اعمال خاکستر اور راکھ کی طرح ہیں کہ جو ان میں سخت اندھیری کے خطرے سے دو چار ہوں اور ادھر ادھر بکھر جائیں اور جسے انہوں نے کمایا ہے اس کی حفاظت کرنے پر قدرت نہیں رکھتے یہی نجات کے راستے سے گمراہ اور دور ہیں_(341)

بہرحال اعمال کی بنیاد اور اساس ایمان ہے اور ایمان ہی عمل کو ارزش اور قیمت دیتا ہے اگر مومن کی روح ایمان اور توحید سے مخلوط ہوئي تو وہ نورانی ہوجائیگی اور خدا کی طرف صعود اور رجوع کرے گی اور پھر نیك عمل بھی اس کی مدد کرے گا_ قرآن مجید میں ہے " جو شخص عزت کا طلبکار تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ تمام عزت خدا کے پاس ہے_ توحید کا اچھا کلمہ خدا کی طرف بلند ہوتا ہے اور نیك عمل اسے اوپر لے جاتا ہے_(342)

نیك عمل انسان کی روح کو بلندی پر لے جاتا ہے اور قرب الہی کے مقام تك پہنچا دیتا ہے اور پاك و پاکیزہ اور خوشمنا زندگی اس کے لئے فراہم کرتا ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ ایمان رکھتا ہو_ بغیر ایمان کے روح تا ریك اور ظلمانی ہے اور قرب الہی اور پاك و پاکیزہ زندگی کی لیاقت نہیں رکھتی قرآن مجید میں ہے_ "جو بھی نیك عمل انجام دے خواہ مرد ہو یا عورت ایسی حالت میں کہ ایمان رکھتا ہو ہم اسے پاك و پاکیزہ زندگی کے لئے زندہ کریں گے_(343)

لہذا کمال حاصل کرنے والے انسان کو پہلے اپنے ایمان کو قوی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ جتنا اس کا ایمان قوی تر ہوگا اتنا ہی وہ قوی درجات کمال کو حاصل کر سکے گا_ قرآن فرماتا ہے کہ " خدا تم میں سے جو ایمان رکھتا ہوا سے بالا اور بلند لے جاتا ہے اور ان کو جو علم رکھتے ہوں بلند کرتا ہے خدا اس سے کو جو تم انجام دیتے ہو عالم اور آگاہ ہے_(344)

تکامل اور قرب حاصل کرنیکے اسباب

نفس کی تکمیل اور قرب خدا کئي ايك وسیلے اور ذریعے سے حاصل کیا جا سکتا ہے کہ ان میں مہم ترین کی طرف ہم اشارہ کریں گي_

1_ ذکر خدا _2_ فضائل اور مکارم اخلاق کی تربیت_ 3 _ نیك عمل_ 4_ جہاد اور شہادت_ 5_ احسان اور خدمت خلق خدا_ 6_ دعا_ 7_ روزہ_ کہ ان تمام کو یہا_ں بیان کریں گے_

پہلا وسیلہ

ذکر خدا

ذکر کو نفس کی اندرونی اور باطنی قرب الہی کی طرف حرکت کرنے کا نقطہ آغاز جانتا چاہئے_ قرب کی طرف حرکت کرنے والا انسان ذکر کے ذریعے مادی دنیا سے بالاتر ہوجاتا ہے اور آہستہ آہستہ عالم صفا اور نورانیت میں قدم رکھتا ہے اور کامل سے کامل تر ہوتا جاتا ہے یہاں تك کہ اللہ تعالی کے قرب کا مقام حاصل کر لیتا ہے _ اللہ تعالی کی یاد اور ذکر عبادات کی روح اور احکام کے تشریع کرنے کی بزرگترین غرض اور غایت ہے_ اور ہر عبادت کی قدر و قیمت اللہ تعالی کی طرف توجہ کرنے کیوجہ سے ہوا کرتی ہے_ آیات اور احادیث میں اللہ کے ذکر اور یاد کی بہت زیادہ سفارش کی گئي ہے_ جیسے قرآن مجید میں ہے کہ '' جو لوگ ایمان لے آئے ہیں وہ اللہ کے ذکر کو بہت زیادہ کرتے ہیں_(345)

نیز فرماتا ہے کہ '' عقلمند وہ انسان ہیں کہ جو قیام و قعود یعنی اٹھتے بیٹھتے ہوتے جاگتے خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمان کی خلقت میں فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں_ اے پروردگار اس عظیم خلقت کو تو نے بیہودہ اور بیکار پیدا نہیں کیا تو پاك اور پاکیزہ ہے ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھنا_(346)

خداوند عالم فرماتا ہے کہ '' جس نے اپنے نفس کو پاك کیا اور اللہ تعالی کو یاد کیا اور نماز پڑھی وہی نجات پاگیا_(347) خدا فرماتا ہے _ اپنے پروردگار کا نام صبح اور شام لیا کرو_(348)

نیز فرمایا هے کہ اپنے خالق کو زیادہ یاد کیاگر اور اس کي صبح اور شام تسبیح کیالر _ (249)

اور نیز فرمایا ہے کہ '' جب تم نے نماز پڑھ لی ہو تو خدا کو قیام او رقعود اور سونے کے وقت یاد کیا کر_(350)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جو شخص اللہ تعالی کا ذکر زیادہ کرے خدا اسے بہشت میں اپنے لئے لطف و کرم کے سائے میں قرار دے گا_ (351)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ '' جتنا ہو سکتا ہے خدا کو یاد کیا کرو_ دن اور رات کے ہر وقت میں_ کیونکہ خداوند عالم نے تمہیں زیادہ یاد کرنے کا حکم دیا ہے_ خدا اس مومن کو یاد کرتا ہے جو اسے یاد کرے اور جان لو کہ کوئي مومن بندہ خدا کو یاد نہیں کرتا مگر خدا بھی اسے اچھائي میں یاد کرتا ہے_(352)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' خداوند عالم نے حضرت موسی علیہ السلام کو فرمایا کہ دن

اور رات میں مجھے زیادہ یا د کیا اور ذکر کرتے وقت خشوع اور خضوع کرنے والا اور مصیبت کے وقت صبر کرنے والا اور مجھے یاد کرنے کے وقت آرام اور سکون میں ہوا کر_ میری عبادت کر اور میرا شریك قرار نہ دے تم تمام کی برگشت اور لوٹنا میری طرف ہی ہوگا_ اے موسی مجھے اپنا ذخیرہ بنا اور نیك اعمال کے خزانے میرے سپرد کر_(352)

ایك اور جگہ امام جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کی کوئي نہ کوئي حد اور انتہا ہوتی ہے مگر خدا کے ذکر کے لئے کوئي حد اور انتہا نہیں ہے_ خدا کی طرف سے جو واجبات ہیں _ ان کے بجالانے کی حد ہے_ رمضان المبارك کا روزہ محدود ہے_ حج بھی محدود ہے کہ جسے اس کے موسوم میں بجالانے سے ختم ہوجاتا ہے_ مگر اللہ کے ذکر کے لئے کوئي حد نہیں ہے اور اللہ تعالی نے تھوڑے ذکر کرنے پر اکتفاء نہیں کی پھر آپ نے یہ آیت پڑھي_

یا ایہا الذین امنوا ذکروا اللہ ذکر کثیرا و سبحوہ بکرۃ و اصیلا_ ایمان والو اللہ تعالی کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو اور اس کی صبح اور شام تسبیح کیا کرو_ اللہ تعالی نے اس آیت میں ذکر کے لئے کوئي مقدار اور حد معین نہیں کی آپ نے اس کی بعد فرمایا کہ میرے والد بہت زیادہ ذکر کیا کرتے تھے_ میں آپ کے ساتھ راستے میں جا رہا تھا_ تو آپ ذکر الہی میں مشغول تھے اگر آپ کے ساتھ کھانا کھاتا تھا تو آپ ذکر الہی کیا کرتے تھے یہاں تك کہ آپ لوگوں کے ساتھ بات کر رہے ہوتے تھے تو اللہ تعالی کے ذکر سے غافل نہ ہوتے تھے اور میں دیکھ رہا ہوتا تھا کہ آپ کی زبان مبارك آپ کے دھن مبارك کے اندر ہوتی تھی تو آپ لا الہ الا اللہ فرما رہے ہوتے تھے_ صبح کی نماز کے بعد ہمیں اکٹھا بٹھا دیتے اور حکم دیتے کہ دن نکلتے تك ذکر الہی کرو_ اور پھر آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ کیا میں تمہیں بہترین عمل کی خبر نہ دوں جوہر عمل سے پہلے تمہارے درجات کو بلند کر دے ؟ اور خدا کے نزدیك تمام چیزوں سے زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہو؟ اور تمہارے لئے در ہم اور دینار سے بہتر ہو یہاں تك کہ خدا کی راہ میں جہاد سے بھی افضال ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ _ ضرور فرمائیےآپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا ذکر زیادہ کیا کرو پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایك آدمی نے رسول خدا کی خدمت میں عرض کی کہ مسجد والوں میں سب سے زیادہ بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو دوسروں سے زیادہ اللہ تعالی کا ذکر کرے_ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جو شخص ذکر کرنے والی زبان رکھتا ہو اس کو دنیا اور آخرت کی خیر عطاء کی جا چکی ہے_(354)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ '' قرآن کی تلاوت کر اور اللہ تعالی کا ذکر بہت زیادہ کر تیرے لئے ذکر کا اجز آسمان میں ہوگا اور زمین میں تیرے لئے نور ہوگا_(355)

امام حسن علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے نقل کیا ہے کہ '' آپ نے فرمایا ہے کہ جنت کے باغات کی طرف سبقت اور جلدی کرو اصحاب نے عرض کیا کہ بہشت کے باغ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ذکر کے حلقے اور دائرے_(356)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جو غافل لوگوں میں اللہ تعالی کے فکر کرنے والا ہو تو گویا وہ جہاد سے بھاگنے والوں کے درمیان مجاہد ہے اور اس طرح کے مجاہد کے لئے بہشت واجب ہے_(357)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا ہے کہ '' بہشت کہ باغوں سے استفادہ کرو_ عرض کیا گیا_ یا رسول اللہ _ بہشت کے باغ کیا ہیں؟ آپ(ص) نے فرمایا کہ ذکر کی مجالس_ صبح شام اللہ کا ذکر کرو_ جو شخص چاہتا ہے کہ خدا کے ہاں اپنی قدر اور منزل معلوم کرے تو دیکھے کہ خدا کی قدر اور منزلت اس کے نزدیك کیا ہے کیونکہ خدا اپنے بندے کو اس مقام تك پہنچاتا ہے کہ جس مقام کو بندے نے خدا کے لئے اختیار کر رکھا ہے اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سے بہترین عمل خدا کے نزدیك اور اعمال میں پاکیزہ ترین عمل جوہر ایك عمل سے بہتر ہو اور تمہارے درجات کو بلند کرے اور تمہارے لئے اس سے بہتر ہو کہ جس پر سورج چمکتا ہے وہ اللہ تعالی کا ذکر ہے_(358)

یہ آیات اور روایات کہ جو بطور نمونہ ذکر ہوتی ہیں ان سے ذکر الہی کی قدر اور قیمت کو آپ نے معلوم کر لیا ہے_ اب یہ دیکھا جائے کہ ذکر خدا سے مراد کیا ہے؟

ذکر خدا کا مراد

یہ معلوم ہوچکا ہے کہ اللہ تعالی کا ذکر عبادت میں سے ایك بڑی عبادت ہے اور نفس کے پاك و پاکیزہ اور اس کی تکمیل اور سیر و سلوك الی اللہ کا بہترین وسیلہ ہے اب دیکھیں کہ ذکر خدا سے جو آیات اور روایات میں وارد ہوا ہے کیا مراد ہے_ کیا اس سے مراد یہی لفظی ذکر مثل سبحان و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ یا اس سے مراد کوئي اور چیز ہے؟ کیا یہ الفاظ بغیر باطنی توجہ کے اتنا بڑا اثر رکھتے ہیں یا نہ؟

لغت میں ذکر کے معنی لفظی ذکر کے بھی آئے ہیں کہ جو زبان سے کئے جاتے ہیں اور توجہ قلب اور حضور باطن کے معنی بھی آئے ہیں احادیث میں بھی ذکر ان دو معنوں میں استعمال ہوا ہے_ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے مناجات کرتے وقت عرض کی کہ '' اے خالق_ اس کی جزاء اور ثواب کہ جس نے تجھے زبان اور دل میں یاد کیا ہو کیا ہے؟ جواب آیا اے موسي(ع) میں اسے قیامت میں عرش کے سایہ اور اپنی پناہ میں قرار دونگا_359) '' اس حدیث کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں ذکر لفظی جو زبان پر ہوتا ہے اور قلبی ذکر دونوں میں استعمال ہوا ہے اور دوسری بہت سی روایات موجود ہیں کہ جن میں ذکر ان دونوں میں استعمال ہوا ہے لیکن غالبا اور اکثر ذکر کو توجہ قلبی اور حضور باطنی میں استعمال کیا گیا ہے

اور حقیقی اور کامل ذکر ابھی یہی ہوا کرتا ہے_ خدا کے ذکر سے مراد ایك ایسی حالت ہے کہ خدا کو روح کے لحاظ سے دیکھ رہا ہو اور باطن میں جہاں کے خالق کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ خدا کو حاضر اور ناظر جانے اور اپنے آپ کو خدا کے سامنے جانے جو شخص اس طرح کی حالت میں خدا کو یاد کرتا ہو تو و ہ اللہ تعالی کے احکام پر عمل کرے گا اور واجبات کو بجالائیگا اور حرام چیزوں کو ترك کرے گا_ اس معنی کے لحاظ سے اللہ کا ذکر آسان ہے_ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے '' سب سے مشکل ترین عمل کہ جو ہر شخص سے نہیں ہو سکتا_ تین ہیں اپنے آپ سے لوگوں کو اس طرح انصاف دینا اور عدل کرنا کہ را ضی نہ ہو دوسروں کے لئے وہ چیز کہ جس کو وہ خود اپنے لئے پسند نہیں کرتا_

2_ مومن بھائي كے ساتھ مال ميں مساوات اور غمگساری كرنا_ 3_ ہر حالت ميں اللہ تعالى كا ذكر كرنا_ ذكر سے فقط سبحا ن اللہ اور لا الہ اللہ مراد نہيں ہے بلكہ اللہ تعالى كا ذكر يہ ہے كہ جب كوئي واجب كام سامنے آئے تو اسے بجالائے اور جب حرام كام سامنے ائے تو اسے ترك كرے_(360)
رسولخدا نے فرمايا كہ '' تين چيزيں ايسى ہيں جو اس امت كے لئے بلند و بالا اور مشكل ہيں_ 1_ مومن بھائي كے ساتھ مال ميں مساوات اور برابرى اور غمگساري_ 2_ اپنے آپ سے لوگوں كو انصاف دينا_ 3_ تمام حالات ميں خدا كا ذكر_ يہاں ذكر سے مراد سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ نہيں ہے بلكہ ذكر سے مراد انسان كا خدا كو اس طرح ياد كرنا ہے كہ جب كوئي حرام كام سامنے آئے تو خدا سے ڈرے اور اسے ترك كردے_ (361)

اميرالمومنين عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ '' خدا كا سہو اور غفلت ميں ذكر نہ كر اور اسے فراموش نہ كر_ اللہ تعالى كا كامل ذكر اس طرح كر كہ تيرا دل اور زبان ايك دوسرے كے ہمراہ ہوں تيرا باطن اور ظاہر ايكدوسرے كے مطابق ہو تو اللہ تعالى كا حقيقى ذكر سوائے اس حالت كے نہيں كرسكتا مگر تب جب كہ تو ذكر كى حالت ميں اپنے نفس كو فراموش كردے اور بالاخرہ تو اپنے آپ كو نہ پائے_ (362)
امام جعفر صادق عليہ السلام نے فرمايا ہے جو شخص حقيقتاً اللہ تعالى كى ياد ميں ہو گاہ وہ اللہ كا مطيع اور فرمانبردار ہوگا جو شخص اللہ سے غافل ہوگا وہ اللہ كى معصيت اور نافرمانى كرے گا_ اللہ تعالى كى اطاعت ہدايت كى علامت ہے اور اللہ تعالى كى نافرمانى گمراہى كى نشانى ہے_ ذكر اور غفلت معصيت اور اطاعت كى بنياد ميں ہے_ ''

لہذا اپنے دل كو قبلہ قرار دے اور زبان كو سوائے دل كے حكم اور عقل اور رضا الہى كى موافقت كے حركت نہ دے كيونكہ اللہ تيرے باطن ظاہر سے آگاہ ہے اس شخص كى طرح ہو كہ جس كى روح قبض ہو رہى يا اس شخص كى طرح جو اعمال كے حساب دينے ميں اللہ تعالى كے حضور كھڑا ہے_ اپنے نفس كو سوائے الہى احكام كے جو تيرے لئے بہت اہم ہيں_ يعنى اوامر اور نواہى الہى اور اس كے وعدے اور عہد كے علاوہ كسى ميں مشغول نہ كر حزن اور ملال كے پانى سے اپنے دل كو دھوئے اور پاك و پاكيزہ كرے_ جب كہ خدا تجھے ياد كرتا ہے تو تو بھى خدا كو ياد كر كيونكہ خدا نے تجھے اس حالت ميں ياد كيا كہ وہ تجھ سے بے نياز ہے اسى لئے خدا كا تجھے ياد كرنا زيادہ ارزش اور قيمت ركھتا ہے اور زيادہ لذيذ اور كاملتر ہے اور تيرے ياد كرنے سے بہت پہلے ہے_

تيرى اللہ تعالى كى صفت اور اس كا ذكر تيرے لئے خضوع اور حياء اور اس كے سامنے تواضع كا موجب ہوگا

اور اس کا نتیجہ اس کے فضل اور کرم کا مشاہدہ ہے اس حالت میں اگر تیری اطاعت زیادہ بھی ہوئي تو وہ اللہ تعالی کے عطاء کے مقابلے میں کم ہوگی لہذا اپنے اعمال کو صرف خدا کے لئے بجالا_ اگر اپنے خدا کے ذکر کرنے کو بڑا سمجھے تو یہ ریا اور خودپسندی جہالت اور لوگوں سے بداخلاقی اپنی عبادت کو بڑا قرار دینے اور اللہ تعالی کے فضل و کرم سے غفلت کا موجب ہوگا_ اس طرح کا ذکر سوائے اللہ تعالی سے دور ہونے کے اور کوئي ثمر اور نتیجہ نہیں دے گا اور زمانے کے گذرجانے سے سوائے غم اور اندوہ کے کوئي اور اثر نہیں رکھے گا_ اللہ تعالی کا ذکر دو قسم پر تقسیم ہوجاتا ہے_ ایك خالص ذکر کہ جس میں دل بھی ہمراہی کر رہا ہو_ دوسرا وہ ذکر جو غیر خدا کی یاد کی نفس کردیتا ہو جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ میں تیری مدح نہیں کرسکتا تو اس طرح ہے کہ جس طرح تو نے اپنی صفت خود بیان کی ہے_ لہذا رسول خدا نے اپنے ذکر کی کوئي وقعت اور ارزش قرار نہیں دی کیونکہ اس مطلب کی طرف متوجہ تھے کہ بندے کا خدا کے ذ کر کرنے پر اللہ تعالی کا بندے کا ذکر کرنا مقدم ہے لہذا وہ لوگ جو رسول خدا(ص) سے کمتر ہیں وہ اپنے اللہ کے ذکر کو ناچیز اور معمولی قرار دینے کے زیادہ سزاوار ہیں لہذا جو شخص اللہ تعالی کا ذکر کرنا چاہتا ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ جب تك اللہ اسے توفیق نہ دے اور خود بندے کو یاد نہ کرے وہ اللہ کے ذکر کرنے پر قدرت نہیں رکھے سکتا_ (363)

جیسے کہ ملاحظہ کر رہے ہیں ان روایات میں قلبی توجہ اور باطنی حضور کو ذکر کرنے کا مصداق بتلایا گیا ہے نہ صرف قلبی خطور اور بے اثر ذہنی تصور کو بلکہ باطنی حضور جو یہ اثر دکھلائے کہ جس کی علامتوں میں سے اوامر اور نواہی الہی کی اطاعت کو علامت قرار دیا گیا ہے لیکن یہ اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ لفظی اور زبانی ذکر و اذکارش لا الہ الا اللہ سبحان اللہ الحمد و غیرہ کے اللہ کے حقیقی ذکر کا مصداق نہیں ہیں بلکہ خود یہ کلمات بھی اللہ تعالی کے ذکر کا ایك مرتبہ اور درجہ ہیں علاوہ اس کے کہ یہ اذکار بھی قلب اور دل سے پھوٹتے ہیں_

جو شخص ان لفظی اذکار کو زبان پر جاری کرتا ہے وہ بھی دل میں گرچہ کم ہی کیوں نہ ہو خدا کی طرف توجہ رکھتا ہے اس لئے کہ وہ خدا کی طرف توجہ رکھتا تھا تب ہی تو اس نے ان اذکار کو زبان پر جاری کیا ہے_ اسلام کی نگاہ میں ان کلمات اور اذکار کا کہنا بھی مطلوب ہے اور ثواب رکھتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ قصد قربت سے ہوں جیسے کہ ظاہری نماز انہیں الفاظ اور حرکات کا نام ہے کہ جس کے بجالانے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے گرچہ نماز کی روح قلب کا حضور اور باطنی توجہ ہے_

ذکر کے مراتب

ذکر کے لئے کئي ايك مراتب اور درجات ہيں کہ سب سے کمتر مرتبہ اور درجہ لفظی اور ززبانی ذکر سے شروع ہوتا ہے يہاں تك کہ وہ انقطاع کامل اور شہود اور فنا تك جا پہنچتا ہے_

پہلا درجہ

پہلے درجے ميں چونکہ ذکر کرنے والا خدا کی طرف توجہ کرتا ہے اور قصد قربت سے خاص اور مخصوص زبان پر بغير معانی سمجھے اور متوجہہ ہوئے جار ی کرديتا ہے_

دوسرا درجہ _

قصد قربت سے ذکر کرتا ہے اور ذکر کرنے کی حالت ميں ان کے معانی کو بھی ذہن ميں خطور ديتا ہے_

تيسرا درجہ

زبان قلب کی پيروی کرتی ہے اور ذکر کہتی ہے اس معنی ميں کہ جب دل خدا کی طرف توجہہ کرتا ہے اور اپنے باطن ذات ميں ان اذکار کے معانی پر ايمان رکھتا ہے تو پھر وہ زبان کو حکم ديتا ہے کہ وہ خدا کا ذکر شروع کردے_

چوتھا درجہ

خدا کی طرف رجوع کرنے والا انسان خالق جہان کے بارے ميں حضور قلبی اور توجہ کامل رکھتا ہے اور اسے حاضر اور ناظر اور اپنے آپ کو اس ذات کے سامنے حاضر ديکھتا ہے_ خدا کی طرف رجوع کرنے والے انسان اس حالت ميں درجات رکھتے ہيں اور مختلف ہوتے ہيں بعض کاملتر ہيں جتنی مقدار غير خدا سے قطع قطع کرے گا اتنی ہی مقدار خدا سے مانوس اور اس سے علاقمند ہوگا يہاں تك کہ انقلاع کامل اور لقاء اور فناء کی حد تك پہنچ جائيگا_ اس درجے ميں خدا کی طرف رجوع کرنے والا انسان اعلی ترين درجے پر ہوتا ہے_ اس کے سامنے دنيا کے حجاب اٹھ جاتے ہيں_ اور غير حقيقی اور مجازی علاقہ اور ربط اس نے ختم کرديئے ہوتے ہيں اور خيرات اور کمال کے مرکز سے متصل ہوجاتا ہے لہذا اس کے سامنے تمام چيزيں يہاں تك کہ وہ اپنی ذات کو کبھي چھوڑ کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے_ غير خدا سے قطع روابط رکھتا ہے اور صرف ذات الہی سے اپنی محبت کو مختص کرديتا ہے_ سوائے خدا کے اور کوئي کمال نہيں ديکھتا تا کہ اس سے دل کو لگائے اور وابستہ کرے کسی کو مونس نہيں ديکھتا تا کہ اس سے انس اور محبت کرے_ اس طرح کے خاص بندوں نے عظمت اور جلال و کمال او رخير اور نور و ايمان کے سرچشمہ کو پاليا ہوتا ہے اور اپنی باطنی آنکھ سے جمال الہی کا مشاہدہ کر رہے ہوتے ہيں_ يہاں تك کہ ايك لحظہ بھی وہ دنيا کی مجازی چيزوں کی طرف متوجہ نہيں ہوتے اور انہيں ا پنا دل نہيں ديتے چونکہ وہ کمالات کے منبع تك پہنچ چکے ہيں لہذا ان کی نگاہ ميں مجازی اور عارضی کمالات کوئي حيثيت نہيں رکھتے وہ اللہ تعالی کے لقاء اور عشق اور محبت ميں جلتے رہتے ہيں اور خدا سے انس اور محبت کی لذت کو دنياوی چيزوں سے تبادلہ نہيں کرتے اور

اگر جہاں کی ظاہری چیزوں کو بھی دیکھتے ہیں تو اس میں بھی نو رجمال الہی اور وجود کامل کی نشانی اور علامت کا عکس مشاہدہ کرتے ہیں_ (364)

امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ '' کس طرح تیرے وجود کے ثابت کرنے کے لئے اس چیز سے استدلال کیا جائے کہ جو وہ خود تیری محتاج ہے؟ کیا تیرے غیر کے لئے ظہور ہے جو تیری ذلت کے لئے موجود نہیں ہے تا کہ تو اس کے ظہور کے ذریعے ظاہر کیا جائے؟ کب تو دور تھا تا کہ آثار اور علائم تیرے تك پہنچنے کے اسباب بن سکیں؟ وہ آنکه اندھی ہے جو تجھے اپنا مراقب اور مشاہدہ کرنے والا نہیں دیکھتي؟ کتنا نقصان میں ہے وہ بندہ کہ جسے تو نے اپنی محبت سے کچه حصہ نہیں دیا؟_(365)
امیرالمومنین علیہ السلام شعبانیہ مناجات میں فرماتے ہیں_ '' اے خدا پوری طرح اپنے میں غرق اور کامل ہونے کو مجھے عطا کر اور میرے دل کی آنکھوں کو اپنے جمال کے نور کے مشاہدہ کرنے کا نور عطا فرما تا کہ میرے دل کی آنکھیں نور کے حجاب کو پار کر کے تیری عظمت تك پہنچ جائیں اور ہماری روحیں تیرے مقام قدس سے جا وصل ہوں_(366)

امام زین العابدین علیہ السلام اس طرح کے خاص بندوں کے حق میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:
'' خدایا تیر ی ثناء اور تعریف جو تیرے لائق اور سزاوار ہے زبان سے بیان کرنے میں وہ تیرے بندے عاجز ہیں تیری ذات کے جمال حقیقت تك پہنچنے سے وہ عاجز ہیں_ تیرے جمال کے انوار کو دیکھنے کی آنکھیں قدرت نہیں رکھتی _ تو اپنے بندوں کے لئے تیری معرفت کے مقام تك پہنچنے کے لئے سوائے عجز کے اظہار کے اور کچھ نہیں رکھا_ خدایا ہمیں ان بندوں سے قرار دے کہ تیرے لقاء کے شوق کا پودا جن کے دلوں میں بویا گیا ہے_ اور محبت کی آتش نے ان کی دلوں کو گھیر رکھا ہے لہذا وہ عالی افکار کے آشیانہ میں اترتے ہیں اور مقام قرب و شہود الہی کے باغات سے نعمتیں حاصل کرتے ہیں اور محبت کے چشمے سے لطف و کرم کے جام پیتے ہیں_ صفا اور محبت اور مودت کے چشمہ میں وارد ہوتے ہیں_ ان کے دل کی آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا ہے اور عقائد میں شك و تردید اور تاریکی ان کے دلوں سے دور ہوگئي ہے اور ان کے دلوں میں شك کا گذر زائل ہوچکا ہے_ تحقیق کے ذریعے ان کے دلوں کی معرفت نے وسعت پیدا کرلی ہے_ اور زہد کی دوڑ لگانے میں ان کی ہمت بلند ہوچکی ہے_ خدا کے ساتھ معاملہ کرنے میں پسندیدہ خاطر ہوتے ہیں اور خدا کے ساتھ انس کی مجلس میں پاکیزہ باطن رکھتے ہیں اور خوف کے مقامات میں امن اور آرام کا راستہ موجود پاتے ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرنے میں مطمئن نفس رکھتے ہیں_
سعادت اور نجات کے راستے میں یقین کے مرتبہ تك پہنچے ہوئے ہیں_ محبوب کے مشاہدہ کرنے میں ان کی آنکھیں روشن ہیں اور اس کے پانے میں کہ جس کی امید کرتے باطنی آرام اور اطمینان رکھتے ہیں_ دنیا کے معاملات میں آخرت کے لئے فائدہ حاصل کیا_ اے خدا_ تیرے ذکر کے الہام کے تصورات دلوں پر کتنے لذت آور ہوتے ہیں_ اور تیری طرف غیب کے تفکر کے ذریعے آنے میں کتنا مٹھاس اور شرینی ہے_ اور تیری محبت کا طعام کتنا مزے دار ہے_

اور تیرے قرب کا پانی کتنا لذیذ اور خوشگوار ہے_ ہمیں دور کرنے او رنکال دیئےانے سے پناہ دے اور ہمیں مخصوص تر عارف اور اپنے بندوں میں صالح ترین بندہ اور اطاعت کرنے میں صادق ترین اور عبادت کرنے والوں میں خالص ترین عبادت کرنے والا قرار دے_ اے بزرگتر اور عظیم اور کریم اور احسان کرنے والا خدا_ تجھے تیری عطا اور رحمت کی قسم_ اے ارحم الرحمین_'' (367)
خلاصہ چوتھا مرتبہ اور مقام بہت ہی عالی اور بلند و بالا ہے اور پھر اس کے کئي ایك درجات اور مراتب ہیں جو ذات مقدس واجب الوجود اور کمال و جمال غیر متناہی تك جاتے ہیں_ اہل اللہ اور عارفین کی اصطلاح میں ان کے مختلف نام ہیں جیسے مقام ذکر مقام انس مقام انقطاع مقام محبت، مقام شوق، مقام رضا، مقام خوف، مقام شہود، مقام عین الیقین، مقام حق الیقین، اور آخری مقام جسے مقام فنا نام دیتے ہیں یہ تعبیرات اکثر آیات اور احادیث سے لی گئي ہیں او رہر ایك نام کی کچھ نہ کچھ مناسبت بھی ہے_
جب عارف اور عبادت گذار واجب الوجود ذات الہی کے جمال اور عظمت غیر متناہی کی طرف توجہ کرے اور اس کی محبت اور فیوضات کو سامنے رکھے اور اپنی تقصیر اور ناتوانی اور مقام اعلی تك نہ پہنچنے کی مسافت سے دور ہونے کا احساس کرے تو پھر اس کے دل میں شوق اور عشق سوز اور گداز پیدا ہوتا ہے تو

اس کیفیت اور مقام کا نام شوق کا مقام دیا جاتا ہے_ جب کمالات کے درجات اور مقامات پر کوئي پہنچ جائے تو وہ انہیں درجات اور معلومات سے انس کرنے لگتا ہے اور خوش اور شاد ہوجاتا ہے تو اسی مناسبت سے اس درجے اور رتبے کو مقام انس سے تعبیر کرتے ہیں اور جب عظمت اور کمال غیر متناہی ذات الہی کی طرف توجہ کرے اور اس عظمت کے مقام کے پانے میں اپنی کمزوری اور عجز اور قصور پر مطلع اور واقف ہو تو اس کا دل لرزتا او ردکھتا ہے اس کے تمام وجود پر خوف اور ڈر چھاجاتا ہے تو پھر وہ گریہ و زاری کرنے لگتا ہے تو اسی مناسبت سے اس حالت کا نام مقام خوف رکھ دیا جاتا ہے_ اسی طرح باقی تمام مقامات کسی نہ کسی انسان کی کیفیت اور حالت کی مناسبت سے رکھے جاتے ہیں_ بہتر یہی ہے کہ یہ ناچیز بندہ جو یہ کتاب لکھ رہا ہے او رجو خواہشات نفس اور مادی تاریکیوں اور ظلمات کا قیدي_ مقامات معنوی کے حاصل کرنے سے محروم ہے اس بحر بیکراں میں وارد نہ ہو اور ان مقامات عالیہ کی شرح اور توضح انہیں لوگوں کے لئے چھوڑ دے جو اس کی قابلیت اور اہلیت رکھتے ہیں کیونکہ جس نے محبت اور انس اور لقاء اللہ کا ذائقہ ہی نہ چکا ہو وہ ان مقامات عالیہ کی توضیح اور تشریح سے عاجز اور ناتوان ہوگا_ نیکوں کو دوست رکھتا ہوں اگر چہ انہیں سے نہیں ہوں_

خدایا ہمیں اپنے ذکر کی حلاوت عنایت فرما اور ہمیں حالات چکھنے والے افراد سے قرار دے یہاں بہتر ہوگا کہ جو اس کے اہل تھے ان کی بات اور گفتگو کو نقل کیا جائے_ عارف ربانی فیلسوف عالی ملاصدرا شیرازی لکھتے ہیں_ اگر کسی بندے پر اللہ تعالی کی رحمت کے سائے پڑ جائیں تو وہ خواب غفلت اور جہالت سے بیدار ہوجاتا ہے اور جان لیتا ہے کہ اس محسوس جہان کے علاوہ بھی کوئي دوسرا جہان ہے_ حیوانی لذت سے اعلی اور بھی لذات ہیں تو اس حالت میں وہ باطل اور بے ارزش امور سے روگردانی کرلیتا ہے اور گناہوں کے ارتکاب سے اللہ تعالی سے توبہ کرتا ہے پھر اللہ تعالی کی آیات اور نشانیوں میں فکر اور غور شروع کردیتا ہے اور مواعظ الہی کو سنتا ہے اور پیغمبر اکرم کی احادیث میں غور کرتا ہے اور شرعیت کے مطابق عمل کرتا ہے اور آخرت کے کمالات حاصل کرنے کے لئے دنیا کے لغویات اور فضولیات جیسے جاہ و جلال مقام و منصب مال اور متاع سے دستبردار ہوجاتا ہے اور اگر اس سے زیادہ اللہ کی رحمت اس کے شامل حال ہوجائے تو حتمی ارادہ کرلیتا ہے کہ غیر خدا سے چشم پوشی کرے اور اللہ تعالی کی جانب حرکت کرے اور خواہش نفس کے مقام کو چھوڑ کر اللہ تعالی کی طرف حرکت کرے اس حالت میں اس پر اللہ تعالی کے انوار ملکوتی ظاہر ہو جاتے ہیں او رعالم غیب کا دروازہ اس کے لئے کھل جاتا ہے اور عالم قدس کے صفحات آہستہ آہستہ اس کے لئے آشکار ہوجاتے ہیں اور غیبی امور کی مثالی صورت میں مشاہدہ کرتا ہے جب وہ امور غیبی کے مشاہدے کی لذت کو چکھ لے تو پھر خلوت او ر دائمی ذکر کرنے سے علاقمند ہوجاتا ہے اس کا دل حسی مشاغل سے خالی ہوجاتا ہے اور تمام وجود کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف توجہ پیدا کرلیتا ہے_ اس حالت میں اس پر علوم لدنی آہستہ آہستہ اترنے لگتے ہیں اور معنوی انوار کبھی کبھی اس کے لئے ظاہر ہونے لگتے ہیں یہاں تك کہ کامل تمکن اور تحقق حاصل کرلیتا ہے_ تلون مزاجی اور تغیر دور ہو جاتی ہے اور آرام اور سکون اس پر نازل ہوجاتا ہے اس حالت میں وہ عالم جبروت میں وارد ہوجاتا ہے اور عقول مفارقہ کا مشاہدہ کرتا ہے او ران کے انوار سے نورانی ہوجاتا ہے اور اس کے لئے قدرت اور سلطان الہی اور عظمت

اور کبریاء کا نور آشکار ہوجاتا ہے اور اس کی انانیت اور وجود کو متلاشی اور ھباء منشوارا کردیتا ہے اور ذات احدیت کی عظمت اور قدرت کے سامنے ساقط ہوجاتا ہے اس حالت اور مقام کو مقام احدیت کہا جاتا ہے اور اغیار سالك کی نگاہ میں مستہلك ہوجاتے ہیں اور لمن الملك الیوم الواحد القہار کی آواز کوسنتا ہے_

(368)

عارف ربانی ملا فیض کاشانی لکھتے ہیں کہ خدائي محبت اور اس کی تقویت اور رویت خدا اور اس کے لقاء کے لئے اسباب مہیا کرنے کا طریقہ معرفت اور اس کو تقویت دینا ہوا کرتا ہے_ معرفت حاصل کرنے کا طریقہ قلب کو دنیاوی علائق اور مشاغل اور کامل طور پر انقطاع الی اللہ کا وسیلہ اور ذریعہ صرف ذکر اور فکر اور غیر خدا کی محبت کو دل سے نکالنا ہے_ کیونکہ دل ایك برتن کی مانند ہے_ اگر برتن پانی سے بھرا ہوا ہو تو پھر اس میں سرکہ ڈالنے کی گنجائشے نہیں ہوتی پانی کو برتن سے خالی کیا جائے تا کہ اس میں سرکہ ڈالا جاسکے_ خداوند کریم نے کسی کے لئے دو دل پیدا نہیں کئے کامل محبت یوں ہوگی کہ سارے دل میں خدا کو دوست رکھے جب غیر خدا کی طرف توجہ رکھے گا تو دل کا کچھ حصہ غیر خدا میں مشغول ہوگا پس انسان جتنا غیر خدا کے ساتھ مشغول رہے گا اتنی مقدار خدا کی محبت میں کمی واقع ہوگی مگر غیر خدا کی طرف توجہ اس نیت سے ہو کہ وہ بھی خدا کی مخلوق اور خدا کا فعل ہے اور ہ اللہ تعالی کے اسماء اور صفات کا مظہر ہے_ خدا نے قرآن مجید میں اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے قل اللہ ثم ذرہم یہ حالت شوق کے غلبہ سے حاصل ہوتی ہے بایں معنی کہ انسان کو شش کر ے کہ جو کچھ اس کے لئے آشکار ہوا ہے اس سے زیادہ آشکار ہو اور اس کی طرف جو اسے ابھی تك حاصل نہیں ہوا ہے شوق پیدا کرے کیونکہ شوق اس چیز سے متعلق ہوتا ہے کہ کوئي چیز کچھ آشکار ہو اور کچھ آشکا رنہ ہو ہمیشہ ان دو میں رہے گا کہ جس کی کوئي انتہا نہیں ہے اس واسطے کہ جو درجات اور مراتب اسے حاصل ہوئے ہیں ان کی کوئي انتہا نہیں ہے اس واسطے کہ جو درجات اور مراتب اسے حاصل ہوئے ہیں ان کی کوئي انتہا نہیں ہے اسی طرح خدا کے کمال اور جمال جو باقی ہیں ان کی زیادتی کا کوئي کنارہ نہیں_ بلکہ وصال کے حاصل ہوجانے سے وہ لذت بخش شوق کا احساس کرتا ہے کہ جس میں کوئي الم اور درد نہیں ہوا کرتا پس شوق کبھی بھی ختم نہیں ہوتا بالخصوص جب بہت سے بالا درجا کو مشاہدہ کرتا ہے_ یسعی نورہم بین ایدیہم و بایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا_ **(369)**

ذكر اور بقاء كے آثار اور علائم

جیسے كہ پہلے ذكر ہوچكا ہے كہ ذكر اور شہود اور لقاء ايك باطنى مقام اور معنوى اور روحانى پايہ تكميل نفس كا ذريعہ ہے_ عارف انسان اس مقام تك جب پہنچ جائے تو وہ ايك ايسے مقام تك پہنچا ہے كہ وہ اس سے پہلے يہاں تك نہيں پہنچا تھا اگر يہ كہا جاتا ہے كہ مقام شہود ايك حقيقت اور واقعيت ہے اور اسى طرح جب كہا جاتا ہے كہ مقام انس يا مقام رضا يا مقام محبت يا مقام شوق يا مقام وصال يا مقام لقاء تو يہ مجاز گوئي اور مجازى معنى مراد نہيں ہوتے بلكہ يہ سب حقيقت ہيں لہذا مقام ذكر وجود واقعى كا ايك مرتبہ ہے اور رتبہ اور وہ نئے علائم اور آ ثار ركھتا ہے اس كمال كا وجود اس كے آثار اور علامتوں سے پہچانا جاتا ہے_ ہم يہاں اسكے كچھ اثرات بتلاتے ہيں:

خداوند عالم كى اطاعت

جب كوئي آدمى مقام شہود اور ذكر تك پہنچ چكا ہو اور اپنے باطن ميں ذات احديت كے جمال كا مشاہدہ كرلے اور اپنے آپ كو اس ذات كے سامنے پائے تو پھر بغير كسى شك كے سوفيصدى اس كے احكام كى پيروى كرے گا اور جو كچھ خدا كہے گا اس بجالائيگا اور جس سے روكا ہوگا اسے ترك كرے گا اگر انسان يہ معلوم كرنا چاہے كہ آيا اس مقام تك پہنچا ہے يا نہ تو اسے اوامر اور نواہى الہى كى پابندى سے معلوم كرے اور جتنى اس ميں پابندى كى نسبت ہو اسى نسبت سے اس مقام تك پہنچے كو سمجھ لے يہ ممكن ہى نہيں ہے كہ انسان مقام شہود اور انس تك پہنچا ہوا ہو اور پھر الله تعالى كے احكام كى كامل طور سے پابندى نہ كرے_

امام جعفر صادق عليہ السلام نے ذكر كى شناسائي او رتعريف ميں فرمايا ہے كہ " ذكر كے يہ معنى ہيں كہ جب تيرے سامنے الله تعالى كى كوئي حكم آئے تو اسے بجالائے اور اگر منع كيا ہو تو اس سے رك جائے_ **(370)**

امام حسين عليہ السلام نے عرفہ كى دعا ميں فرمايا ہے " اے وہ ذات كہ جس نے اپنے ذكر كى مٹھاس اور شرينى كو اپنے دوستوں كے موہنہ ميں ڈالا ہے كہ جس كى وجہ سے وہ تيرى عبادت كے لئے تيرے سامنے آكھڑے ہوتے ہيں_ **(371)**

اور تيرے سامنے خضوع اور خشوع كرتے ہيں_ اے وہ ذات كہ جس نے ہيبت كا لباس اپنے اولياء كو پہنايا ہے كہ وہ تيرے سامنے كھڑے ہوں اور استغفار كريں_

خدا قرآن مجيد ميں فرماتا ہے كہ " ان سے كہہ دو كہ اگر واقعى خدا كودوست ركھتے ہو تو ميرى پيروى كرو تا كہ خدا بھى تمہيں دوست ركھے_ **(372)**

امام جعفر صادق عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ " جو شخص واقعى خدا كا ذكر كرنے والا ہوگا تو وہ ذات الہى كا فرمانبردار اور مطيع بھى ہوگا اور جو شخص غافل ہوگا وہ گنہگار ہوگا_ **(373)**

خضوع اور عاجزي

جو انسان خدا كى عظمت اور قدرت كا مشاہدہ كرے گا تو وہ مجبوراً اس كے سامنے خضوع كرے گا اور اپنے قصور اور ناتوانى سے شرمندہ اور شرمسار ہوگا_

امام جعفر صادق عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ " تيرا يہ جان لينا كہ تو خدا كا مورد توجہہ ہے تو يہ تيرے

خضوع اور حیا اور شرمندگی کا باعث بنے گا_ (374)
عشق اور محبت_ مقام شہود کی ایك علامت اور اثر عبادت سے زیادہ علاقہ اور اس سے لذت حاصل کرنا ہوتا ہے کیونکہ جس نے لذت الہی کی عظمت اور قدرت کو پالیا ہو اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں سمجھتا ہو اور عظمت اور کمال الہی کا مشاہدہ کرلیا ہو تو پھر وہ مناجات اور انس اور راز و نیاز کی لذت کو ہر دو سری لذت پر ترجیح دے گا_ جو لوگ معنوی لذات سے محروم ہیں وہ مجازی لذات اور جلدی ختم ہوجانے والی لذات سے جو در حقیقت سوائے الم اور غم کے ختم کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتیں اپنا دل لگا لیتے ہیں_ لیکن جنہوں نے حقیقی لذات اور پروردگار کی مناجات اور عبادت کو چکھ لیا ہو تو وہ اپنی خوش حالی او رزیبائي کو کسی دوسری لذت سے معاملہ نہیں کرتے_ یہی وہ اللہ کے خالص بندے ہیں کہ جو خدا کی عبادت اس لحاظ سے کرتے کہ وہ عبادت کا سزاوار ہے نہ ثواب کی امید رکھتے ہیں اور نہ سزا کا خوف_
پیغمبر علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام اور دیگر ائمہ علیہم السلام کی عبادات اور سوز و گداز کو آپ نے سناہی ہے_
اطمینان اور آرام_ دنیا مصائب اور گرفتاری رنج و بلا کا گھر ہے_ دنیا کے ابتلات اور گرفتاریوں کو تین قسم پر تقسیم کیا جاسکتا ہے_
1_ کئي طرح کی مصیبتیں جیسے اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی بیماریاں_ خود مرنا اور لواحقین کی موت_ ظلم اور تجاوز دوسروں کی حق کشی اور ایك دوسرے سے مزاحمت اور لڑائي جھگڑنے_
2_ دنیاوی امور کے نہ ہونے کہ جنہیں حاصل نہیں کرسکتا_
3_ اس کا خوف کہ جو ہاتھ میں وہ نہ نکل جائے اپنے مال کے چوری ہوجانے یا تلف ہوجانے کا ڈریا زمانے کے حوادث کیوجہ سے اولاد نہ چلی جائے اپنے بیمار ہونے یا اپنی موت کا خوف اور ڈر اور اس طرح کے د وسرے امور کے اکثر انسان کے آرام اور سکون کو ختم کردیتے ہیں ان تمام کی اصل وجہ دنیا سے علاقمندی اور محبت اور خدا کے ذکر سے غافل رہنا ہوا کرتا ہے_
قرآن مجید میں ہے کہ '' جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرتا ہے_ اس کی زندگی سخت ہوگي_ (375)

لیکن اللہ کے خالص بندے جو کمالات اور خیرات کے مقامات تك پہنچ چکے ہیں اور اللہ تعالی کے بے نہایت کمال اور جمال کا مشاہدہ کرلیا ہے اور اللہ تعالی کے ذکر اور اس کی ذات کی محبت میں خوش ہیں اور کوئي غم اور غصہ نہیں رکھتے کیونکہ وہ جب خدا کو رکھتے ہیں تو سب چیزیں رکھتے ہیں دنیاوی امور سے لگاؤ نہیں لگا رکھا تا کہ ا ن کے نہ ہونے سے خوف اور ڈر رکھتے ہوں_ کمالات اور خیرات کے منبع اور مرکز سے دل لگا رکھا ہے اور خود بھی صاحب کمال ہیں_

امام حسین علیہ السلام عرفہ کی دعا میں فرماتے ہیں_ '' خدایا تیری ذات ہے کہ جس نے اجنبیوں کو اپنے اولیاء کے دلوں سے باہر نکال دیا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ تیرے سوا کسی کو دوست نہیں‌رکھتے اور تیرے غیر سے پناہ نہیں مانگتے وہ خوفناك مصائب میں تجھ سے انس اور محبت رکھتے ہیں اگر ان میں

معرفت اور شناسائي حاصل ہوئي ہے تو وہ بھی تیری ہدایت کی وجہ سے ہے_ جو تجھے نہیں پاتا وہ کس چیز کو پاسکتا ہے؟ جو تجھے رکھتا ہو وہ کس چیز کو نہیں رکھتا؟ کتنا نقصان میں ہے وہ انسان جو تیرے عوض کسی دوسرے کو اختیار کرے؟ کتنا بدبخت ہے وہ انسان جو تیرے سوا کسی دوسرے کی طرف رجوع کرے_ کس طرح انسان کسی دوسرے سے امید رکھے جب کہ تیرے احسان اس سے قطع اور ختم نہیں ہوئے؟ کس طرح انسان اپنی حاجات کو دوسرے سے طلب کرے جب کہ تیرے احسان کرنے کی عادت نہیں بدلي؟ (376)

خلاصہ مقام ذکر اور شہود تك پہنچنے کی ایك علامت اور اثر انسان میں آرام اور سکون اور اطمینان قطب ہے اور سوائے خدا کے کوئي اور نہیں جو دل کی کشتی کو زندگی کی متلاطم امواج سے آرام اور سکون دے سکے_ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے '' جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کے دل اللہ تعالی کے ذکر سے آرام اور اطمینان میں ہیں اور یاد رکھو کہ دل کو تو صرف خدا کے ذکر سے ہی آرام اور اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے_ (377)

خدا کی بندے کی طر توجہ _

جب بندہ خدا کو یاد کرتا ہے تو خدا بھی اس کے عوض بندے کو مورد عنایت اور توجہ قرار دیتا ہے_ یہ مطلب آیات اور روایات سے مستفاد ہوتا ہے_

خدا فرماتا ہے ''مجھے یاد کرو تا کہ میں تمہیں یاد کروں_(378)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' خدا نے فرمایا ہے_ اے ادم کے فرزند مجھے اپنے دل میں یاد کر تا کہ میں تجھے اپنے دل میں یاد کروں_ اے آدم کے فرزند مجھے خلوت اور تنہایی میں یاد کر تا کہ میں تجھے خلوت میں یاد کروں_ اے آدم زاد مجھے مجمع میں یاد کر تا کہ میں تیرے مجمع سے مجمع میں یاد کروں آپ نے فرمایا کہ جو انسان خدا کو لوگوں کے درمیان یاد کرے خدا اسے ملائکہ کے درمیان یاد کرتا ہے_(379)

اللہ تعالی کا بندے کی طرف متوجہ ہونا اور لطف و کرم کرنا ایك اعتباری اور تشریفاتی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایك حقیقت اور واقعیت ہے اس کی دو میں سے ایك سے توجیہ کی جا سکتی ہے_

1_ جب بندہ خدا کو یاد کرتا ہے تو اس کے ذریعے فیض الہی کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے خداوند عالم بھی اس پر کمال کو نازل کرتا ہے اور اس کے درجات کو بلند کر دیتا ہے_

2_ جب اللہ تعالی کا ذکر کرنے والا انسان خدا کو یاد کرتا ہے تو وہ اللہ تعالی کی طرف حرکت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالی کے لطف اور کرم کا مورد قرار پاتا ہے_ اسے خدا عالی مرتبہ کے لئے جلب اور جذب کر دیتا ہے اور اس کے دل کے کنٹرول کرنے کو اپنے ذمہ لے لیتا ہے_

پیغمبر گرامی نے فرمایا ہے کہ '' خداوند عالم فرماتا ہے کہ جب میں بندے کو اپنے میں مشغول اور متوجہ پاتا ہوں تو اسے سوال اور مناجات کرنے کا علاقمند بنا دیتا ہوں اور اگر بھی اس پر غفلت طاری ہو جائے تو اس کے عارض ہونے سے رکاوٹ کھڑی کر دیتا ہوں_ یہ بندے میرے حقیقی اولیاء ہیں یہ واقعی بہادر اور

شجاع ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر میں چاہتا ہوں کہ زمین والوں کو ہلاك کردں تو ان کے وجود کی برکت سے زمین والوں سے عذاب کو دور کردیتاہوں_(380)

خلاصہ خدا کو اپنی بندے کی طرف توجہہ کرنا ایك اعتباری اور تشریفاتی کام نہیں ہے بلکہ اس کی ایك حقیقت ہے جو ان دو میں سے ایك توجیہہ کی جا سکتی ہے اگر چہ دونوں کو بھی اکٹھا کیا جا سکتا ہے_

خدا کا بندے سے محبت کرنا_

ذکر خدا کی آثار میں سے ایك اثر اور علامت خدا کا ایسے بندے سے محبت کا ہو جانا ہوتا ہے_ آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بندہ خدا کی یاد میں ہو اور خدا اور اس کے پیغمبر علیہ السلام کے احکام پر عمل کرنے والا ہو تو خدا بھی اس کے عوض ایسے بندے کو دوست رکھتا ہے_ خدا قرآن میں فرماتا ہے '' اے لوگو اگر واقعاً خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ خدا بھی تمہیں دوست رکھے_(381)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے پیغمبر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ '' جو شخص اللہ تعالی کا بہت زیادہ ذکر کرے تو وہ اللہ تعالی کا مورد محبت قرار پائیگا_ جو شخص اللہ تعالی کی یاد میں بہت زیادہ ہو گا اس کے لئے دو برات کے نامے لکھ دیئے جائیں گے ایك دوزخ سے برات اور دوسرے نفاق سے برات_(382)

اللہ تعالی کی بندے سے محبت کوئي اعتبار اور تشریفاتی امر نہیں ہوتا اور یہ اس معنی میں بھی نہیں ہوتی جو محبت بندے کو خدا سے ہوتی ہے_ انسان میں محبت کے ہونے کے معنی اس کا کسی چیز سے کہ جس کا وہ محتاج ہے ولی لگاؤ اور علاقمندی ہوا کرتی ہے لیکن خدا کے محبت کرنے کے ایسے معنی مراد نہیں ہوا کرتے اور نہ ہی اللہ تعالی میں یہ معنی صحیح ہے_ خدا کے محبت کرنے کی یوں وضاحت کی جائے کہ خدا بندے پر اپنا لطف و کرم زیادہ کرتا ہے اور اسے عبادت اور توجہہ اور اخلاص کی زیادہ توفیق عنایت فرماتا ہے ك جس ذریعے کمالات اور قرب کے درجات کی طرف اسے جذب اور جلب کرتا ہے اور چونکہ خدا اپنے بندے کو دوست رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ راز اور نیاز کو سنے تو اسے دعا نماز ذکر اور مناجات کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے اور چونکہ اس کے تقرب کو دوست رکھتا ہے تو اس کے لئے کمال تك رسائي کا وسیلہ فراہم کر دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ خدا اپنے بندے کو دوست رکھتا ہے لہذا اس کے دل کو اپنے کنٹرول میں لے لیتا ہے اور توفیق دیتا ہے کہ وہ بہتر اور سریع تر اس کے مقام قرب کی طرف حرکت کرے_

اہم اثر:

اس مقام ذکر میں اس کے حاصل کرنیوالے کو بہت عالی فوائد حاصل ہو جاتے ہیں کہ جن کے بیان کرنے کے لئے قلم اور زبان عاجز اور ناتوان ہے اور سوائے اس مقام تك پہنچنے والوں کے اور کوئي بھی اس سے مطلع نہیں ہو سکتا_

عارف اپنے نفس کے صاف اور پاك اور اپنے باطن کو تصفیہ کرنے عبادت اور ریاضت تفکر اور دائمی ذکر کرنے کے ذریعے اسے ایسے مقام تك پہنچتا ہے کہ وہ اپنی باطنی آنکھ اور کان کے ذریعے حقائق اور واقعات کا مشاہدہ کرتا ہے اور انہیں سنتا ہے کہ جو ظاہری آنکھ اور کان کے ذریعے دیکھنے اور سننے کے قابل نہیں

ہوتے_ کبھی کبھی وہ موجودات کی تسبیح اور تقدیس بلکہ ملائکہ کی تسبیح کو بھی سنتا ہے اور ان کے ساتھ ہم آواز ہو جاتا ہے جب کہ وہ اسی دنیا میں زندگی کر رہا ہوتا ہے اور دنیا کے لوگوں کے ساتھ معاشرت کر رہا ہو تا ہے لیکن اپنے اندر میں ایك اعلی نقطہ کو دیکھتا ہے اور کسی دوسرے جہان میں اس طرح زندگی کر رہا ہوتا ہے کہ گویا وہ اس جہان میں زندہ نہیں ہے دوسرے جہان کی دوزخ اور بہشت کا مشاہدہ کرتا ہے_ اور نیك اور صالح افراد اور فرشتوں سے ربط رکھتا ہے_ دوسرے جہان سے مانوس اور دوسری طرح کی نعمتوں کو پا رہا ہے لیکن وہ ان چیزوں کے بارے میں غالباً کسی سے ذکر نہیں کرتا کیونکہ اس طرح کے افراد راز کو چھپانے والے ہوتے ہیں اور اس طرح کی شہرت کو پسند نہیں کرتے_

عارف کے قلب پر علوم اور معارف وارد ہوتے ہیں اور بعض ایسے کشف اور شہود رکھتا ہے جو متعارف علوم جیسے نہیں ہوتے_ عارف ایك ایسے مقام تك جا پہنچتا ہے کہ وہ تمام چیزوں سے یہاں تك کہ اپنے نفس سے بھی غافل ہوتا ہے اور سوائے ذات الہی کے اسماء اور صفات کے اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا اللہ تعالی کی ذات کو ہر جگہ حاضر اور ناظر دیکھتا ہے کہ خود اس نے فرمایا کہ وہی اول ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے_ ہو الاول و الاخر و الظاہر و الباطن_

تمام دنیا کو اللہ تعالی کی صفات کا مظہر اور تمام کمال اور جمال کو اسی ذلت سے جانتا ہے_

تمام دنیا کو اللہ کی صفات کا مظہر اور تمام کمال اور جمال کو اسی ذات سے جانتا ہے _ تمام موجودات کو ذات کے لحاظ سے فقیر اور محتاج سمجھتا ہے اور صرف غنی مطلق بے نیاز اللہ تعالی کی ذات کو دیکھتا ہے_

اور ذات الہی کے جمال اور کمال مطلق کے مشاہدے میں غرق رہتا ہے_ اور یہ بھی معلوم رہے کہ خود مقام فناء کے کئي درجات اور مقامات ہیں کہ بہتر یہی ہے کہ یہ مولف ان سے محروم ان مقامات کے بیان کرنے سے احتراز ہی کرے_ خدا ان کو مبارك کرے جو ان مقامات کے اہل ہیں

پہنچنے کے راستے

ایمان کے کامل کرنے اور مقام ذکر اور شہود تك پہنچنے کے لئے مندرجہ ذیل امور سے استفادہ کیا جا سکتا ہے_

1_ فکر اور دلیل

وہ دلائل اور استدلالات جو توحید اور وجود خدا کے ثابت کرنے کے لئے لائے جاتے ہیں وہ ایمان کو کامل کرنے کا سبب بن سکتے ہیں یا وہ دلیلیں جو فلسفہ اور علم کلام اور علم عرفان کی کتابوں میں بیان کی گئي ہیں ان سے ثابت کیا جاتا ہے کہ تمام موجودات عالم ذات کے لحاظ سے محتاج اور فقیر بلکہ عین احتیاج اور فقر ہیں وہ اپنے وجود کو باقی رکھنے میں اور تمام افعال اور حرکات میں ایك ایسی ذات کے محتاج ہیں جو بے نیاز اور غنی ہو بلکہ اسی ذات سے ان کا ربط اور اتصال ہے_ تمام موجودات عالم محتاج اور محدود ہیں صرف ایك ذات ہے جو اپنے وجود میں مستغنی بالذات ہے اور کمال غیر متناہی رکھتی ہے اور وہ ذات واجب الوجود ہے کہ جس میں کوئي نقص اور احتیاج نہیں اور اسکے وجود میں کوئي احتیاج نہیں ہے_ وہ ذات تمام کمالات کی مالك ہے_ اس کے علم اور قدرت اور حیات اورتمام کمالات کی کوئي حد اور انتہا نہیں ہے ہر جگہ

حاضر اور ناظر ہے اور كوئي چيز اس سے چھپى ہوئي نہيں ہے_ تمام موجودات سے نزديك ہے يہاں تك كہ وہ شاہ رگ سے خود انسان سے زيادہ نزديك ہے_ بہت سى آيات اور احاديث خدا كى انہى صفات كو بيان كرتى ہيں_

خدا قرآن ميں فرماتا ہے كہ '' مشرق اور مغرب خدا كى ملكيت ہے پس تم جس طرف توجہ كرو گے خدا وہاں موجود ہے_(383) نيز خدا فرماتا ہے كہ '' خدا تمہارے ساتھ ہے جہاں بھى تم ہو اور تمہارے كاموں كو جانتا ہے اور ان سے باخبر ہے_(384)

نيز خدا فرماتا ہے كہ '' ہم انسان سے اس كى شاہ رگ سے زيادہ نزديك ہيں_(385)

نيز خدا فرماتا ہے كہ '' خدا ہر چيز كو ديكھنے والا اور حاضر ہے_(386)

خدا كے پہچاننے ميں غور اور فكر كرنا انسان كو كفر كى تاريكى سے نكال كر خدا پر ايمان لے آنے كى طرف لے جاتا ہے اور تكامل اور كمال تك پہنچنے كا راستہ كھول ديتا ہے اور عمل كى طرف جو ايمان كا لازمہ ہے دعوت ديتا ہے_

2_ آيات ا لہى ميں غور كرنا

خدا اس دنيا كى ہر ايك چيز كو خدا كى نشانى قرار ديتا ہے_ خدا متعدد آيات ميں تاكيد فرماتا ہے كہ خدا كى نشانيوں اور آيات ميں خوب غور اور فكر كرو تا كہ ان كى رعنائيوں اور حسن سے اور ان كے نظم اور حساب سے ہونے كيوجہ سے جو تمام عالم پر برقرار ہے ايك دانا اور قادر اور عليم اور حكيم خدا كو معلوم كرلوگے_ انسان سے اس كا مطالبہ كيا گيا ہے كہ وہ اپنى خلقت اور وہ اسرار اور رموز اور حيرت انگيز قدرت جو اس كے جسم اور روح ميں ركھ ديئے گئے ہيں اور اسى طرح مختلف زبانوں اور رنگوں اور شكلوں اور ہمسر كے وجود كو خوب غور سے سوچو اور فكر كرو_ اسى طرح انسان سے مطالبہ كيا گيا ہے كہ وہ سورج اور ستاروں كى خلقت اور ان كى منظم حركت اور حسن اور زيبائي ميں غور اور فكر كرے اسى طرح انسان سے مطالبہ كيا گيا ہے كہ وہ زمين اور پہاڑوں اور درخت نباتات اور مختلف سمندرى اور خشكى كے حيوانات ميں غور اور فكر كرے_ قرآن مجيد ميں اس طرح كے مطالبے كے بہت سے نمونوں كى طرف اشارہ كيا گيا ہے بہت ہى صحيح اور درست ہے كہ يہ جہان حسن اور تعجب ميں ڈالنے والى چيزوں سے ہے_ جس شى كو ديكھيں اس ميں سينكڑوں مصلحتيں تعجب آور موجود ہيں_ سورج ستارے كہكشاں بادل حيرت انگيز ايٹم زمين آسمان، پہاڑ، درخت، نباتات، مختلف دريائي اور خشكى كے حيوانات معدنيات، سمندر دريا، بڑے بڑے جنگل، چھوٹے بڑے، درخت اور نباتات، بڑے حيوانات، ہاتھي، اونٹ يہاں تك كہ چيونٹيوں اور مچھر بلكہ حيوانات جو دور بين سے ديكھے جاتے ہيں جيسے ويرس اور جراثيم و غيرہ انسان ان كى زيبائي اور ظرافت كو جب مشاہدے كرے اور موجودات جہاں ميں جو رموز اور مصالح، ہيں اور اس جہاں كے نظم اور ضبط اور اس ميں ربط اور اتصال كو جو ان پر حاكم ہے ديكھے تو ان تمام چيزوں سے ايك ايسے خالق اور پيدا كرنے والے كا جو عظيم اور صاحب قدرت اور بے انتہا علم اور حكمت ركھنے والا ہے كا علم پيدا كريگا_ اور حيرت اور تعجب ميں غرق ہوجائيگا او ر تہ دل سے كہے گا اے ميرے رب تو نے ان چيزوں كو بيہودہ اور لغو پيدا نہيں كيا_ ربنا ما خلقت ہذا باطلا_ آسمان كو جو ستاروں سے اوپر ہے اسے ديكھے اور ان ميں خوب غور اور فكر

کرے جنگل کے پاس بیٹھ جائے اور اللہ تعالی کی عظمت اور قدت کا نظارہ کرے کہ کتنا عمدہ اور زیبا اور خوشمنا جہان ہے_

3_ عبادت

ایمان اور معرفت کے بعد انسان کو نیك اعمال اور اپنے فرائض کے بجالانے میں سعی اور کوشش کرنی چاہئے اس واسطے کے عمل کے ذریعے ہی ایمان کامل سے کاملتر ہوتا ہے یہاں تك کہ اللہ تعالی کے قرب کے مقام تك پہنچتا ہے_ یہ صحیح ہے کہ ایمان اور معرفت اور توحید بلندی کی طرف لے جاتی ہے لیکن نیك عمل اس میں اس کی مدد کرتے ہیں_ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ '' جو شخص عزت چاہتا ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ تمام عزت خدا کے ہاں ہوتی ہے توحید کا نیك کلمہ خدا کیطرف جاتا ہے اور نیك عمل اسے اوپر لے جاتا ہے_(387) نیك عمل کی نسبت ایمان اور معرفت کے لئے پٹرول کی ہے جو ہوائي جہاز میں ڈالا جاتا ہے جب تك ہوائي جہاز میں پٹرول ہو گا وہ بلندی کی طرف پرواز کرتا جائیگا اور جب بھی اس کا پٹرول ختم ہوجائیگا وہ تمام کا تمام گر جائیگا اسی طرح ایمان اور معرفت جب تك اس کے ساتھ نیك عمل انجام پاتا رہے گا وہ انسان کو اعلی مقامات کی طرف لے جاتا رہے گا لیکن جب اس کی نیك عمل مدد کرنا چھوڑ دے گا ایمان ختم ہوجائیگا_ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ '' اپنے پروردگار کی عبادت کرتا کہ تجھے یقیقن کا مقام حاصل ہوجائے_(388)

نفس کی تکمیل اور اس کی تربیت اور مقام یقین تك پہنچنے کا تنہا ایك راستہ ہے اور وہ ہے خدا کی عبادت اور بندگی اور اپنے فرائض کی بجا آوري_ اگر کوئي خیال کرے کہ عبادت کے علاوہ کسی اور راستے سے اعلی مقامات پر فائز ہو سکتا ہے تو وہ بہت ہی سخت اشتباہ کر رہا ہے_
انشاء اللہ بعد میں نیك عمل کے متعلق بھی بحث کریں گے_

4_ اذکار اور دعائیں_

اسلام دعاؤں کے ہمیشہ پڑھنے رہنے کو بہت اہمیت دیتا ہے_ اذکار اور دعائیں پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام سے نقل ہوئي ہیں اور ان کے پڑھنے پر ثواب بھی بتلائے گئے ہیں_ ذکر اذکار در حقیقت عبادت کی ایك قسم ہے جو نفس کی تکمیل اور قرب الہی کا سبب ہوتے ہے جیسے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' پانچ چیزیں ہیں جو انسان کے میزان عمل کو بھاری کر دیتی ہیں_ سبحان اللہ _ الحمد اللہ اور لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اور نیك بیٹے کی موت پر صبر کرنا_(389)
آپ(ص) نے فرمایا کہ '' جب مجھے معراج پر لے جایا گیا اور میں بہشت میں داخل ہوا تو میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ سونے چاندی کا محل بنانے میں مشغول تھے لیکن کبھی کام کرنا چھوڑ دیتے تھے اور کبھی کام کرنا شروع کر دیتے تھے_ میں نے ان سے کہا کہ کیوں کام کرنے لگ جاتے ہو اور کام کرنا چھوڑ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا جب محل تعمیر کرنے کا میٹریل آجاتا ہے تو کام کرتے ہیں اور جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں_ میں نے پوچھا کہ تمہارے کام کرنے میٹریل کونسا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ سبحان

الله و الحمد لله ، لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ہے_
جب مومن دنیا میں یہ ذکر کرتا رہتا ہے ہمیں میٹریل ملتا رہتا ہے اور ہم بھی کام کرتے رہتے ہیں اور جب وہ اس ذکر سے غافل ہوجاتا ہے اور اسے پڑھنا چھوڑ دیتا ہے تو ہم بھی کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں_(390)
رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' جو شخص سبحان اللہ کہے تو اس کے لئے بہشت میں ایك درخت لگا دیا جاتا ہے اور جو شخص الحمد اللہ کہے تو خدا اس کے لئے بہشت میں درخت لگا دیتا ہے اور جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے خدا بہشت میں درخت لگا دیتا ہے_ اس وقت قریشی مرد نے عرض کی _ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پھر تو ہمارے لئے بہشت میں بہت ہی درخت ہونگے؟ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ ہاں اسی طرح ہی ہوگا لیکن خیال رکھنا کہ کوئي آگ نہ بھیجنا کہ جو ان درختوں کو جلا دے کیونکہ خداوند قرآن میں فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو_(391)

جو کلام بھی انسان کو خدا کی یاد دلائے اور اس میں اللہ تعالی کی تعریف اور تسبیح اور تمجید ہو تو وہ کلام ذکر کہلائیگا لیکن احادیث میں خاص خاص دعاؤں اور اذکار کا ذکر ہوا ہے اور ان کے پڑھنے کے اثرات اور ثواب بھی بتلایا گیا ہے کہ جن میں سے زیادہ اہم لا الہ الا اللہ سبحان اللہ _ الحمد اللہ _ اللہ اکبر_ لا حول و لا قوۃ الا باللہ_ حسبنا اللہ و نعم الوکیل _ لا الہ الا اللہ سبحانك انی کنت من الظالمین_ یا حی یا قیوم یا من لا الہ الا انت افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد_ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم _ یا اللہ_ یا رب_ یا رحمن_ یا ارحم الراحمین_ یا ذالجلال و الاکرام_ یا غنی یا مغنی اسی طرح اور دوسرے اسماء حسنی کے جو دعاوں اور احادیث میں نقل ہوئے ہیں_ یہ تمام کے تمام ذکر ہیں اور انسان کو خدا کی یاد دلاتے ہیں اور اللہ تعالی کے ہاں تقرب کا وسیلہ بنتے ہیں_ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا انسان ان میں سے کسی ایك کو انتخاب کر کے اسے ہمیشہ پڑھتا رہے لیکن بعض اہل معرفت ان میں سے بعض کو ترجیح دیتے ہیں_ بعض لا الہ الا اللہ کے پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں اور دوسرے بعض نے سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر کو انتخاب کیا ہے اور بعض نے دوسرے بعض کلمات کو ترجیح دی ہے لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب پر لا الہ الا اللہ ترجیح رکھتا ہے_ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ بہترین عبادت لا الہ الا اللہ کہا ہے_(392)
آپ(ص) نے فرمایا کہ '' لا الہ الا اللہ اذکار کا سردار اور ان سے بڑا ہے_(393)

پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے جبرائیل(ع) سے نقل کیا ہے کہ '' خداوند عالم فرماتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا کلمہ میری پناہ گاہ اور قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوجائے وہ عذاب دیئے جانے سے امان میں ہوگا_(394)
لیکن ذکر کرنے کی غرض اللہ تعالی کی طرف توجہ کرنا ہوتا ہے لہذا کہا جا سکتا ہے کہ جو کلام بھی اللہ تعالی کی طرف زیادہ توجہہ دلائے اس کا ذکر کرنا زیادہ مناسب ہوگا_ حالات اور افراد اور مقامات مختلف ہوتے

ہیں_ لہذا ہو سکتا ہے کہ یا اللہ کا کلمہ بعض افراد کے لئے یا بعض حالات میں زیادہ مناسب افراد کے لئے لا الہ الا اللہ کا کلمہ اور دوسرے بعض افراد کے لئے یا غفار یا ستار مناسب ہو اسی طرح دوسرے اذکار_ اسلئے اگر کوئي انسان کسی استاد یا کامل مربی تك رسائل رکھتا ہو تو اس کے لئے بہتر ہے کہ و اس سے مدد طلب کرے اور اگر اسے کسی تك رسائي نہ ہو تو وہ دعاؤں اور احادیث کی کتابوں اور پیغمبر اکرم اور ائمہ علیہم السلام کے فرامین سے استفادہ کرے تمام اذکار اور عبادات اچھی ہیں جب کہ ان کو صحیح بجا لایا جائے تو وہ ان کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کر سکتا ہے اور مقامات عالیہ تك رسائل حاصل کر لے گا_ انسان ان تمام سے یا ان میں سے بعض سے استفادہ کر سکتا ہے لیکن مشائخ اور ماہرین استادوں نے مقام ذکر اور شہود تك پہنچے کے لئے بعض مخصوص اذکار کا انتخاب کیا ہوا ہے کہ جنہیں خاص کیفیت اور خاص عدد کے ساتھ ہمیشہ پڑھنے رہنے کی سفارش کی ہے تا کہ وہ اس مقصد کو حاصل کر سکے_

لیکن اس نقطہ کی طرف بہت زیادہ توجہہ دینے کی ضرورت ہے کہ جو دعائیں اور اذکار شرعیت میں وارد ہوئي ہیں گرچہ سب عبادت ہیں اور اجمالا تقرب کا موجب بھی ہوتی ہیں لیکن ان کی اصلی غرض غیر خدا سے بالکل اور کامل طور سے قطع قطع کرنا اور حضور قلب سے ذات الہی کی طرف توجہ کرنا ہے_ لہذا ہمیں صرف اذکار کے الفاظ کے تکرار پر ہی اکتفاء کرنی چاہیئے اور نہ ہی اصلی ا علی غرض و غایت اور معنی کی طرف توجہہ کرنے سے غافل ہو جائیں کیونکہ الفاظ کا تکرار بلکہ انہیں ہمیشہ پڑھتے رہنا اتنا مشکل نہیں ہے اس واسطے کہ الفاظ کے ذکر کرتے وقت کئي قسم کے افکار اور مختلف طرح کے خیالات انسان پر ہجوم کرتے رہتے ہیں اور اسے خدا کی یاد سے غافل کر دیتے ہیں اور جب تك خیالات اور افکار کو دور نہیں کیا جاتا اس وقت تك نفس افاضات اور اشراقات الہی کے قبول کرنے کی لیاقت پیدا نہیں کر سکتا_

صرف یہی کام انسان کو اصلی غرض تك نہیں پہنچا سکتا وہ جو مفید اور فائدہ مند ہے وہ ذات الہی کی طرف حضور قلب اور خیالات کا دور کرنا اور فکر کا ایك مرکز پر برقرار رکھنا ہوتا ہے اور یہ کام بہت زیادہ مشکل ہے اس واسطے کہ ذکر کرتے وقت کئي طرح کے فکر اور مختلف خیالات انسان پر ہجوم اور ہوتے ہیں اور اس کو خدا کی یاد سے غافل کر دیتے ہیں اور جب تك دل سے خیالات کو دور نہ کرے اس وقت تك انسانی نفس اللہ تعالی کے فیض اور اشراق کی لیاقت پیدا نہیں کرتا وہ دل اللہ تعالی کے انوار کا محل بنتا ہے کہ جو اغیار سے خالی ہو_ خیالات کا دور کرنا اور فکر کو ایك جگہ جمع کرنا ایك حتمی ارادے اور جہاد اور محافظ اور پائیداری کا محتاج ہوتا ہے اور اس طرح نہیں ہوتا کہ ایك دفعہ بغیر کسی ممارست اور دوام کے ایسا ممکن ہو جائے نفس کے ساتھ نرمی بر تنی چاہئے اور آہستہ آہستہ اسے اس کی عادت دی جانی چاہئے_

وظائف اور دستور

بعض عرفاء نے اس راستے کو طے کرنے کے لئے مندرجہ ذیل امور کے بجالانے کی سفارش کی ہے_

1_ اس مقام کے طالب کو سب سے پہلے توبہ کے ذریے اپنے نفس کو گناہوں اور باطنی گندگیوں اور برے اخلاق سے پاك اور صاف کرنا چاہئے پہلے توبہ کی نیت سے غسل کرے اور غسل کی حالت میں اپنے گناہوں اور باطنی کثافتوں کو دل میں لائے اور اللہ تعالی سے عرض کرے اے خالق_ میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی ہے اور تیری طرف لوٹ آیا ہوں اور ارادہ کر لیا ہے کہ پھر سے گناہ نہیں کروں گا جیسے میں اپنے جسم کو پانی سے پاك کرتا ہوں اپنے دل کو گناہوں اور برے اخلاق سے پاك کر رہا ہوں_

2_ اپنے آپ کو ہر حالت اور ہر وقت خدا کے سامنے دیکھے اور کوشش کرے کہ تمام حالات میں خدا کی یاد میں رہے اور اگر غفلت طاری ہو جائے تو فوراً لوٹ آئے_

3_ اپنے آپ پر اچھی طرح کنٹرول کرے تا کہ وہ پھر گناہ کو بجا نہ لائے_ اس خاص وقت دن اور رات میں نفس کے محاسبے کے لئے معین کردے اور پوری وقت سے دن اور رات کے اعمال کا حساب کرے اور اپنے نفس کو مورد مواخذہ قرار دے_

4_ سوائے ضرورت کے چپ رہے اور زیادہ کلام نہ کرے_

5_ صرف ضرورت جتنی غذا کھائے اور زیادہ کھانے سے پرہیز کرے_

6_ ہمیشہ با وضو رہے اور جس وقت وضوء باطل ہوجائے فوراً وضو کرلے_ روسل اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ " خداوند عالم فرماتا ہے کہ جو شخص وضو کے باطل ہوجانے کے بعد دوبارہ وضو نہ کرے اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور جو شخص وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز نہ پڑھے اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور اگر کوئي انسان پڑھے اورنماز کے بعد دنیا اور آخرت کے لئے دعا کرے اور میں اسے قبول نہ کروں تو میں نے اس پر ظلم کیا ہے لیکن میں ظلم کرنے والا خدا نہیں ہوں_ (395)

7_ دن اور رات میں ایك خاص وقت اللہ تعالی کی طرف توجہ کرنے کے لئے مخصوص کردے اور اگر یہ رات میں بالخصوص سحری کے وقت ہو تو بہتر ہے خلوت اور تنہائي میں بیٹھ جائے اور اپنے سرکو زانوں میں رکھے اور تمام حواس کو اپنے آپ میں سموئے اور غلط خیالات اور افکار کو روکے_ ایك مدت تك اس عمل کو بجالائے اس عمل سے تجھ کچھ مکاشفات حاصل ہونگے_

8_ یا حی یا قیوم اور یا من لا الہ الا انت کے ذکر کو اپنی زبان کو ورد قرار دے اور حضور قلب سے ہمیشہ اس کا تکرار کرے_

9_ دن اور رات میں ایك طویل سجدہ بجالائے اور جتنا ہوسکتا ہے حضور قلب سے اس ذکر کا اس میں تکرار کرے_ لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین_ اس سجدہ کو طولانی بجالانا مجرب ہے اور اچھے اثرات رکھتا ہے_ بعض عرفا سے نقل ہوا ہے کہ وہ اس ذکر کو چار ہزار دفعہ پڑھا کرتا تھا_

10_ دن اور رات میں ایك خاص وقت کو معین کر کے اس ذکر یا غنی یا مغنی کو کئي بار پڑھے_

11_ ہر روز حضور قلب سے کچھ مقدار قرآن مجید پڑھے اور آیات کے معانی میں غور اور فکر کرے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو بہتر ہے_ _

12_ سحری کے وقت بیدار ہو اور وضو کرے اور خلوت اور تنہائي کی جگہ میں حضور قلب سے نماز تہجد پڑھے اور وتر نماز کے قنوت کو طویل کرے اور اپنے اور مومنین کے لئے مغفرت کو طلب کرے تہجد کی نماز کے بعد آیت سخرہ کو ستر دفعہ پڑھے یقین حاصل کرنے اور خیالات دور ہونے کے لئے مفید اور مجرب ہے_ آیت سخرہ یہ ہے '' ان ربکم اللہ الذی خلق السموات و الارض فی ستہ ایام ثم استوی علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا و الشمس و القمر و النجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق و الامر تبارك اللہ رب العالمین ادعوا ربکم تضرعا و خفیة انہ لا یحب المعتدرین و لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا و ادعوہ خوفا و طمعا ان رحمة اللہ قریب من المسحنین (396) نتیجہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ چالیس شب و روز تك ان دستورات اور وظائف پر عمل کرے ممکن ہے کہ اللہ تعالی کے لطف کا مورد توجہہ قرار پاسکے اور اس کے لئے کچھ مکاشفات حاصل ہوجائیں اور پہلے چالیسویں میں اس طرح توفیق حاصل نہ ہو تو مایوس نہیں ہونا چاہئے اور دوسرا چالیسواں حتمی اور کوشش سے شروع کردے او رجب تك نتیجہ حاصل نہ ہو اسے بجالاتے رہنا چاہئے تیسرا اورچوتھا اور جب تك نتیجہ حاصل نہ ہو اس دستور العمل پر عمل کرتے رہنا چاہئے اور کبھی کوشش اور عمل کرنے سے دست بردار نہیں ہونا چاہئےس طریقے پر محنت کرے اور خداوند عالم کی ذات سے توفیق طلب کرے اور جب بھی قابلیت اور استعداد پیدا ہوگئي تو اللہ تعالی کے فیض کا محل قرار پاجائیگا اور اگر انسان ابتداء میں ان تمام دستورالعمل پر عمل کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو پھر ان میں تھوڑے سے دستور العمل پر عمل کرنا شروع کردے اور پھر آہستہ آہستہ ان میں اضافہ کرتا جائے لیکن ان میں سے اہم عمل غور اور فکر کرنا اور اپنے نفس پر کنٹرول اور حضور قلب اور خدا کی طرف توجہہ کرنا ہوتا ہے اور اہم یہ ہے کہ عارف کو اپنے نفس سے تصورات اور خیالات اور بیہودہ افکار اور غیر کو دور کرنا ہوتا ہے اور تمام کا تمام خدا کی طرف توجہہ ہو لیکن یہ کام بہت ہی مشکل اور سخت ہے خیالات کا دور کرنا تین مرحلوں میں انجام دیا جا سکتا ہے_

1_ پہلے مرحلے میں کوشش کرے کہ پوری توجہہ صرف اسی ذکر پر ہو کہ جسے ادا کر رہا ہے اور دوسرے تمام خیالات کو اپنے سے دور رکھے اس کام کو اتنا زیادہ کرے کہ اپنے نفس پر پوری طرح کنٹرول کرلے اور اپنے سے دوسرے فکر رو کے رکھے_

2_دوسرے مرحلے میں پہلے مرحلے والے کام میں مشغول رہے اور ساتھ ہی یہ کوشش بھی کرے کہ ذکر کو ادا کرتے وقت اس کے معانی اور مفہوم پر توجہہ کرے اور ان معانی کو ذہن پر جاری کرے اور دوسرے خیالات اور تصورات کے ہجوم و روکے رکھے اور اسی حالت میں ذکر کے معنی اور مفہوم کی طرف بھی پوری طرح متوجہ رہے_

3_ تیسرے مرحلے میں کوشش کرے کہ معانی کو پہلے اپنی دل میں قرار دے اور جب دل نے معانی کو قبول کر لیا اور اس پر ایمان لے آیا تو پھر اس ذکر کو زبان پر جاری کرے کہ گویا زبان دل کی پیروی کر رہی ہے_

4_ چوتھے مرحلے میں کوشش کرے کہ تمام خیالات اور تصورات اور معانی یہاں تك کہ ان کے تصوری مفہوم کو بھی دل سے دور کرے اور نفس کو اللہ تعالی کے فیوضات اور برکات کے نازل ہونے کے لئے آمادہ

اور مہیا کرے اپنے تمام وجود کے ساته ذات الہی کی طرف متوجہہ رہے اور تمام غیر خدا کو دل سے دور کرے اور اشراقات اور افاضات سے استفادہ کرے اور اللہ تعالی کی توجہ سے سیر اور صعود کے کمال کے درجات طے کرنے لگے_ عارف انسان اس حالت میں ممکن ہے کہ اس طرح مستفرق ہوجائے کہ سوائے خدا کے اور کوئي چیز نہ دیکھے اور صرف خدا سے ہی مانوس ہوجائے_ ایسے افراد کو یہ کیفیت مبارك ہو بہت ہی بہتر ہے کہ اس موضوع کو اولیاء خدا کے سپرد کردیں کہ جنہوں نے ان مراحل اور ان طریقوں کو طے کیا ہوا ہے اور مقام شوق اور ذوق انس اور بقاء کا مزہ چکھا ہوا ہے_

امیر المومنین(ع) کا حکم

نوف کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ جلدی سے جا رہے تھے_ میں نے عرض کی _ اے مولاي_ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے نوف مجھے میری حالت پر چھوڑ دے کیونکہ میری آرزو او رتمنا مجھے اپنے محبوب کی طرف لے جا رہی ہے _ میں نے عرض کی _ اے میری مولا_ آپ کی آرزو کیا ہے؟ آپ نے فرمایا_ وہ ذات جو میری آرزو کو جانے وہ جانتی ہے کہ میری آرزو کیا ہے اور دوسروں کو اس آرزو کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ؟ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ خدا کا بندہ اللہ تعالی کی نعمتوں اور حاجات میں کسی دوسرے کو شریك قرار نہ دے_

میں نے عرض کي_ یا امیرالمومنین میں خواہشات نفس اور دنیاوی امور کی طمع سے اپنے اوپر ڈرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ تم کیوں اس ذات سے جو خوف کرنے والوں اور عارفین کی حفاظت کرنے والی ہے سے غافل ہو؟ میں نے عرض کی کہ اس ذات کی مجھے نشاندہی فرمایئےآپ نے فرمایا کہ وہ خداوند عالم ہے کہ جس کے فضل اور کرم سے تو اپنی آرزو کو حاصل کرتا ہے_ تو ہمت کر کے اس کی طرف متوجہ رہ اور جو کچه دل پر خیالات آتے ہیں انہیں باہر نکال دے اور اگر پھر تجه پر یہ کام دشوار ہوا تو میں اس کا ضامن ہوں _ خدا کی طرف لوٹنے جا اور اپنی تمام توجہہ خدا کی طرف کر خداوند عالم فرماتا ہے کہ مجھے اپنی ذات اور جلال کی قسم کہ اس کی امید جو میرے سوا کسی دوسرے سے امید رکھتا ہو قطع کر دیتا ہوں اور اسے ذلت اور خواری کا لباس پہناتا ہوں اور اپنے قرب سے دور کر دیتا ہوں اور اس کا اپنے سے ربط توڑ دیتا ہوں اور اس کی یاد کو مخفی رکھتا ہوں_ ویل اور پھٹکار ہو اس پر کہ جو مشکلات میں میرے سوا کسی دوسرے سے پناہ لیتا ہے جب کہ تمام مشکلات کا حل کرنا میرے ہاته میں ہے_ کیا وہ میرے غیر سے امید رکھتا ہے جب کہ میں زندہ اور باقی ہوں_ کیا مشکلات کے حل کرنے میں میرے بندوں کے دروازے پر جاتا ہے جب کہ ان کا دروازہ بند ہے_ کیا میرے دروازہ کو چھوڑ رہا ہے جب کہ وہ کھلا ہوا ہے؟ کس نے مجه سے امید رکھی ہو اور میں نے اسے نا امید کیا ہو؟

میں نے اپنے بندوں کی امیدوں کو اپنے ذمہ لیا ہوا ہے اور میں ان کی ان میں حفاظت کرتا ہوں میں نے آسمان کو ان سے پر کردیا ہے جو میری تسبیح کرنے سے تھکتے نہیں ہیں اور فرشتوں سے کہہ رکھا ہے کہ کسی وقت بھی میرے اور میرے بندوں کے درمیاں دروازہ بند نہ کریں_ جب کسی کو مشکل پیش آئے کیا وہ نہیں جانتا کہ میری اجازت کے بغیر کوئي بھی اس کی مشکل کو حل نہیں کر سکتا؟ کیوں بندہ اپنی ضرورات میں میری طرف رجوع نہیں کرتا جب کہ میں اسے وہ دیتا ہوں کہ جسے اس نے چاہا بھی نہیں ہوتا کیوں مجه

سے سوال نہیں کرتا اور میرے غیر سے سوال کرتا ہے؟ کیا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ بغیر سوال کئے تو میں بندے کو دیتا ہوں اور جب وہ مجھ سے سوال کرے گا تو میں اسے نہیں دونگا؟ کیا میں بخیل ہوں کیا بندہ مجھے بخیل جانتا ہے؟ کیا دنیا اور آخرت میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟ کیا جو داور سخا میری صفت نہیں ہے؟ کیا فضل اور رحمت میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟ کیا تمام آرزوئیں میرے پاس نہیں آتیں؟ کون ہے جو انہیں قطع کرے گا؟ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم اگر تمام لوگوں کی خواہشات اور آرزوں کو زمین پر اکٹھا کردیں اور ہر ایك کو ان تمام کے برابر بھی دے دوں تو ذرہ بھر میرے ملك میں کمی واقع نہ ہوگی_ جو کچھ میری طرف سے دیا جاتا ہے وہ کس طرح نقصان والا ہوگا؟ کتنا بیچارہ اور فقیر ہے وہ شخص کہ جو میری رحمت سے نامید ہے؟ کتنا بیچارہ ہے وہ شخص جو میری نافرمانی کرتا ہے اور حرام کاموں کو بجا لاتا ہے اور میری عزت کی حفاظت نہیں کرتا اور طغیان کرتا ہے؟ امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے بعد نوف سے فرمایا کہ اے نوف طغیان کرتا ہے؟ امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے بعد نوف سے فرمایا کہ اے نوف یہ دعا پڑھنا_

''الہی ان حمدتك فبموا ہبك، و ان مجدتك فبمرادك و ان قدستك فبقوتك و ان ہللتك فبقدرتك، و ان نظرت فالی رحمتك، و ان غضصت فعلی یعقتك، الی انہ من لم یشغلہ الو لوع بذکرك، و لم یزوہ السفر بقربك، کانت حیاتہ علیہ میتتہ علیہ حسرة، الہی تناہت ابصارت رددون ما یریدون، ہتکت بینك و بینہم حجت الغفلتہ ، فسکنوا فی نورك، تنقسوٴا بروحك، فصارت قلوبہم مغارسا لہیبتك و ابصارہم معا کفا لقدرتك و قربت ازواجہم من قدسك، فجالسوٴا اسقك بوقار المجالستہ، و خضوع المخاطبتہ، فاقبلت الیہم اقبال الشفیق، انصت لہم انصات الرفیق، واجبتہم اجابات الاحباء و انا جیتہم مناجاة الاخلائ، فبلغ بی المحل الذی الیہ و صلوا، و انقلیی من ذکری الی ذکرك، و لا تترك بینی و بین ملکوت عزك بابا الافتحتہ، و لا حجابا من حجب الغفلتہ الا ہتکتہ حتی تقیم روحی بین ضیاء عرشك، و تجقل لہا مقاما نص نورك انك علی کل شی قدیر_

الہی ما اوحش طریقا لا یکون رفیقی فیہ املی فیك ، و ابعد سفر الا یکون رجائي عنہ دلیلی منك، خاب من اعتصم بحبل غیرك، وضعف رکن من استند الی غیر رکنك، فیا معلم مومليہ الامل فیذہب عنہم کابتہ الوجل، یا تخرمنی صالح العمل، و اکلاء نی کلاۃ من فیارقتہ الحیل، فکیف یلحق مومليك ذل الفقر و انت الغني، عن مضار المذنبین، الہی و ان کل حلاوة منقطعتہ، و حلاوة الایمان تزداد حلاوتہا اتصالا بك، الہی و ان قلبی قد بسط املہ فیك، فاذقہ من حلاوة بسطل ایاہ البلوغ لما امل، انك علی کل شيء قدیر_

الہی اسئلك مسئلتہ من یعرفك کنتہ معرفتك من کل خیر ینتبغی للمومن ان یسلکہ، و اعوذ بك من کل شر و فتنتہ اعذت بہا احباء ك خلقك، انك علی کل شيء قدیر_

الہی اسئلك مسلتہ المسکین الذی قد تحیر فی رجاہ، فلا یجد ملجا و لا مسنداً یصل بہ الیك، و لا یستدل بہ علیك الا بك و باز کانك و مقامتك التی لا تعطیل لہا مسنك، فاسئلك باسمك الذی طہرت بہ لخاصتہ اولیائك، فوحدوك، و اعرفوك فعبدوك بحقیقك ان تعرفنی نفسك لا قرلك بربوبیتك علی حقیقتہ الایمان بك و لا تجعلنی یا الہی من یعبد الاسم دون المعني و الحظنی بالحظتہ من لحظاتك تنوربہا قلبی بمعرفتك خاصتہ و معرفتہ اولیائك انك علی کل شيء قدیر_(397)

امام جعفر صادق(ع) كا حكم

عنوان بصری چورا نوے سال كا كہتا ہے كہ میں علم حاصل كرنے كے لئے مالك بن انس كے پاس آتا جاتا تھا_ جب جعفر صادق علیہ السلام ہماری شہر آئے تو میں آپ كی خدمت میں حاضر ہوا كرتا تھا كیونكہ میں دوست ركھتا تھا كہ میں آپ سے بھی كسب فیض كروں ایك دن آپ نے مجھ سے فرمایا كہ میں ایك ایسا شخص ہوں كہ جو مورد نظر اور توجہہ قرار پاچكا ہوں یعنی میرے پاس لوگوں كی زیادہ آمد و رفت ہوتی ہے لیكن اس كے باوجود میں دن او رات میں خاص ورد اور ذكر بجا لاتا ہوں تم میرے اس كام میں مزاحم اور ركاوٹ بنتے ہو تم علوم كے حاصل كرنے كے لئے پہلے كی طرح مالك بن انس كے پاس جایا كرو_ میں آپ كی اس طرح كی گفتگو سے غمگین اور افسردہ خاطر ہوا اور آپ كے ہاں سے چلا گیا اور اپنے دل میں كہا كہ اگر امام مجھ میں كوئي خیر دیكھتے تو مجھے اپنے پاس آنے سے محروم نہ كرتے میں رسول خدا كی مسجد میں گیا اور آپ پر سلام كیا دوسرے دن بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم كے روضہ میں گیا اور دو ركعت نماز پڑھی اور دعا كے لئے ہاتھ اٹھائے اور كہا اے میرے اللہ تعالی میرے لئے جعفر صادق علیہ اسلام كا دل نرم كردے اور اس علم سے مجھے وہ عطا كر كہ جس كے ذریعے میں صراط مستقیم كی ہدایت پاؤں_

اس كے بعد غمگین اور اندوہناك حالت میں گھر لوٹ آیا اور مالك بن انس كے ہاں نہ گیا كیونكہ میرے دل میں جعفر صادق علیہ السلا كی محبت اور عشق پیدا ہو چكا تھا بہت مدت تك سوائے نماز كے میں اپنے گھر سے باہر نہیں نكلتا تھا یہاں تك میرا صبر ختم ہوچكا اور ایك دن جعفر صادق كے دروازے پر گیا اور اندر جانے كی اجازت طلب كی آپ كا خادم باہر آیا اور كہا كہ تجھے كیا كام ہے؟ میں نے كہا كہ میں امام كی خدمت میں مشرف ہونا چاہتا ہوں اور سلام كرنا چاہتا ہوں خادم نے جواب دیا كہ آقا محراب میں نماز میں مشغول ہیں اور وہ واپس گھر كے اندر چلا گیا اور میں آپ كے دروازے پر بیٹھ گیا_ زیادہ دیر نہیں ہوئي كہ وہ خادم دوبارہ لوٹ آیا اور كہا كہ اندر آجاؤ میں گھر میں داخل ہوا آور آنحضرت پر سلام كیا آپ نے میرے سلام كا جواب دیا اور فرمایا كہ بیٹھ جاؤ خدا تجھے مورد مغفرت قرار دے_ میں آپ كی خدمت میں بیٹھ گیا آپ نے اپنا سر مبارك جھكا دیا اور بہت دیر كے بعد اپنا سر بلند كیا اور فرمایا تمہاری كنیت كونسی ہے؟ میں نے عرض كی كہ ابوعبداللہ آپ نے فرمایا كہ خدا تجھے اس كنیت پر ثابت ركھے اور توفیق عنایت فرمائے_

تم كیا چاہتے ہو میں نے اپنے دل میں كہا كہ اگر اس ملاقات میں سوائے اس دعا كہ جو آپ نے فرمائي ہے اور كچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہو تو یہ بھی میرے لئے بہت قیمتی اور ارزشمند ہے_ میں نے عرض كی كہ میں نے خدا سے طلب كیا ہے كہ خدا آپ كے دل كو میرے بارے میں مہربان كردے اور میں آپ كے علم سے فائدہ حاصل كروں_ امیدوار ہوں كہ خداوند عالم نے میری یہ دعا قبول كر لی ہوگي_ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا _ اے عبداللہ _ علم پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلكہ علم ایك نور ہے_ جو اس انسان كے دل میں كہ خدا جس كی ہدایت چاہتا ہے روشنی ڈالتا ہے پس اگر تو طالب علم ہے تو پہلے اپنے دل پر حقیقی بندگی پیدا كر اور علم كو عمل كے وسیلے سے طلب كر اور خدا سے سمجھنے كی طلب كرتا كہ خدا تجھے سمجھائے_ میں نے كہا_ اے شریف_ اپ نے فرمایا اے ابوعبداللہ_ كہہ میں نے كہا كہ بندگی كی حقیقت كیا

ہے؟ آپ نے فرمایا بندگی کی حقیقت تین چیزوں میں ہے_ پہلی بندہ کسی چیز کے مالك نہیں ہوا کرتا بلکہ مال کو اللہ تعالی کا مال سمجھے اور اسی راستے میں کہ جس کا خدا نے حکم دیا ہے خرچ کرے_ دوسري_ اپنے امور کی تدبیر میں اپنے آپ کو ناتواں اور ضعیف سمجھے_ تیسری _ اپنے آپ کو اللہ تعالی کے اوامر اور نواہی کے بجالانے میں مشغول رکھے اگر بندہ اپنے آپ کو مال کا مالك نہ سمجھے تو پھر اس کے لئے اپنے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا آسان ہوجائیگا اور اگر اپنے کاموں اور امور کی تدبیر اور نگاہ داری اللہ تعالی کے سپرد کردے تو اس کے لئے مصائب کا تحمل کرنا آسان ہوجائیگا اور اگر وہ اللہ تعالی کے احکام کی بجا آوری میں مشغول رہے تو اپنے قیمتی اور گران قدر وقت کو فخر اورمباہات اور ریاکاری میں خرچ نہیں کرے گا اگر خدا اپنے بندے کو ان تین چیزوں سے نواز دے تو اس کے لئے دنیا اور شیطن اور مخلوق آسان ہوجائے گی اور وہ اس صورت میں مال کو زیادہ کرنے اور فخر اور مباہات کے لئے طلب نہیں کرے گا اور جو چیز لوگوں کے نزدیك عزت اور برتری شمار ہوتی ہے اسے طلب نہیںکرے گا اور اپنے قیمتی وقت کو سستی اور بطالت میں خرچ نہیں کرے گا اور یہ تقوی کا پہلا درجہ ہے اور خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ یہ آخرت کا گھر ہم اس کے لئے قرار دیں گے کہ جو دنیا میں علو اور فساد برپا نہیں کریں گے اور عاقبت اور انجام تو متقیوں کیلئے ہے_

تلك الدار الاخرة نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض و لا فسادا و العاقبتہ للمتقین_
میں نے عرض کیا کہ اے امام(ع) _ مجھے کوئي وظیفہ اور دستور عنایت فرمائیےآپ نے فرمایا کہ میں تجھے نو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں اور یہ میری وصیت اور دستورالعمل ہر اس شخص کے لئے ہے جو حق کا راستہ طے کرنا چاہتا ہے اور میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ خدا تجھے ان پر عمل کرنے کی توفیق دے_ تین چیزیں اور دستور العمل نفس کی ریاضت کے لئے ہیں اور تین دستور العمل حلم اور بردباری کے لئے ہیں اور تین دستور العمل علم کے بارے میں ہیں_ تم انہیں حفظ کر لو اور خبردار کہ ان کے بارے میں سستی کرو_ عنوان بصری کہتا ہے کہ میری تمام توجہ آپ کی فرمایشات کی طرف تھی آپ نے فرمایا کہ وہ تین دستور العمل جو نفس کی ریاضت کے لئے ہیں وہ یہ ہیں_

1_ خبردار ہو کہ جس چیز کی طلب اور اشتہاء نہ ہو اسے مت کھاؤ_ 2_ اور جب تك بھوك نہ لگے کھانا مت کھاؤ_ 3_ جب کھانا کھاؤ تو حلال کھانا کھاؤ اور کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھو_ آپ نے اس کے بعد رسول اللہ کی حدیث نقل کی اور فرمایا کہ انسان بر تن کوپر نہیں کرتا مگر شکم کا پر کرنا اس سے بدتر ہوتا ہے اور اگر کھانے کی ضرورت ہو تو شکم کا ایك حصہ کھانے کے لئے اور ایك حصہ پانی کے لئے اور ایك حصہ سانس لینے کے لئے قرار دے_

وہ تین دستور العمل جو حلم کے بارے میں ہیں وہ یہ ہیں_
1_ جو شخص تجھ سے کہے کہ اگر تو نے ایك کلمہ مجھ سے کہا تو میں تیرے جواب میں دس کلمے کہونگا تو اس کے جواب میں کہے کہ اگر تو نے دس کلمے مجھے کہے تو اس کے جواب میں مجھ سے ایك کلمہ بھی نہیں سنے گا_
2_ جو شخص تجھے برا بھلا کہے تو اس کے جواب میں کہہ دے کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو خدا مجھے معاف کردے اور اگر تم جھوٹ کہہ رہے تو خدا تجھے معاف کردے_
3_ جو شخص تجھے گالیاں دینے کی دھمکی دے تو تو اسے نصیحت اور دعا کا وعدہ کرے وہ تین دستور العمل جو علم کے بارے میں ہیں وہ یہ ہیں_
1_ جو کچھ نہیں جانتا اس کا علماء سے سوال کر لیکن ملتفت رہے کہ تیرا سوال کرنا امتحان اور اذیت دینے کے لئے نہیں ہونا چاہئے_ 2_ اپنی رائے پر عمل کرنے سے پرہیز کر اور جتنا کر سکتا ہے احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دے_ 3_ اپنی رائے سے (بغیر کسی مدرك شرعي) کے فتوی دینے سے پرہیز کر اور اس سے اس طرح بچ کے جیسے پہاڑ دینے والے شیر سے بچتا ہے_ اپنی گردن کو لوگوں کے لئے پل قرار نہ دے اس کے بعد اپ نے مجھ سے فرمایا کہ اب یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ_ بہت کافی مقدار میں نے تجھ نصیحت کی ہے اور میرے ذکر اور اذکار کے بجالانے میں زیادہ مزاحم اور رکاوٹ نہ بنو کیونکہ میں اپنی جان کی قیمت اور ارزش کا قائل ہوں اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروي کرتا ہے_
''و السلام علی من اتبع الہدي''_(398)

مرحوم مجلسی کا دستور العمل

بہت بڑے بزرگوار عالم جو مقام عرفان میں عارف ربانی ملا محمد تقی مجلسی ہیں انہوں نے لکھا ہے_ کہ میں نے اپنے آپ کو صاف کرنے اور ریاضت کرنے میں کچھ حاصل کیا ہے اور یہ اس وقت تھا جب میں قرآن کی تفسیر لکھنے میں مشغول تھا_ ایك رات نیم نیند اور بیداری میں پیغمبر علیہ السلام کو دیکھا_ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں آنحضرت کے کمالات اور اخلاق میں خوب اور دقت کروں_ میں نے جتنی زیاددہ وقت کی اتنا ہی آنحضرت کی عظمت اور نورانیت کو اس طرح وسیع تر پایا کہ آپ کے نور نے تمام جنگوں کو گھیرا ہوا تھا اسی دوران میں جاگ اٹھا اور اپنے آپ میں آیا تو مجھے القاء ہوا کہ رسول خدا کا اخلاق عین قرآن ہے لہذا ہمیں قرآن میں غور اور فکر کرنا چاہئے میں جتنا قرآن میں زیادہ غور اور فکر کرتا جاتا تھا اتنا ہی زیادہ حقائق سامنے آتے جاتے تھے یہاں تك کہ ایك ہی دفعہ مجھ میں بہت زیادہ قرآن کے معارف اور حقائق آ موجود ہوئے میں جس آیت میں تدبر اور فکر کرتا تھا تو مجھے عجیب موحبت اور مطالب عطا کئے جاتے تھے گرچہ یہ مطالب اس شخص کے لئے کہ جس نے ایسی توفیق حاصل نہ کی ہو بہت دشوار اور ارشاد کرنا ہے_ نفس کی ریاضت او راپنے آپ کو سنوار نے کا دستور العمل یہ ہے کہ بے فائدہ گفتگو کرنے بلکہ اللہ تعالی کے ذکر بغیر بات کرنے سے اپنے آپ کو روکیں_ کھانے پینے اور لباس و غیرہ کی لذیذ چیزوں اور بہترین اور خوبصورت مکان اور عورتوں کو ترك کریں اور بقدر ضرورت استعمال کرنے پر اکتفاء کریں اولیاء

خدا کے علاوہ لوگوں سے میل جول نہ رکھیں زیادہ سونے سے پرہیز کریں اور اللہ کے ذکر کو دائماً اور پابندی سے بجالائیں_ اولیاء خدا نے یا حی یا قیوم او ریا _ من لا الہ الا انت کا زیادہ تجربہ کیا ہے اور میں نے بھی اسی ذکر کا تجربہ کیا ہے لیکن میرا غالبا ذکر _ یا اللہ _ جب کہ دل کو خدا کے علاوہ سے نکال کر اور خداوند عالم کی طرف پوری توجہہ سے ہوا کرتا تھا_

لیکن سب سے زیادہ اہم اللہ تعالی کا پوری توجہ اور پابندی سے ذکر کرنا ہوا کرتا ہے باقی چیزیں اللہ تعالی کے ذکر کے برابر نہیں ہوا کرتیں اگر اللہ کا ذکر چالیس دن اور رات تك متصل کیا جائے تو حکمت اور معرفت اور محبت کے انوار کے دروازے ایسے کرنے والے پر کھول دیئے جاتے ہیں اس وقت وہ فناء فی اللہ اور بقاء باللہ کے مقام تك ترقی کر جاتا ہے_ (399)

ملا آخوند حسین قلی کا خط

آخوند ملا حسین قلی ہمدانی جو عالم ربانی اور زاہد اور عارف تھے انہوں نے ایك خط تبریز شہر کے ایك عالم کو لکھا کہ جس میں آپ نے فرمایا _ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین و الصلواۃ و اسلام علی محمد و آلہ الطاہرین و لعنتہ اللہ علی اعدائہم اجمعین _ دینی اور ایمانی بھائیوں پر واضح ہونا چاہئے کہ ذات الہی تك قرب حاصل کرنا سوائے اس کے اور کوئي نہیں ہے کہ انسان کو تمام حرکات اور سکنات اور تمام اوقات میں شریعت اسلامی کا پابند ہونا چاہئے_

جاہل صوفیاء کی لغویات اور خرافات سے جو ان کی عادت بن چکی ہے اس کے اپنا نے سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ان کے طریقے اور ذکر اور ورد پر عمل کرنا اللہ سے دور ہو جانے کے اور سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا یہاں تك کہ اگر کوئي شخص موچھوں کو بڑھانے رکھے جیسے کہ یہ ایران کے صوفیوں کی جو اپنے آپ کو شیعہ کہلاتے ہیں علامت ہے_) اور اسے ضروری سمجھتے ہیں اور گوشت کو نہ کھائے تو یہ بھی خرافات اور لغویات میں شمار ہوتا ہے اگر کوئي شخص ائمہ علیہم السلام کے معصوم ہونے پر ایمان رکھتا ہے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ وہ ایسے اعمال سے جو ایران کے شیعہ صوفی انجام دیتے ہیں اور اسی طرح خاص ذکر جو ائمہ علیہم السلام سے وارد نہیں ہوئے بجا لاتے ہیں ان سے وہ ذات خدا کے قرب سے دور ہو رہے ہوتے ہیں اور ان سے انہیں قرب الہی حاصل نہیں ہوتا_ لہذا سب سے پہلے شرعیت اسلامی کو مقدم کرے اور جو کچھ شریعت میں وارد ہوا اس پر عمل کرنے کا پابند بنے_ اس ناتوان اور کمزور بندے نے عقل اور روایات سے جو کچھ سمجھا اور استفادہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے سب سے زیادہ اہم خدا کی معصیت اور نافرمانی کو ترك کرنا ہوگا اور جب تك یہ نہیں کرے گا تب تك نہ کوئي ذکر اور نہ کوئي فکر تیرے دل کو فائدہ پہنچا سکے گا کیونکہ شیطان کی اطاعت اور خدمت کرنے والا جو ذات الہی کا نافرمان اور انکاری ہے کس طرح اس ذات کا قرب حاصل کر سکے گا کیا کوئي بادشاہ او راس کی سلطنت خداوند عالم کی سلطنت سے عظیم الشان ہے_

جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اسے خوب سمجھ تیرا اللہ تعالی کی محبت کو طلب کرنا جب کہ تو اس کی معصیت بجالا رہا ہے ایك غلط اور فاسد کام ہے_ کس طرح تم پر مخفی ہے کہ اللہ تعالی کی نافرمانی نفرت کا سبب ہوا کرتی ہے اور اللہ تعالی کا نفرت کرنا محبت کے ساتھ اکٹھا نہیں ہوا کرتا _ جب تیرے نزدیك ثابت ہوچکا ہے کہ

نافرمانی نہ کرنا اول اور آخر ظاہر اور باطن دین ہے تو پھر مجاہدہ اور کوشش کرنے کی طرف جلدی کر اور پوری کوشش سے نیند سے بیدار ہونے سے لے کر تمام اوقات میں مراقبہ میں مشغول رہ اور اللہ تعالی کی ذات اقدس کے ادب بجالانے کی پابندی کر اور یہ جان لے کہ تو اپنے تمام وجود کے ذرہ ذرہ میں اس کی قدرت کا قیدی ہے اور اللہ تعالی کے حضور کا احترام کر اور اس کی یوں عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ ذات تجھے دیکھ رہی ہے۔ ہمیشہ اس کی عظمت اور اپنے حقیر ہونے اس کی بلندی اور اپنی پستی اس کی عزت اور اپنی ذلت اور اس کا مستغی ہوتا اور تیرا محتاج ہونے کی طرف متوجہہ رہ۔ اور اس ذات کی طرف غفلت سے جب کہ وہ تیری طرف ہمیشہ ملتفت ہے غافل نہ رہ۔ اس ذات کے سامنے ایك ذلیل ضعیف بندے کی طرح کھڑا ہو اور اپنے قدموں کو اس کے سامنے یوں جھکا جیسے ایك کمزور کتا اپنے قدم زمین پر رگڑتا ہے۔ کیا تیرے لئے یہ شرف اور فخر کافی نہیں کہ اس نے تجھے اپنے عظیم نام لینے کی تیری کثیف اور معصیت کی گندگی سے نجس زبان سے ذکر کرنے کی اجازت دی ہے۔

عزیز من۔ اس رحیم اور کریم ذات نے زبان کو اپنے شریف ذکر کا مرکز قرا ردیا ہے کتنی بے حیائي ہوگی کہ اس کے مرکز کو غیبت جھوٹ گالیاں دینا آزار اور اذیت اور دوسری نافرمانیوں کی گندگی اور نجاست سے آلودہ کیا جائے۔ ذات الہی کے مرکز کو خوشبو اور گلاب سے معطر ہونا چاہئے نہ کہ گندگیوں سے نجس ہو۔ بلا شك جب مراقبت اور حفاظت کرنے میں وقت نہیں کرے گا تو تجھے علم نہ ہوگا کہ تیرے سات اعضاء یعنی کان زبان ہاتھ پاؤں پیٹ اور شرمگاہ کیا کیا نافرمانی کرتے ہیں اور کتنی آگ لگاتے ہیں؟ اور تو ان سے قتل نہ کیا جا چکا ہو۔ اگر میں ان مفاسد کی شرح بیان کروں تو اس خط میں ممکن نہیں ہے میں آیك ورقہ پر کیا کچھ لکھ سکتا ہوں۔ تم نے ابھی تك اپنی اعضاء کو معصیت سے پاك نہیں کیا پھر تو کس طرح انتظار رکھتا ہے کہ میں دل کے حالات کی تیرے لئے شرح لکھ دوں پس سچی توبہ کرنے کی طرف جلدی کر اور پھر مراقبت اور کوشش کرنے کی طرف دوڑ لگا۔ خلاصہ مراقبت اور حفاظت نفس کے بعد قرب الہی کو طلب کر اور سحری کے وقت بیدا ہو اور تہجد کی نماز کو آداب اور حضور قلب سے بجا لا اور اگر زیادہ وقت مل سکے تو اللہ کے ذکر اور اس کی مناجات میں مشغول ہوجا لیکن رات کے ایك خاص وقت میں حضور قلب کے ساتھ ذکر الہی میں مشغولل رہ اور تمام حالات میں حزن اور رنج سے خالی نہ رہتا اور اگر حزن اور رنج موجود نہ ہو تو اسے اس کے اسباب سے حاصل کر اور فارغ ہونے کے بعد حضرت زہرا علیہ السلام کی تسبیح اور بارہ دفعہ سورہ توحید دس مرتبہ لا الہ الا اللہ و حدہ لا شریك لہ لہ الملك کو آخر تك اور سہ مرتبہ لا الہ الا اللہ اور ستر مرتبہ استغفار۔ اور تھوڑا سا قرآن پڑھ اور دعا صباح بھی ضرور پڑھا کر اور ہمیشہ با وضو رہ اور اگر ہر وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لے تو بہت اچھا ہے۔ مومنین کی حاجات اور بالخصوص علما اور بالاخص جو متقی ہیں کے بجالانے میں بہت کوشش کر اور جس محفل میں گناہ کے واقع ہونے کا گمان ہو حتمی طور سے اس کے جانے سے پرہیز کر بلکہ غافل لوگوں کے ساتھ بغیر ضروری کام کے اٹھ بیٹھ کرنا نقصان وہ ہے گرچہ اس میں معصیت بھی نہ ہوتی ہو۔ مباح چیزوں میں زیادہ مشغول رہنا زیادہ مزاح کرنا اور لغویات کہنا اور غلط چیزوں کو سننا انسان کے دل کو مار دیتے ہیں اور اگر مراقبہ کے بغیر ذکر اور فکر میں مشغول ہو تو وہ بھی بے فائدہ ہوگا گرچہ حال بھی لے آئے کیونکہ ایسا حال دائمی نہ ہو گا بغیر مراقبہ کے حال پیدا

ہونے سے دھوکا نہ کھا_ اس سے زیادہ کہنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے_ التماس دعا اور تم تمام سے دعا کا ملتمس ہوں_ اس بندہ حقیر پر تقصیر اور معاصی کو فراموش نہ کرنا_ شب جمعہ میں سو دفعہ اور جمعہ کے عصر میں سو دفعہ سورہ قدر کو پڑھا کرو_(400)

میرزا جواد آقا تبریزی کا دستور العمل

عالم ربانی عارف کامل آقا ملکی تبریزی لکھتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے طویل سجدہ کرنے کی بہت زیادہ سفارش فرمائي ہے کہ یہ ایك بہت ہی اہم کام ہے_ طویل سجدہ کرنا بندگی کی قریب ترین کیفیت اور علامت ہے اسی لئے تو ہر ایك رکعت میں دو سجدے قرار دیئے گئے ہیں_ ائمہ اطہار اور خالص شیعوں سے طویل سجدے کے بارے میں مہم مطالب نقل ہوئے ہیں_ امام زین العابدین علیہ السلام کو ایك سجدے میں ایك ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ حقا حقا لا الہ الا اللہ تعبدا و رقا لا الہ الا ایمانا و صدقا پڑھتے سنا گیا_

امام موسی کاظم علیہ السلام کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ کبھی آپ کا سجدہ صبح کي نماز کی بعد ظہر تك ہوا کرتا تھا اور ائمہ علیہم السلام کے اصحاب میں سے ابن ابی عمیر و جمیل و خربود کے بارے میں بھی ایسا نقل کیا گیا ہے_ نجف اشرف میں طالب علمی کے زمانے میں میرے ایك استاد تھے جو متقی طلبہ کے لئے مرجع تھے میں نے آپ سے سوال کیا آپ نے کو ن سے عمل کا تجربہ کیا ہے کہ جو سالك الی اللہ کے حق میں موثر اور مفید ہو؟ آپ نے فرمایا کہ دن اور رات میں اسیك طویل سجدہ بجا لایا جائے اور سجدہ کی حالت میں یہ کہا جائے لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین اور اس کے ذکر میں اس طرح توجہہ کرے کہ میرا خدا کسی پر ظلم کرنے سے پاك و پاکیزہ ہے بلکہ میں خود ہوں جو اپنے اوپر ظلم کرتا ہوں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہوں_ میرے یہ استاد اپنے مریدوں اور علاقمندوں سے ایسے سجدہ کی سفارش کیا کرتے تھے اور جو بھی یہ سجدہ بجالاتا تھآ اس کے اثرات کا مشاہدہ کیا کرتا تھا _ بالخصوص وہ حضرات جو اس سجدے کو بہت زیادہ طویل انجام دیتے تھے ان میں سے بعض اس ذکر کو سجدہ میں تکرار کیا کرتے تھے بعض تھوڑا اور بعض زیادہ تکرار کرتے تھے میں نے سنا ہے کہ ان میں سے بعض اس ذکر کو تین ہزار مرتبہ سجدہ میں پڑھا کرتے تھے_(401)

شیخ نجم الدین کا دستور العمل

شیخ نجم الدین رازی لکھتے ہیں کہ اداب اور شرائط کے بغیر زیادہ ذکر کرنا مفید نہیں ہوتا_ پہلے شرائط اور ترتیب سے قیام کیا جائے اور جب سچے مرید کو سلوك الی اللہ کا دل میں درد پیدا ہوجائے تو یہ علامت ہوگی کہ اس نے ذکر سے انس پیدا کر لیا ہے اور اسے مخلوق سے وحشت اور نفرت پیدا ہوگئي ہے جو تمام مخلوق سے نامید ہو کر ذکر الہی کی پناہ میں چاپہنچا ہے_ قل اللہ ثم ذرہم (یعنی اللہ کا ذکر کر اور تمام مخلوق کو چھوڑ دے کہ وہ اپنی لغویات میں کھیلتے رہیں) جب ذکر کو پے در پے بجالائے جو صحیح اور خالص توبہ کے بعد ہو اور ذکر کرنے کی حالت میں با غسل ہو اور اگر یہ نہ کر سکے تو با وضو ہو کیونکہ ذکر الہی کرنا دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کے مانند ہوا کرتا ہے اور بغیر اسلحے کے دشمن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور وضو مومن کا اسلحہ ہوا کرتا ہے_ الوضوء سلاح المومومن پاك کپڑے پہنے ہوا ہو اور کپڑے کے پاك ہونے

کی چار شرطیں ہیں_ 1_ نجاست سے پاک ہو_ 2_ لوگوں پر ظلم کئے ہوئے مال سے پاک ہو_ 3_ حرام سے یعنی ابریشم سے پاک ہو یعنی ابریشمی کپڑا نہ ہو_ 4_ رعونت اور تکبر سے پاک ہو یعنی کپڑا کوتاہ ہو بہت لمبا نہ ہو_ ثیابك فطہر سے مراد کوتاہ کرنا ہے_ اور گھر میں خلوت اور تاریکی اور صفات ستھرا کر کے بیٹھے اور اگر تھوڑی خوشبو یعنی دھونی کرے تو بہتر ہے_ قبلہ رخ بیٹھے اور چار زانوں یعنی پلٹھی مار کر گرچہ تمام حالا میں بیٹھنا منع ہے لیکن ذکر کرنے کی حالت میں خواجہ علیہ السلام جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو اسی جگہ پلتھی مار کر یعنی چار زانوں سورج کے نکلنے تك بیٹھے رہتے تھے_ ذکر کرنے کے وقت اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھے اور دل کو حاضر کرے اور آنکھیں بند کر لے اور پوری تعظیم کے ساتھ ذکر کرنا شروع کردے اور لا الہ الا اللہ کے جملے کو پوری طاقت سے گویا اس کی ناف لا الہ سے اٹھے اور الا اللہ دل پر بیٹھ جائے اور اس کا تمام اعضاء پر اثر ظاہر ہو رہا ہو لیکن اپنی آواز کو بلند نہ کرے اور جتنا ہو سکے آہستہ اور کمتر آواز سے ذکر کرے جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے _و اذکر ربك فی نفسك تضرعا و خیفة و دون الجہر من القول اس طرح سے تحت ذکر کرتے ہوئے اس کے معنی کو دل میں فکر کرے دوسرے خیالات کو دور کرے جیسے کہ لا الہ کے معنی سے یہی مراد ہے کہ جو بھی خدا کے علاوہ خیالات ہوں انہیں دور کرے اور گویا یوں سوچے کہ میں سوائے الا اللہ کے کوئي چیز نہیں چاہتا اور میرا مقصود اور محبوب صرف الا اللہ ہے اور تمام خیالات کو الا اللہ کے ذریعے دور کر رہا ہوں اور اللہ تعالی کو اپنا مقصود اور محبوب اور مطلوب الا اللہ کے ذریعے سے کر رہا ہوں اور جان لینا چاہئے کہ ہر ذکر میں اول سے لے کر آخر تك دل نفی اور اثبات میں حاضر ہو اور لگا رہے_ اور جس وقت دل کے اندر نگاہ کرے اگر کوئي چیز دل کو لبھانے والی ہو تو اسے نظر انداز کر کے دل کو ذات الہی کی طرف توجہہ دے اور الا اللہ کے ذریعے اس چیز کو دل سے اکھیڑ دے اور اس کے ربط کو باطل کردے اور الا اللہ کو اس چیز کی محبت کی جگہ قرار دے دے اسی روش کو دوام دے تا کہ دل آہستہ آہستہ تمام چیزوں کی محبت اور انس سےے خالی ہو کر ذکر الہی سے سرشار ہوجائے_ اس کا باحال ہونا ذکر کے غالب ہوجانے سے ہو_ ذکر کرنے والے کا وجود ذکر کے نور میں مضمحل ہو جائے اور ذاکر کو ذکر مفرد بنا دے اور تمام تعلقات اور موانع کو اس کے وجود سے ختم کر دے اور اسے جسمانی دنیا سے اخروی دنیا کے لئے آمادہ کردے جیسے وارد ہوا ہے کہ سیروا فقد سبق المفردون جان لے کہ دل اللہ تعالی کے لئے خلوت کی جگہ ہے_ لا یسعنی ارضی و لا سمائي و انما یسعنی قلب عبدی المومن یعنی مجھے نہ زمین اور نہ آسمان سمو سکتا ہے مجھے صرف مومن کا دل سمو سکتا ہے_ اور جب تك دل میں اغیار کا وجود ہوگا اس وقت تك اللہ تعالی کی عظمت کی غیرت اس سے نفرت کرے گی لیکن جب لا الہ کا چابك دل کو اغیار سے خالی کر دے گا اس وقت الا اللہ کی بادشاہ کی تجلی کا انتظار کیا جا سکتا ہے_ اذا فرغت فانصب و الی ربك فارغب(402) جیسے کہ آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے کہ عرفان کے استاذہ نے ذکر کے دوامی بجالانے کو سیر و سلوك کے لئے بہترین طریقہ قرار دیا ہے اور اس کے پہنچنے کے لئے مختلف طریقے اور تجربات اور وصیتیں فرمائي ہیں_ اس مطلب کی علت یہ ہے کہ جتنے ذکر کے طریقے شرعیت میں وارد ہوئے ان کے بنانے کی اصلی غرض غیر خدا سے قطع تعلق کرنا اور پوری توجہہ خدا تعالی کی طرف کرنے کو حاصل کرنا ہے لیکن یہ کام افراد اور مقامات اور حالات کے لحاظ

سے فرق رکھتا ہے لہذا کسی نہ کسی استاذ اور مربی کی ضرورت ہے کہ جو اس کام میں رہبری انجام دے احادیث اور دعاؤں کی کتابوں میں بہت زیادہ دعائیں نقل ہوئي ہیں_ اور ہر ایك کے لئے ثواب اور خاصیت ذکر کی گئي ہے_ مطلق دعا اور ذکر دو طرح کے ہوتے ہیں ایك مطلق اور دوسرا مقید_ بعض ذکر کے لئے خاص زمانہ اور خاص ترکیب اور خاص عدد بتلایا گیا ہے ایسے ذکر کو اسی طرح بجالانا چاہئے جیسکہ ائمہ علیہم السلام سے نقل ہوا ہے تا کہ اس کے ثواب اور خاص اثر کو حاصل کیا جا سکے_ اس کے بر عکس بعض ذکر مطلق ہیں جن میں کوئي قید نہیں ہے اسے انسان اپنے اختیار سے خاص شرائط اور حالات اور عدد اور زمانے کا تعین کر سکتا ہے_ اور اسے دائمی بجالاتا رہے یا اپنے کسی استاد اور رہنما سے اس میں راہنمایی حاصل کرے آپ اس بارے میں احادیث اور دعاؤں کی کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں_

آخر میں دو مطلب کی طرف توجہہ دلانا ضروری ہے_ پہلا_ عارف انسان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ذکر کرنے کی اصلی غرض و غایت خداوند عالم کی طرف حال اور حضور قلب کا حاصل کرنا ہوتا ہے لہذا ذکر کی تعداد اور زمانے اور کیفیت میں یہ مطلب مد نظر رہے اور پھر اس کو دائمی بجالائے اور جب تھك جائے یا بے میل اور رغبت ہو تو اسے چھوڑ دے اور پھر مناسب وقت میں دوبارہ شروع کر دے_ امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ '' دل اور روح کبھی حالت اقبال اور توجہہ رکھتی ہے اور کبھی سب اور بے میل اور بے رغبت نہ ہوتی ہے لہذا جب دل مائل اور رغبت رکھتا ہو اس وقت عمل کیا جائے کیونکہ اگر روح کو عمل کرنے پر مجبور کیا جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے_(403)

البتہ اس بارے میں افراد اور مقامات اور حالات کا فرق ہوا کرتا ہے_

دوسرا_ یہ جاننا چاہئے کہ ریاضت نفس اور ذکر کی اصلی غرض اور غایت نفس اور روح کا تکامل اور قرب خداوند ہے_ اللہ تعالی کا تقرب بغیر احکام پر عمل کرنے سے ممکن نہیں ہوا کرتا اگر کوئي انسان شرعی یا اجتماعی ذمہ داری رکھتا ہو تو وہ اسی حالت میں اللہ تعالی کی یاد میں ہو سکتا ہے اور جتنا ہو سکے ذکر کو بھی انجام دے اور فراغت کی حالت میں ذکر کو دائمی بجالائے گوشہ نشین نہیں ہو جانا اور اجتماعی اور شرعی ذمہ داری کو نظر کردینے سے انسان اللہ کا قرب اور تقرب حاصل نہیں کر سکتا_

موانع (رکاوٹیں)

کمالات اور مقامات عالیہ تك پہنچنا اتنا سادہ اور آسان کام نہیں ہے بلکہ یہ راستہ طے کرنا بہت مشکل اور دشوار ہے اس راستے میں کئي ایك موانع اور رکاوٹیں موجود ہیں اور جو انسان کمال حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے ان کو دور کرنا ہوگا ورنہ وہ کبھی کمال تك نہیں پہنچ سکے گا_

پہلی رکاوٹ

قرب الہی حاصل کرنے اور سر و سلوك الی اللہ کی سب سے بڑی رکاوٹ انسان کی قابلیت کا نہ ہونا ہے_ جو روح اور دل گناہوں کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے تاریك اور آلودہ ہوچکا ہو وہ انوار الہی کی تابش کا مرکز قرار نہیں پا سکتا_ جب انسان کا دل گناہوں کی وجہ سے شیطن کی حکومت کا مرکز پا چکا ہو وہاں کس طرح اللہ کے مقرب فرشتے داخل ہو سکے ہیں ؟ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب انسان کسی گناہ

کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل میں ایك سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اگر تو اس نے توبہ کر لی تو وہ نقطہ مٹ جاتا ہے_ اور اگر وہ اسی طرح گناہ بجالاتا رہا

تو و سیاہ نقطہ تدریجاً بڑھتا جاتا ہے یہاں تك کہ اس کے ت مام دل کو گھیر لیتا ہے اس حالت میں وہ کبھی کامیابی اور چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے گا_(404)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' میرے والد فرمایا ہے کہ انسان کے دل اور روح کے لئے گناہ سے کوئي چیز بدتر نہیں ہوا کرتی کیونکہ گناہ انسان کی روح اور قلب سے جنگ کرنا شروع کر دیتا ہے یہاں تك کہ اس پر قابو اور غلبہ حاصل کر لیتا ہے اس صورت میں اس کا دل الٹا اور سرنگوں ہو جاتا ہے_(405) گناہ گار انسان کی روح سرنگوں اورالہی ہوجاتی ہے اور وہ الٹے راستے چلتی ہے تو پھر وہ کس طرح قرب الہی کے رساتے کی طرف حرکت کر سکی گی اور اللہ تعالی کے فیوضات اور اشراقات کو قبول کرے گي؟ لہذا کمال تك رسائي حاصل کرنے والے انسان کے لئے ضروری اور واجب ہوجاتا ہے کہ وہ ابتداء ہی سے اپنے نفس اور روح کو گناہوں سے پاك اور صاف کرے اور پھر ریاضت اور ذکر الہی میں داخل ہو ور نہ اس کا ذکر اور عبادت میں کوشش کرنا اس کو قرب الہی تك نہیں پہنچا سکے گا_

دوسری رکاوٹ

کمال حاصل کرنے سے ایك بڑی رکاوٹ مادی اور دنیاوی تعلقات ہیں جیسے مال اور دولت سے اہل و عیال سے یا مکان اور زندگی کے اسباب سے جاہ و جلال مقام اور منصب سے مال باپ سے بہن بھائي سے یہاں تك کہ علم اور دانش سے اور اس طرح کی دوسری چیزوں سے علاقہ اور تعلق یہ وہ تعلقات ہیں کہ انسان کو اللہ تعالی کے قرب حاصل کرنے اور اس کے طرف حرکت اور ہجرت کرنے سے روك دیتے ہیں_ جس دل نے محسوسات سے محبت اور انس کر رکھا ہو اور اس کا فریفتہ اور عاشق ہو کس طرح وہ ان چیزوں کو چھوڑ کر عالم بالا کی طرف حرکت کرے گا جو دل دنیاوي امور کا مرکز اور مکان بن چکا ہو وہ کب انوار الہی کی تابش کا مرکز قرار پاسکتا ہے؟ بہت سی روایات کے مطابق دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے_ گناہ گار انسان اللہ تعالی سے قرب کے مقام تك نہیں پہنچ سکتا_ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' دنیا کی محبت ہر ایك گناہ کی جڑ ہے_(406)
رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' سب سے پہلی چیز کہ جن سے اللہ تعالی کی نافرمانی کی گئي وہ چھ تھیں دنیا سے محبت حکومت اور مقام منصب سے محبت_ عورت سے محبت_ خوراك سے محبت نیند سے محبت اور آرام اور سکون سے محبت_ (407)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' انسان اللہ تعالی سے اس حکومت میں زیادہ دور ہوتا ہے جب اس کی غرض و غایت صرف پیٹ کا بھرنا اور شہوات حیوانی کا پورا کرنا ہو_
جناب جابر فرماتے ہیں کہ میں امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے فرمایا اے جابر_ میں محزون اور مشغول دل والا ہوں_ میں نے عرض کی کہ میں آپ پر قربان جاؤں آپ کا محزون اور غمگین ہونا اور مشغول ہونا کس سبب اور وجہہ سے ہے_ آپ نے فرمایا کہ جس کے دل میں خالص اور

صاف دین داخل ہو چکا ہو اس کا دل غیر خدا سے خالی ہوجاتا ہے_ اے جابر_ دنیا کیا ہے اور کیا قیمت رکھتی ہے؟ کیا وہ صرف لقمہ نہیں ہے کہ جسے تو کھاتا ہے اور لباس ہے کہ جسے تو پہنتا ہے یا عورت ہے کہ جس سے شادی کرتا ہے کیا اس کے علاوہ کچھ اور ہے؟ اے جابر_ مومنین دنیا اور زندگی پر بھروسہ نہیں کرتے اور آخرت کے جہاں میں جانے سے اپنے آپ کو امان میں نہیں دیکھتے_ اے جابر_ آخرت ہمیشہ رہنے والی منزل اور مکان ہے اور دنیا مرنے اور چلے جانے کا محل اور مکان ہے_ لیکن دنیا والے اس مطلب سے غافل ہیں صرف مومنین جو فکر او رعبرت اور سمجھ رکھتے ہیں انہیں جوان کے کانوں پر پڑتا ہے اللہ تعالی کے ذکر سے نہیں روکتا_ زرو جواہرات کا دیکھنا انہیں اللہ تعالی کے ذکر سے غافل نہیں کرتا وہ آخرت کے ثواب کو پالیتے ہیں گویا کہ انہوں نے اس کے علم حاصل کرلیا ہے_ (409)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " انسان ایمان کی شرینی کو نہیں چکھ سکتا مگر جب وہ جسے کھاتا ہے اس سے لاپرواہی نہ برتے_ (410)

لہذا عارف انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس طرح کا علاقہ اور محبت اپنے دل سے نکال دے تا کہ اللہ تعالی کی قرب اور مقامات عالیہ کی طرف اس کا حرکت اور ہجرت کرنا ممکن ہوسکے_ دنیا کے اور اور فکر کو اپنے دل سے باہر نکال دے تا کہ اللہ کی یاد اس کے دل میں جگہ پاسکے_ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ دنیاوری امور سے علاقہ مندی اور دل دے دنیا صرف قابل خدمت ہے نہ کہ خود دنیا مذموم ہے کیونکہ عارف انسان دوسرے انسانوں کی طرح زندگی کو باقی رکھنے میں غذا اور لباس اور مکان اور بیوی کا محتاج ہے اور ان کے حاصل کرنے کے لئے اسے ضرور کام کرنا ہوگا_ نسل کی بقاء کے لئے اسے شادی ضرور کرنی ہوگي_ اجتماعی زندگی بسر کرنے کے لئے اسے اجتماعی ذمہ داریاں قبول کرنی ہونگیں اسلامی شرعیت میں ان میں کسی کی مذمت نہیں کی گئي بلکہ ان کے بجالانے میں اگر قصد قربت کرلے تو وہ عبادت بھی ہوجائیں گی اور اللہ سے تقرب کا موجب ہونگیں خود یہ چیزیں اللہ تعالی کے قرب حاصل کرنے کی مانع نہیں ہوا کرتیں وہ جو مانع ہے ان امور سے وابستگی اور محبت ہے_

اگر یہی امور زندگی کی غرض اور غایت قرار پائیں اور اللہ تعالی کے ذکر اور فکر سے غافل بنادیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان خدا سے غافل ہوجائے اور پیسہ او رعورت مقام اور منصب اور علم پرست ہوجائے جو قابل مذمت ہے اور انسان کو اللہ تعالی کی طرف حرکت کرنے سے روك دیتا ہے ورنہ خود پیسہ اور زن علم اور مقام منصب اور ریاست قابل مذمت نہیں ہیں_ کیا پیغمبر اسلام امام سجاد اور امیرالمومنین علیہ السلام اور دوسرے ائمہ اطہار کام اور کوشش نہیں کیا کتے تھے اور اللہ تعالی کی نعمتوں سے استفادہ نہیں کیا کرتے تھے، اسلام کی سب سے بزرگ خصوصیت یہ ہے کہ دنیاوی اور اخروی امور کے لئے کسی خاص حد اور مرز کا قائل نہیں ہے_

تیسری رکاوٹ

خواہشات نفس اور اس کی ہوی اور ہوس سے پیروی کرنا قرب الہی حاصل کرنے کا بہت بڑا مانع ہے_ نفسانی خواہشات دل کے گھر کو سیاہ دھوئیں کی طرح سیاہ کر دیتے ہیں اس طرح کا دل اللہ تعالی کے انوار کی تابش کی قابلیت نہیں رکھتا_ نفسانی خواہشات انسان کے دل کو ادھر ادھر کھینچتے رہتے ہیں اور اسے مہلت نہیں دیتے کہ وہ خداوند عالم سے خلوت کرسکے اور اس ذات سے انس اور محبت کرسکے_ وہ دن رات نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کی تلاش اور کوشش میں لگا رہتا ہے_ وہ کب دنیا کو چھوڑسکتا ہے تا کہ بارگاہ الہی کی طرف پرواز کرسکے_ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے_ " ہوی او رہوس کی پیروی نہ کر کیونکہ وہ تجھے خدا کے راستے سے دور کئے رکھیں گے_ (411) امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " سب سے بہادر انسان وہ ہے جو خواہشات نفس پر غلبہ حاصل کرے _ (412)

چوتھی رکاوٹ

خدا کی یادسے ایك رکاوٹ او رمانع شکم پرستی ہے_ جو شخص دن رات کوشش کرتا رہتا ہے کہ اچھی اور لذیذ غذا مہیا کرے اور اپنے پیٹ کو مختلف قسم کی غذاؤں سے پر کرے وہ کس طرح اپنے خدا سے خلوت اور راز و نیاز اور انس کرسکتا ہے_ غذا سے بھرا ہوا پیٹ کس طرح اللہ تعالی کی عبادت اور دعا کرنے کی حالت پیدا کرسکتا ہے_ غذا سے بھر ہوا پیٹ کس طرح اللہ تعالی کی عبادت اور دعا کرنے کی حالت پیدا کرسکتا ہے_ جو انسان کھانے اور پینے میں لذت سمجھتا ہے وہ کس طرح اللہ تعالی سے مناجات کی لذت کو محسوس کرسکتا ہے؟ اسی لئے تو اسلام نے شکم پرستی کی مذمت کی ہے_

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا ہے کہ " انسان کا پیٹ بھر جانے سے طغیان کرتا ہے اللہ تعالی سے زیادہ نزدیك ہونے کی حالت انسان کے لئے اس وقت ہوتی ہے جب کہ اس کا پیٹ خالی ہو اور بدترین حالت اس وقت ہوتی ہے جب اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو_(413)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " مومن کے دل کے لئے پرخوری سے اور کوئي چیز نقصان دہ نہیں ہے_ پرخوری قساوت قلب کا سبب ہوا کرتی ہے او رشہوت کو تحریك کرتی ہے_ بھوك مومن کا سالن اور روح کی غذا اور طعام ہے اور بدن کی صحت ہے (414) امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جب اللہ تعالی کسی بندے کی مصلحت دیکھتا ہے تو اسے کم غذا کم کلام اور کم خواب کا الہام کرتا ہے_ (415)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " نفس پر کنٹرول کرنے اور عادت کے ختم کرنے کے لئے بھوك بہترین مددگار ہے (416) امیرالمومنین علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ " خداوند عالم نے معراج کی رات رسول خدا سے فرمایا_ اے احمد_ کاش تم بھوك اور ساکت رہنے اور تنہائي اور اس کے آثار کی شیرینی کو چکھتے_

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے عرض کی اے میرے خدا_ بھوك کا کیا فائدہ ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا _ دا_نائي دل کی حفاظت میرا تقرب ہمیشگی حزن تھوڑا خرچ_ حق گوئي اور آسائشے اور تنگی میں بے خوف _(417)

درست ہے کہ عارف انسان بھی دوسرے انسانوں کی طرح زندہ رہنے اور عبادت کی طاقت کے لئے غذا کا محتاج ہے اسے اتنی مقدار جو بدن کی ضرورت کو پورا کرے کھانا کھانا چاہئے اور شکم پری سے پرہیز کرنا

چاہئے_ کیونکہ شکم پری سستی بے میلی اور عبادت کی طرف بے رغبتی قساوت قلب اور اللہ تعالی کی یاد سے غفلت کا سبب ہوا کرتی ہے اور اگر تھوڑا کھائے اور بھوکا رہے تو عبادت کے لئے آمادگی اور خداوند عالم کی ذات کی طرف توجہہ کرنے کا سبب ہوا کرتی ہے_ اس کا تجربہ کیا جا چکا ہے انسان بھوک کی حالت میں با نورانیت روح با صفا اور ہلکا پھکا رہتا ہے لیکن پیٹ بھری ہوئي حالت میں ایسا نہیں ہوا کرتا لہذا ایک عارف انسان کے لئے ضروری ہے کہ جتنی بدن کو غذا کی ضرورت ہے اتناہی کھائے بالخصوص جب عبادت اور دعا اور ذکر میں مشغول ہو تو بھوکا ہی رہے_

پانچویں رکاوٹ

عارف اور سالک انسان کو اس کے قرب الہی کے مقصد اور حضور قلب اور خدا کی طرف توجہہ سے ایک رکاوٹ غیر ضروری اور بے فائدہ گفتگو کرنا ہوا کرتی ہے_ خداوند عالم نے انسان ضرورت کی مقدار تک گفتگو کرے تو اس نے اس بہت بڑی نعمت سے صحیح فائدہ حاصل کیا ہوگا اور اگر بیہودہ اور غیر ضروری گفتگو کرے تو اس نے اس بہت بڑی نعمت کو ضائع اور بردبار کر دیا ہوگا اس کے علاوہ زیادہ اور ادھر ادھر کی گفتگو اور باتیں کرنا انسان کی فکر کو پریشان کر دیتی ہیں اور پھر وہ پوری طرح سے اللہ تعالی کی طرف حضور قلب اور توجہہ پیدا نہیں کر سکتا_ اسی لئے احادیث میں زیادہ اور بے فائدہ باتیں کرنے کی مذمت وارد ہوئي ہے_

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' سوائے اللہ تعالی کے ذکر کرنے کے زیادہ کلام کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالی کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں کرنا قساوت قلب کا سبب ہوتا ہے اللہ تعالی سے سب سے زیادہ دور انسان وہ ہے کہ جس کا دل تاریک ہو_ (418)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' اپنی زبان کی حفاظت کر اور اپنی گفتگو کو شمار کرتا رہے تا کہ تیری گفتگو امر خیر کے علاوہ کمتر ہوجائے_(419)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' گفتگو تین قسم کی ہوا کرتی ہے _ مفید _ سالم _ شاحب یعنی بیہودہ_ مفید گفتگو ذکر خدا_ سالم گفتگو وہ ہے کہ جسے خدا دوست رکھے_ شاحب گفتگو وہ ہے جو لوگوں کے متعلق بیہودہ بات کی جائے_(420)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' اپنی زبان کو قابو اور اس کی حفاظت کر یہ نفس کے لئے بہترین ہدیہ ہے_ انسان صحیح اور حقیقی ایمان تک نہیں پہنچتا مگر یہ کہ وہ اپنی زبان کی نگاہ داری اور حفاظت کرے_(421)

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' تین چیزیں فہم اور فقہ کی علامت ہیں تحمل اور بردباری _ علم اور سکوت_ ساکت رہنا دانائي کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے_ ساکت رہنا محبت کا سبب ہوتا ہے اور ہر نیکی کی دلیل ہے_(422)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے '' جب عقل کامل ہوتی ہے تو گفتگو ہو جاتی ہے_(423)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے ''کوئي بھی عبادت ساکت رہنے اور خانہ کعبہ کی طرف پیدل جانے سے افضل نہیں ہے_(424)

رسول خدا نے جناب ابوذر سے فرمایا کہ " میں تجھے زیادہ ساکت رہنے کی سفارش کرتا ہوں اس واسطے کہ اس وسیلے سے شیطن تم سے دور ہوجائے گا_ دین کی حفاظت کے لئے ساکت رہنا بہتر مددگار ہے_(425)

خلاصہ انسان سالك اور عارف پر ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان پر پوری طرح کنٹرول کرے اور سنجیدہ اور سوچ سمجھ کر بات کرے اور زیادہ اور بیہودہ باتیں کرنے سے پرہیز کرے دنیاوی امور میں ضرورت کے مطابق باتیں کرے جو اسے زندگی کرنے کے لئے ضروری ہیں اور اس کے عوض اللہ تعالی کا ذکر اور ورد اور علمی مطالب اور فائدہ مند اور اجتماع کے لئے مفید گفتگو کرنے میں مشغول رہے _ ہمارے بزرگاور عارف ربانی استاد علامہ طباطبائي فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ساکت رہنے کے گراں قدر آثار مشاہدہ کئے ہیں_ چالیس شب و روز ساکت رہنے کو اختیار کیجئے اور سوائے ضروری کاموں کے باتیں نہ کریں اور فکر اور ذکر خدا میں مشغول رہیں تا کہ تمہارے لئے نورانیت اور صفاء قلب حاصل ہو سکے_

چھٹی رکاوٹ

اپنی ذات اور اپنے اپ سے محبت ہے اگر عارف انسان نے تمام رکاوٹیں دور کر لی ہوں تو پھر اس کے سامنے ایك بڑی رکاوٹ سامنے آتی ہے اور وہ ہے اس کا جب ذات یعنی اپنی ذات سے محبت کرنا_ وہ متوجہ ہوگا کہ اس کے تمام کام اور حرکات یہاں تك کہ اس کی عبادت و غیرہ کرنا سب کے سب اپنی ذات کی محبت کیوجہ سے انجام پارہے ہیں_ عبادت ریاضت ذکر اور دعا نماز اور روزے اس لئے انجام دے رہا ہے تا کہ اپنے نفس کو کامل کرے اور اسے ان کی اجزاء آخرت میں دی جائے گرچہ اس طرح کی عبادت کرنا بھی انسان کو بہشت اور آخرت کے ثواب تك پہنچا دیتی ہے لیکن وہ ذکر اور شہود کے بلند و بالا مقام اور رتبہ تك نہیں پہنچاتی جب تك اس کا نفس حب ذات کو ترك نہ کرے اور وہ اللہ تعالی کے بے مثال جمال کا مشاہدہ نہیں کر سکے گا جب تك تمام حجاب اور موانع یہاں تك کہ حب ذات کا حجاب اور مانع بھی ترك نہ کرے اس صورت میں وہ انوار الہی کا مرکز بننے کی قابلیت اور استعداد پیدا نہیں کر سکے گا_ لہذا عارف اور سالك انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ریاضت اور مجاہدہ کر کے اپنے آپ کو حب ذات کی حدود سے باہر نکالے اپنی ذات کی محبت کو خدا کی محبت میں تبدیل کر دے اور تمام کاموں کو صرف اور صرف اللہ تعالی کی رضا کے لئے بجا لائے اگر غذا کھاتا ہے تو اس غرض سے کھائے کہ اس کے محبوب نے زندہ رہنے کے لئے اسے ضروری قرار دیا ہے اور اگر عبادت کرتا ہے تو اسے اس نیت سے بجالائے کہ ذات الہی ہی عبادت اور پرستش کی سزاوار اور مستحق ہے_ اس طرح کا انسان نہ دینا کا طلب کرنے والا ہوتا ہے اور نہ آخرت کا بلکہ وہ صرف خدا کا طلب کرنے والا ہوتا ہے_ یہاں تك کہ وہ کشف اور کرامت کا طلبکار بھی نہیں ہوتا اور سوائے حقیقی معبود کے اس کا کوئي اور مطلوب اورمنظور نظر نہیں ہوتا_ اگر کوئي اس مرحلے کو طے کر لے یہاں تك کہ اپنی شخصیت اور ذات کو اپنے آپ سے جدا کردے تو وہ مقام توحید میں قدم رکھ لے گا اور شہود اور لقاء اللہ کے بلند اور بالا مقام تك ترقی کر جائیگا اور بارگاہ مقعد صدق عند ملیك مقتدر میں نازل ہوجائیگا_

ساتویں رکاوٹ

کمال اور عرفان کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ اور شاید یہ سابقہ تمام رکاوٹوں سے بھی زیادہ ہو وہ ہے ارادہ کا ضعیف ہونا_ اور حتمی فیصلے کرنے کی قدرت نہ رکھنا _ یہ رکاوٹ اور مانع انسان کو عمل شروع کرنے سے روك دیتی ہے_ شیطن اور نفس کرتا ہے کہ انسان کو ظاہر ی ذمہ داری اور وظائف شرعی کی بجالانے کو کافی قرار دے گرچہ اس میں حضور قلب اور توجہہ نہ بھی ہو_ شیطن انسان کو کہتا ہے کہ تو صرف انہیں عبادت کے بجالانے کے سوا اور کوئي شرعی وظیفہ نہیں رکھتا تجھے حضور قلب اور توجہہ اور ذکر سے کیا کام ہے؟ اور اگر کبھی انسان اس کی فکر کرنے بھی لگے تو اسے سینکٹروں حیلے اور بہانوں سے روك دیتا ہے اور کبھی اس مطلب کو اس کرے لئے اتنا سخت نمایاں کرتا ہے کہ انسان اس سے مایوس اور نامید ہوجاتا ہے لیکن اس انسان کے لئے جو کمال حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے ضروری ہے کہ وہ شیطن اور نفس امارہ کے ایسے وسوسوں کے سامنے رکاوٹ بنے اور احادیث اور آیات اور اخلاق کی کتابوں کے مطالعے کرنے سے معلوك کرے کہ سیر اور سلوك کے لئے حضور قلب اور ذکر و شہود کی کتنی ضرورت اور اہمیت ہے اور جب اس نے اس کی اہمیت کو معلوم کر لیا اور اپنی ابدی سعادت کو اس میں دیکھ لیا تو پھر حتمی طور سے اس پر عمل کرے گا اور مایوسی اور ناامیدی کو اپنے سے دور کردے گا اور اپنے آپ سے کہے گا کہ یہ کام گرچہ مشکل ہے اور چونکہ اخروی سعادت اس سے وابستہ ہے لہذا ضرور مجھے اس پر عمل کرنا چاہئے_ اللہ تعالی فرماتا ہے جو ہمارے راستے میں کوشش اور جہاد کرتے ہیں ہم اس کو اپنے راستوں کی راہنمائي کر دیتے ہي_

'' و الذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا_(426)

ہماری یہ ساری بحث اور کلام تکامل اور تقرب الہی کے پہلے وسیلے اور ذریعے میں تھی یعنی اللہ تعالی کے ذکر میں تھی _ بحث کی طوالت پر ہم معذرت خواہ ہیں

دوسرا وسیلہ

فضائل اور مکارم اخلاق کی تربیت

نفس کے کمال تك پہنچنے

اور قرب الہی کے حاصل کرنے کے لئے ایك وسیلہ ان اخلاقی کی جو انسان کی فطرت اور سرشت میں رکھ دیئے گئے ہیں پرورش اور تربیت کرنا ہے_ اچھے اخلاق ایسے گران بہا امور ہیں کہ جن کا ربط اور سنخیت انسان کے ملکوتی روح سے ہے ان کی تربیت اور پرورش سے انسان کی روح کامل سے کاملتر ہو جاتی ہے یہاں تك کہ وہ اللہ کے بلند و بالا مقام قرب تك پہنچتا ہے_ اللہ تعالی کی مقدس ذات تمام کمالات کا منبع اور سرچشمہ ہے_ انسان چونکہ عالم بالا سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنی پاك فطرت سے کمالات انسانی کو کہ جن کی عالم بالا سے مناسبت ہے انہیں خوب پہچانتا ہے اور فطرتا ان کی طرف مائل ہے اسی لئے تمام انسان تمام زمانوں میں نیك اخلاق کو جانتے اور درك کرتے ہیں جیسے عدالت_ ایثار_ سچائي_ امانتداری _ احسان _

نيكي_ شجاعت_ صبر اور استقامت علم خير خواہی مظلوموں كی مدد شكريہ احسان شناسی سخاوت اور بخشش_ وفا عہد_ توكل_ تواضع اور فروتني_ عفو اور درگزر_ نرمی مزاجی _ خدمت خلق و غيرہ ان تمام كو ہر انسان خوب پہچانتے اور جانتے ہيں خداوند عالم قرآن مجيد ميں فرماتاہے_ كہ قسم نفس كی اور اس كی كہ اسے نيك اور معتدل بنايا ہے اور تقوی اور منحرف ہوجانے كا راستہ اسے بتلايا ہے كامياب وہ ہوا جس نے اپنے نفس كو پاك بنايا اور نقصان ميں ہوگا وہ كہ جس نے اپنے نفس كو آلودہ اور ناپاك بنايا_(437)

جب اخلاقی كام بار بار انجام ديئے جائيں تو وہ نفس ميں راسخ اور ايك قسم كا ملكہ پيدا كر ليتے ہيں وہی انسان كو انسان بنانے اور اپنا نے اور ہوجانے ميں موثر اور اثر انداز ہوتے ہيں اسی واسطے اسلام اخلاق كے بارے ميں ايك خاص طرح كی اہميت قرار ديتا ہے_ اسلام كا ايك بہت بڑا حصہ اخلاقيات پر مشتمل ہے_ سينكڑوں آيات اور روايات اخلاق كے بارے ميں وارد ہوئي ہيں_ قرآن مجيد كی زيادہ آيتيں اخلاق كے بارے ميں اور اخلاقی احكام پر مشتمل ہيں يہاں تك كہ اكثر قرآن كے قصوں سے غرض اور غايت بھی اخلاقی احكام امور ہيں اور كہا جا سكتا ہے كہ قرآن مجيد ايك اخلاقی كتاب ہے _ قاعدتا پيغمبروں كے بھيجنے كی ايك بہت بڑی غرض اور غايت بھی نفس كو پاك اور صاف بنانا اور اخلاق كی اور پرورش كرنا ہے_ ہمارے پيغمبر عليہ السلام نے بھی اپنی بعثت اور بھيجے جانے كی غرص اخلاق كی تكميل كرنا اور نيك اخلاق كی تربيت كرنا بتلائي ہے اور فرمايا ہے كہ '' ميں اللہ تعالی كی طرف سے بھيجا گيا ہوں تا كہ نيك اخلاق كو پورا اور تمام كروں_(428)

پيغمبر اسلام لوگوں سے فرماتے تھے كہ '' ميں نيك اخلاق كی تمہيں نصيحت اور وصيت كرتا ہوں كيونكہ خداوند عالم نے مجھے اسی غرض كے لئے بھيجا ہے_(429)

نيز پيغمبر عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ قيامت كے دن اعمال كے ترازو ميں اخلاق حسنہ سے كوئي چيز افضل ہو نہيں ركھی جائيگي_(430)

تيسرا وسيلہ

عمل صالح

قرآن مجيد سے معلوم ہوتا ہے كہ ايمان كے بعد انسان كے تكامل كا وسيلہ اعمال صالح ہيں كہ جن كی وجہ سے انسان قرب خدا اور درجات عاليہ كو حاصل كر سكتا ہے اور اپنی اخروی زندگی كو پاك و پاكيزہ بنا سكتا ہے_ قرآن مجيد ميں ہے كہ '' جو شخص نيك اعمال بجا لائے خواہ مرد ہو يا عورت جب كہ ايمان ركھتا ہو ہم اس كو ايك پاكيزہ ميں اٹھائيں گے اور اسے اس عمل سے كہ جسے وہ بجا لايا ہے_ بہتر جزاء اور ثواب ديں گے_(431)

اس آيت سے معلوم ہوتا ہے كہ انسان كے لئے دنيا كی زندگی كے علاوہ ايك اور پاك و پاكيزہ زندگی ہے اور وہ نئي زندگی اس كے ايمان اور عمل صالح كے نتيجے ميں وجود ميں آتی ہے_ قرآن فرماتا ہے كہ '' جو لوگ ايمان اور عمل صالح كے ساتھ خداوند عالم كی طرف لوٹيں يہی وہ لوگ ہيں جو مقامات اور درجات عاليہ پر فائز ہوتے ہيں_(432)

خداوند عالم فرماتا ہے کہ '' جو انسان اللہ تعالی کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے نیك عمل بجالانا چاہئے اور عبادت میں خدا کا کوئي شریك قرار نہ دینا چاہئے_(433)
نیز اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جو شخص عزت کا طلبکار ہے تو تمام عزت اللہ تعالی کے پاس ہے کلمہ طیبہ اور نیك عمل اللہ تعالی کی طرف جاتا ہے_(434)
اللہ تعالی اس آیت میں فرماتا ہے کہ تمام عزت اور قدرت اللہ کے لئے مخصوص ہے اسی کے پاس ہے اور کلمہ طیبہ یعنی موحد انسان کی پاك روح اور توحید کا پاك عقیدہ ذات الہی کی طرف جاتا ہے اور اللہ تعالی نیك عمل کو اپنے پاس لے جاتا ہے_ نیك عمل جب خلوص نیت سے ہو تو انسان کی روح پر اثر انداز ہوتا ہے اور اسے ترقی اور کمال دیتا ہے_ قرآن مجید سے معلوم ہوتاہے کہ آخرت کی پاك و پاکیزہ زندگی اور اللہ تعالی سے قرب اور القاء کا مرتبہ ایمان اور عمل صالح کے ذریعے حاصل ہوتا ہے_ قرآن مجید نے نیك اعمال کے بجا لانے پر بہت زیادہ زور دیا ہے خدا سعادت اور نجات کا وسیلہ صرف عمل صالح کو جانتا ہے نیك عمل کا معیار اور میزان اس کا شریعت اور وحی الہی کے مطابق ہونا ہوا کرتا ہے_ خداوند عالم جو انسان کی خصوصی غرض سے واقف ہے اس کی سعادت اور تکامل کے طریقوں کو بھی جانتا ہے اور ان طریقوں کو وحی کے ذریعے پیغمبر اسلام کے سپرد کر دیا ہے تا کہ آپ انہیں لوگوں تك پہنچا دیں اور لوگ ان سے استفادہ حاصل کریں_
خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ '' جو لوگ ایمان لے آئے ہیں جب خدا اور اس کا رسول تمہیں کسی چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی عطا کرتی ہیں تو اسے قبول کرو_(435)
نیك اعمال شریعت اسلام میں واجب اور مستحب ہوا کرتے ہیں_ عارف اور سالك انسان ان کے بجالانے سے اللہ تعالی کی طرف سیر و سلوك کرتے ہوئے قرب الہی کے مقام تك پہنچ سکتا ہے اور یہی تنہا قرب الہی تك پہنچنے کا راستہ ہے اور دوسرے جتنے راستے ہیں وہ عارف کو اس مقصد تك نہیں پہنچا سکتے بلکہ وہ ٹیڑھے راستے ہیں_ عارف انسان کو مکمل طور سے شریعت کا مطیع اور فرمانبردار ہونا چاہئے اور سیر و سلوك کے لیے شریعت کے راستے کے علاوہ اور کوئي راستہ اختیار نہیں کرنا چاہئے اور ان اذکار اور اوراد اور حرکت سے کہ جس کا شریعت اسلام میں کوئي مدرك اور ذکر موجود نہ ہو اس سے اجتناب اور پرہیز کرنا چاہئے نہ صرف وہ مقصد تك نہیں پہنچاتے بلکہ وہ اس کو مقصد سے دور بھی کر دیتے ہیں کیونکہ شریعت سے تجاوز کرنا بدعت ہوا کرتا ہے_ عارف اور سالك انسان کو پہلے کوشش کرنی چاہئے کہ وہ واجبات اور فرائض دینی کو صحیح اور شریعت کے مطابق بجالائے کیونکہ فرائض اور واجبات کے ترك کردینے سے مقامات عالیہ تك نہیں پہنچ سکتا گرچہ وہ مستحبات کے بجالائے اور ورد اور ذکر کرنے میں کوشاں بھی رہے_ دوسرے مرحلے میں مستحبات اور ذکر اور ورد کی نوبت آتی ہے_ عارف انسان اس مرحلے میں اپنے مزاجی استعداد اور طاقت سے مستحبات کے کاموں کا بجا لائے اور جتنی اس میں زیادہ کوشش کرے گا اتنا ہی عالی مقامات اور رتبے تك جا پہنچے گا_ مستحبات بھی فضیلت کے لحاظ سے ایك درجے میں نہیں ہوتے بلکہ ان میں بعض دوسرے بعض سے افضل ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں بہتر اور جلدی مقام قرب تك پہنچاتے ہیں جیسے احادیث کی کتابوں میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے_ عارف انسان نمازیں دعائیں ذکر

اور اوراد کتابوں سے انتخاب کرے اور اس کو ہمیشہ بجا لاتا رہے جتنا زیادہ اور بہتر بجا لائیگا اتنا صفا اور نورانیت بہتر پیدا کرے گا اور مقامات عالیہ کی طرف صعود اور ترقی کرے گا ہم یہاں کچھ اعمال صالح کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور باقی کو کتابوں کی طرف مراجعہ کرنے کا کہتے ہیں لیکن اس کا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ فرائض اور نوافل ذکر اور ورد اس صورت میں عمل صالح ار موجب قرب ہونگے جب انہیں بطور اخلاص بجا لایا جائے_ عمل کا صالح اور نیك اور موجب قرب ہونا اخلاص اور خلوص کی مقدار کے لحاظ سے ہوگا لہذا پہلے ہم اخلاص اور خلوص میں بحث کرتے ہیں پھر کچھ تعداد اعمال صالح کی طرف اشارہ کریں‌گے_

اخلاص

اخلاص کا مقام اور مرتبہ تکامل اور سیر و سلوك کے اعلی ترین مرتبے میں سے ایك ہے اور خلوص کی کی وجہ سے انسان کی روح اور دل انوار الہی کا مرکز بن جاتا ہے
اور اس کی زبان سے علم اور حکمت جاری ہوتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' جو شخص خدا کے لئے چالیس دن خالص اور فارغ ہوجائے تو اس کے دل سے حکمت اور دانائي کے چشمے ابلتے اور جاری ہوجاتے ہیں_(436)
حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے '' کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے اعمال کو خدا کے لئے خالص بجالاتے ہیں اور اپنے دلوں کو اس لئے کہ اللہ تعالی کی وجہ کا مرکز پاك رکھتے ہیں_(437)
حضرت زہراء علیہا السلام نے فرمایا ہے کہ '' جو شخص خالص عبادت اللہ تعالی کی طرف بھیجے اللہ تعالی بھی بہترین مصلحت اس پر نازل فرماتا ہے_(438)
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے '' بندوں کا پاك دل اللہ تعالی کی نگاہ کا مرکز ہوتا ہے جس شخص نے دل کو پاك کیا وہ اللہ تعالی کا مورد نظر قرار پائیگا_ (439)
پیغمبر علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے نقل کیا ہے اور اس نے اللہ تعالی سے نقل کیا ہے کہ '' خلوص اور اخلاص میرے رازوں میں سے ایك راز ہے کہ جس شخص کو میں دوست رکھتا ہوں اس کے دل میں یہ قرار دے دیتا ہوں_(440)
خلوص کے کئي مراتب اور درجات ہیں_ کم از کم اس کا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنی عبادت کو شرك اور ریاء اور خودنمائي سے پاك اور خالص کرے اور عبادت کو صرف خدا کے لئے انجام دے خلوص کی اتنی مقدار تو عبادت کے صحیح ہونے کی شرط ہے اس کے بغیر تو تقرب ہی حاصل نہیں ہوتا عمل کی قیمت اور ارزش اس کے شرك اور ریاء سے پاك اور خالص ہونے پر موقوف ہے_ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' خداوند عالم تمہاری شکل اور عمل کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے_(441)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں بہترین شریك ہوں جو شخص کسی دوسرے کو عمل میں شریك قرار دے (تو تمام عمل کو اسي کے سپرد کر دیتا ہوں) میں سوائے خالص عمل کے قبول نہیں کرتا _(442) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' خداوند عالم لوگوں کو قیامت میں ان کی نیت کے مطابق محشور کرے گا_(443)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے '' خوش نصیب ہے وہ شخص جو عبادت اور دعا کو صرف خدا کے لئے انجام دیتا ہے اور اپنی آنکھوں کو ان میں مشغول نہ کرے جو آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس کی وجہ سے جو اس سے کان پر پڑتا ہے اللہ تعالی کے ذکر کو فراموش نہ کرے اور جو چیزیں دوسروں کو دی گئي ہیں ان پر غمگین نہ ہو_(444)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے_ ''عمل میں خلوص سعادت کی علامتوں میں سے ایك علامت ہے_(445) اللہ تعالی کے ہاں وہ عبادت قبول ہوتی ہے اور موجب قرب اور کمال ہوتی ہے جو ہر قسم کے ریاء اور خودپسندی اور خودنمائي سے پاك اور خالص ہو اور صرف اور صرف خدا کے لئے انجام دی جائے عمل کی قبولیت اور ارزش کا معیار خلوص اور اخلاص ہے جتنا خلوص زیادہ ہوگا اتناہی عمل کامل تر اور قیمتی ہوگا_ عبادت کرنے والے کئي طرح کے ہوتے ہیں_

ایك وہ لوگ جو اللہ تعالی کے عذاب اور جہنم کی آگ کے خوف اور ڈر سے عبادت بجا لاتے ہیں_

دوسرے وہ لوگ ہیں جو بہشت کی نعمتوں اور آخرت کے ثواب کے لئے اوامر اور نواہی کی اطاعت کرتے ہیں ان کا اس طرح کا عمل اس کے صحیح واقع ہونے کے لئے تو مضر نہیں ہوتا ان کا ایسا عمل صحیح اور درست ہے اور موجب قرب اور ثواب بھی ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث میں لوگوں کو راہ حق کی ہدایت اور ارشاد اور تبلیغ کے لئے غالبا انہیں دو طریقوں سے استفادہ کیا گیا ہے بالخصوص پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ اطہار اور اولیاء اللہ خداوند عالم کے عذاب سے ڈرتے تھے اور جزع اور فزع کیا کرتے تھے اور بہشت اور اس کی نعمتوں کے لئے شوق اور امید کا اظہار کیا کرتے تھے_

تیسرے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالی کی نعمتوں کے شکرانہ کے لئے اللہ تعالی کی پرستش اور عبادت کیا کرتے ہیں اس طرح کا عمل بجا لانا اسکے منافی نہیں جو عمل کے قبول ہونے میں خلوص شرط ہے اسی واسطے احادیث میں لوگوں کو عمل بجالانے کی ترغیب اور شوق دلانے میں اللہ تعالی کی نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے تا کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالی کے احکام کی اطاعت کریں بلکہ خود پیغمبر علیہ السلام اور ائمہ اطہار نے عبادت میں انہماك اور کوشش کرنے کا سبب یہ بتلایا ہے کہ کیا ہم اللہ کے شکر گزار بندے قرار نہ پائیں(افلا اکون عبدا شکورا)گر چہ ان تینوں کے اعمال قابل قبول واقع ہوتے ہیں لیکن تیسرے قسم کے لوگ ایك خاص امتیاز اور قیمت رکھتے ہیں کیونکہ ان میں خلوص زیادہ ہوتا ہے_ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں وہ تین قسم کے ہوتے ہیں ایك قسم وہ ہے جو آخرت کے ثواب حاصل کرنے کے لئے خدا کی عبادت کرتے ہیں_ ان لوگوں کا کردار تاجروں والا ہے دوسری قسم وہ ہے جو جہنم کے خوف سے اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں یہ اطاعت اور عبادت غلاموں اور نوکر والی ہے_ تیسری قسم وہ ہے جو اللہ تعالی کی نعمتوں کے شکرانے کے ادا کرنے کے لئے عبادت کرتے ہیں یہ عبادت آزاد مردوں والی عبادت ہے_(446)

چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جو نفس کی تکمیل اور روح کی تربیت کے لئے عبادت کرتے ہیں اس طرح کا م قصد بھی اس خلوص کو جو عبادت کے صحیح ہونے میں شرط ضرر نہیں پہنچاتا_

پانچویں قسم اللہ کے ان ممتاز اور مخصوص بندوں کی ہے کہ جنہوں نے خدا کو اچھی طرح پہنچان لیا ہے اور جانتے ہیں کہ تمام کمالات اور نیکیوں کا منع اور سرچشمہ خدا ہے اس کی عبادت کرتا ہے اور چونکہ وہ اللہ کی بے انتہا قدرت اور عظمت کی طرف متوجہ ہیں اور اس ذات کے سوا کسی اور کو موثر نہیں دیکھتے صرف اسی ذات کو پرستش اور عبادت کے لائق سمجھتے ہیں اسی لئے خدا کو دوست رکھتے ہیں اور اس کی قدرت اور عظمت کے سامنے خضوع اور خشوع کرتے ہیں اور یہ اخلاص اور خلوص کا اعلی ترین درجہ اور مرتبہ ہے_

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عبادت کرنے والے تین گروہ ہیں_ ایك گروہ ثواب کی امید میں عبادت کرتا ہے یہ عبادت حریص لوگوں کی ہے کہ جن کی غرض طمع ہوتا ہے دوسرا گروہ وہ ہے جو دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے_ یہ عبادت غلاموں کی عبادت ہے کہ خوف اس کا سبب بنتا ہے لیکن میں چونکہ خدا کو دوست رکھتا ہوں اسی لئے اس کی پرستش اور عبادت کرتا ہوں یہ عبادت بزرگوں اور اشراف لوگوں کی ہے اس کا سبب اطمینان اور امن ہے اللہ تعالی فرماتا ہے (و ہم فزع یومئسذ امنون کہ وہ قیامت کے دن امن میں ہیں_ نیز اللہ فرماتا ہے '' قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم_(447) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے '' اے میرے مالك_ میں تیری عبادت نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کے طمع میں کرتا ہے بلکہ میں تیری عبادت اس لئے کرتا ہوں کے تجھے عبادت اور پرستش کے لائق جانتا ہوں_(448)
یہ تمام گروہ مخلص ہیں اور ان کی عبادت قبول واقع ہوگی لیکن خلوص اور اخلاص کے لحاظ سے ایك مرتبے میں نہیں ہیں بلکہ ان میں کامل اور کاملتر موجود ہیں پانچویں قسم اعلی ترین درجہ پر فائز ہے لیکن یہ واضح رہے کہ جو عبادت کے اعلی مرتبہ پر ہیں وہ نچلے درجہ کو بھی رکھتے ہیں اور اس کے فاقد نہیں ہوتے بلکہ نچلے درجے کے ساتھ اعلی درجے کو بھی رکھتے ہیں_ اللہ تعالی کے مخلص اور صدیقین بندے بھی اللہ تعالی سے ڈرتے ہیں اور ان کے لطف اور کرم کی امید رکھتے ہیں اللہ تعالی کی نعمتوں کے سامنے شکر ادا کرتے ہیں اور معنوی تقرب اور قرب کے طالب ہوتے ہیں لیکن ان کی عبادت کا سبب فقط یہی نہیں ہوتا اور چونکہ وہ خدا کی سب سے اعلی ترین معرفت رکھتے ہیں اسی لئے اس کی عبادت اور پرستش کرتے ہیں یہ اللہ تعالی کے ممتاز اور منتخب بندے ہیں مقامات عالیہ کے علاوہ نچلے سارے درجات رکھتے ہیں کیونکہ جو انسان تکامل کے لئے سیر و سلوك کرتا ہے جب وہ اعلی درجے تك پہنچتا ہے تو نچلے درجات کو بھی طے کر کے جاتا ہے_
اب تك جو ذکر جو ذکر ہوا ہے وہ عبادت میں خلوص اور اخلاص تھا لیکن خلوص صرف عبادت میں منحصر نہیں ہوتا بلکہ عارف انسان تدریجا ایك ایسے مقام تك جا پہنچتا ہے کہ وہ خود اور اس کا دل اللہ تعالی کے لئے خالص ہو جاتا ہے اور تمام غیروں کو اپنے دل سے اس طرح نکال دیتا ہے کہ اس کے اعمال اور حرکات اور افکار خداوند عالم کے ساتھ اختصاص پیدا کر لیتے ہیں اور سوائے اللہ تعالی کی رضایت کے کوئي کام بھی انجام نہیں دیتا اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور خدا کے سوا کسی پر اعتماد نہیں کرتا_ اس کی کسی

سے دوستی اور دشمنی صرف خدا کے لئے ہوا کرتی ہے اور یہ اخلاص کا اعلی ترین درجہ ہے_
امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں خوش نصیب ہے وہ شخص کہ جس کا عمل اور علم محبت اور بغض کرنا اور نہ کرنا بولنا اور ساکت رہنا تمام کا تمام خدا کے لئے خالص ہو_(449)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جس شخص کی محبت اور دشمنی خرچ کرنا اور نہ کرنا صرف خدا کے لئے ہو یہ ان انسانوں میں سے ہے کہ جس کا ایمان کامل ہوتا ہے_(450) امام جعفر صادق علیہ السلام نے "فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے جس بندے کے دل میں سوائے خدا کے اور کوئي چیز نہ رکھی ہو تو اس کو اس سے اور کوئي شریف ترین چیز عطا نہیں کي_(451)
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " کہاں ہے وہ دل جو اللہ تعالی کو بخش دیا گیا ہو اور اس کی اطاعت کا پیمان اور عہد بناندھا گیا ہو_(452)
جب کوئي عارف انسان اس مرتبے تك پہنچ جائے تو خدا بھی اس کو اپنے لئے خالص قرار دے دیتا ہے اور اپنی تائید اور فیض اور کرم سے اس کو گناہوں سے محفوظ کر دیتا ہے اس طرح کا انسان مخلص پہچانا جاتا ہے اور مخلص انسان اللہ تعالی کے ممتاز بندوں میں سے ہوتے ہیں_
خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ " ہم نے ان کو آخرت کی یاد کے لئے خالص قرار دے دیا ہے_(453)
قرآن کریم حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے کہ " یقینا و ہ خالص ہوگیا ہے اور رسول اور پیغمبر ہے_(454)
اللہ تعالی کے خالص بندے ایك ایسے مقام تك پہنچتے ہیں کہ شیطن ان کو گمراہ کرنے سے ناامید ہوجاتا ہے قرآن کریم شیطن کی زبان نقل کرتا ہے کہ اس نے خداوند عالم سے کہا کہ " مجھے تیری عزت کی قسم کہ میں تیرے تمام بندوں کو سوائے مخلصین کے گمراہ کروں گا اور مخلصین کے گمراہ کرنے میں میرا کوئي حصہ نہیں ہے_(455) بلکہ اخلاص کے لئے روح اور دل کو پاك کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور عبادت کرنے میں کوشش اور جہاد کرنا ہوتا ہے_ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "عبادت کا نتیجہ اور ثمر اخلاص ہوتا ہے_(456)
جیسے کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ چالیس دن تك عبادت اور ذکر کو برابر بجا لانا دل کے صفا اور باطنی نورانیت اور مقام اخلاص تك پہنچنے کے لئے سبب اور موثر اورمفید ہوتاہے نہ صرف ایك دفعہ بلکہ تدریجا اور اخلاص کے باطنی مراحل طے کرتے رہنے سے ایسا ہو سکتا ہے_

کچھ نیك اعمال

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ انسان کو تکامل تك پہچانے اور قرب اور ارتقاء کے مقام تك لے جانے کا راستہ صرف اور صرف وحی الہی اور شرعیت کی پیروی کرنے میں منحصر ہے اور یہی وہ راستہ ہے کہ جسے انبیاء علیہم السلام نے بیان کیا ہے او رخود اس پر عمل کیا ہے اور اسے واجبات اور مستحبات سے بیات کیا ہے یہی عمل صالح ہے_ عمل صالح یعنی واجبات اور مستحبات جو اسلام میں بیان کئے گئے ہیں اور انہیں قرآن

اور احادیث اور دعاؤں کی کتابوں میں لکھا گیا ہے آپ انہیں معلوم کر سکتے ہیں اور ان پر عمل کر کے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں لیکن ہم یہاں پر ان میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں_

اول: واجب نمازیں

قرب الہی اور سیر و سلوك معنوی کے لئے نماز ایك بہترین سبب اور عامل ہے_ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' ہر پرہیزگار انسان کے لئے نماز قرب الہی کا وسیلہ ہے_(457)

معاویہ بن وھب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ بہترین وسیلہ جو بندوں کو خدا کے نزدیك کرتا ہے اور خدا اسے دوست رکھتا ہے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کی معرفت کے بعد میں نماز سے بہتر کوئي اور کسی چیز کو وسیلہ نہیں پاتا کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالی کے نیك بندے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' خدا نے مجھے جب تك زندہ ہوں نماز اور زکوۃ کی سفارش ہے_(458)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' اللہ تعالی کے نزدیك نماز محبوب ترین عمل ہے_ انبیاء کی آخری وصیت نماز ہے_ کتنا ہی اچھا ہے کہ انسان غسل کرے اور اچھی طرح وضوء کرے اس وقت ایك ایسے گوشہ میں بیٹھ جائے کہ اسے کوئي نہ دیکھے اور رکوع اور سجود میں مشغول ہوجائے جب انسان سجدے میں جائے اور سجدے کو طول دے تو شیطن داد اور فریاد کرتا ہے کہ اس بندے نے خدا کی اطاعت کی اور سجدہ کیا اور میں نے سجدے کرنے سے انکار کر دیا تھا_(459)

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' ایك بندہ کی خدا کے نزدیك ترین حالت اس وقت ہوتی ہے جب وہ سجدے میں ہوتا اس واسطے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ واسجد و اقترب_(460)

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''جب انسان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو آسمان سے اس پر اللہ تعالی کی رحمت نازل ہوتی ہے اور اس کے ارد گرد ملائکہ گھیرا کر لیتے ہیں ایك فرشتہ کہتا ہے کہ اگر یہ نماز کی ارزش اور قیمت کو جانتا تو کبھی نماز سے روگردانی نہ کرتا_(461)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے '' جب مومن بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو خداوند عالم نماز سے فارغ ہونے تك اس کی طرف نگاہ کرتا ہے اور آسمان سے اللہ تعالی کی رحمت اسے گھیر لیتی ہے اور فرشتے اس کے اردگرد گھیرا ڈال دیتے ہیں خداوند اس پر ایك فرشتے کو معین کر دیتا ہے جو اسے کہتا ہے کہ اے نماز پڑھتے والے اگر تو جان لیتا کہ تو کس کی توجہ کا مرکز ہے اور کس سے مناجات کر رہا ہے تو پھر تو کسی دوسری چیز کی طرف ہرگز توجہ نہ کرتا اور کبھی یہاں سے باہر نہ جاتا_(462)

نماز میں حضور قلب

نماز ایك ملکوتی اور معنوی مرکب ہے کہ جس کی ہر جزو میں ایك مصلحت اور راز مخفی ہے_ اللہ تعالی سے راز و نیاز انس محبت کا وسیلہ اور ارتباط ہے_ قرب الہی اور تکامل کا بہترین وسیلہ ہے_ مومن کے لئے معراج ہے برائیوں اور منکرات سے روکنی والی ہے_ معنویت اور روحانیت کا صاف اور شفاف چشمہ ہے جو بھی دن رات میں پانچ دفعہ اس میں جائے نفسانی آلودگی اور گندگی سے پاك ہو جاتا ہے اللہ تعالی کی بڑی امانت اور اعمال کے قبول ہونے کا معیار اور ترازو ہے_

نماز آسمانی راز و اسرار سے پر ایك طرح کا مرکب ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ اس میں روح اور زندگی ہو_ نماز کی روح حضور قلب اور معبود کی طرف توجہہ اور اس کے سامنے خضوع اور خشوع ہے_ رکوع اور سجود قرات اور ذکر تشہد اور سلام نماز کی شکل اور صورت کو تشکیل دیتے ہیں_ اللہ تعالی کی طرف توجہ اور حضور قلب نماز کے لئے روح کی مانند ہے_ جیسے جسم روح کے بغیر مردہ اور بے خاصیت ہے نماز بھی بغیر حضور قلب اور توجہ کے گرچہ تکلیف شرعی تو ساقط ہو جاتی ہے لیکن نماز پڑھنے والے کو اعلی مراتب تك نہیں پہنچاتی نماز کی سب سے زیادہ غرض اور غایت اللہ تعالی کی یاد اور ذکر کرنا ہوتا ہے_ خداوند عالم پیغمبر علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ '' نماز کو میری یاد کے لئے برپا کر_(464)

قرآن مجید میں نماز جمعہ کو بطور ذکر کہا گیا ہے یعنی '' اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو موجب نماز جمعہ کے لئے آواز دی جائي تو اللہ تعالی کے ذکر کی طرف جلدی کرو_(465)

نماز کے قبول ہونے کا معیار حضور قلب کی مقدار پر قرار پاتا ہے جتنا نماز میں حضور قلب ہوگا اتنا ہی نماز مورد قبول واقع ہوگي_ اسی لئے احادیث میں حضور قلب کی بہت زیادہ تاکید کی گئي ہے_ جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے ''کبھی آدھی نماز قبول ہوتی ہے اور کبھی تیسرا حصہ اور کبھی چوتھائي اور کبھی پانچواں حصہ

اور کبھی دسواں حصہ_ بعض نمازیں پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نماز پڑھنے والے کے سرپر مار دی جاتی ہے_ تیری نماز اتنی مقدر قبول کی جائیگی جتنی مقدار تو خدا کی طرف توجہ کرے گا_(466) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جب انسان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو خدا اس کی طرف توجہہ کرتا ہے اور اپنی توجہ کو اس سے نہیں ہٹاتا مگر جب تین دفعہ وہ خدا سے غافل ہو جائے اس وقت خداوند عالم بھی اس سے اعراض اور روگردانی کر لیتا ہے_(467)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' سستی اور بیہودہ حالت میں نماز نہ پڑھو_ نماز کی حالت میں اپنی فکر میں نہ رہو کیونکہ تم خدا کے سامنے کھڑے ہو_ جان لو کہ نماز سے اتنی مقدار قبول ہوتی ہے جتنی مقدار تیرا دل اللہ کی طرف توجہ کرے گا_ (46 8)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' جو بندہ نماز کی حالت میں خدا کے علاوہ کسی کی طرف متوجہ ہو تو خدا اس سے کہتا ہے کہ اے میرے بندے کس کا ارادہ کیا ہے اور کس کو طلب کرتے ہو؟ کیا میرے علاوہ کسی کو خالق اور حفاظت کرنے والا ڈھونڈتے ہو؟ کیا میرے علاوہ کسی کو بخشنے والا طلب کرتے ہو؟ جب کہ میں کریم اور بخشنے والوں سے زیادہ کریم اور بخشنے والا ہوں اور سب سے زیادہ عطا کرنے والا ہوں میں تمہیں اتنا ثواب دونگا کہ جسے شمار نہیں کیا سکے گا میری طرف توجہ کر کیونکہ میں اور میرے فرشتے تیری طرف توجہ کر رہے ہیں اگر نمازی نے خدا کی طرف توجہ کی تو اس دفعہ اس کے گزرے ہوئے گناہ مٹ جاتے ہیں اور اس نے دوسری دفعہ خدا کے علاوہ کسی طرف توجہہ کی تو خداوند عالم دوبارہ اسے سابقہ گفتگو کی طرح خطاب کرتا ہے اگر اس نے نماز کی طرف توجہ کر لی تو اس کا غفلت کرنے والا گناہ بخشنا جاتا ہے اور اس کے آثار زائل ہوجاتے ہیں اور اگر تیسری دفعہ نماز سے توجہہ ہٹا لے

خدا پھر بھی پہلے کی طرح اسے خطاب کرتا ہے اگر اس دفعہ نماز کی توجہ کر لے تو اس دفعہ اس کا غفلت والا گناہ بخش دیا جاتا ہے اور اگر چوتھی دفعہ نماز سے توجہ ہٹا لے تو خدا اور اس کے ملائکہ اس سے توجہ ہٹا لیتے ہیں_ خدا اس سے کہتا ہے کہ تجھے اسی کی طرف چھوڑے دیا ہے کہ جس کی طرف توجہ کر رہا ہے_(469)

نماز کی ارزش اور قیمت خدا کی طرف توجہ اور حضور قلب سے ہوتی ہے توجہ اور حضور قلب کی مقدار جتنا اسے باطنی صفا اور تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے_ بلا وجہ انبیاء علیہم السلام اور ائمہ اطہار اور اولیاء کرام نماز کو اتنی اہمیت نہیں دیتے تھے_ امیر المومنین علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو آپ کے بدن پر لزرہ طاری ہوجاتا تھا اور آپکے چہرے کا رنگ بدن جاتا تھا_

آپ سے تبدیلی اور اضطراب کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا ''کہ اس وقت اس امانت کے ادا کرنے کا وقت آپہنچا ہے جو آسمان اور زمین پر ڈالی گئي تھی لیکن وہ ڈرگئے تھے اور اس امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا لیکن انسان نے اس بڑے امانت کے اٹھانے کو قبول کر لیا تھا میرا خوف اس لئے ہے کہ آیا میں اس امانت کو ادا کر لونگا یا نہ؟ (470)

امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے احوال میں کہا گیا ہے کہ نماز کے وقت ان کے چہرے کا رنگ زرد اور سرخ ہو جاتا تھا اور نماز کی حالت میں اس طرح ہوتے تھے کہ گویا اس گفتگو کر رہے ہیں کہ جسے وہ دیکھ رہے ہیں_(471)

امام زین العابدین کے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوجاتا تھا اور ایك حقیر بندے کی طرح خدا کے سامنے کھڑے ہوتے تھے آپ کے بدن کے اعضاء خدا کے خوف سے لرزتے تھے اور آپ کی نماز ہمیشہ و داعی اور آخری نماز کی طرح ہوا کرتی تھی کہ گویا آپ اس کے بعد کوئي نماز نہیں پڑھ سکیں گے_(472)

حضرت زہرا علیہا السلام کے بارے میں ہے کہ نماز کی حالت میں سخت خوف کي وجہ سے آپ کی سانس رکنے لگ جاتی تھي_(473)

امام حسن علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے کہ نماز کی حالت میں آپ کا بدن مبارك لرزنے لگتا تھا اور جب بہشت یا دوزخ کی یاد کرتے تو اس طرح لوٹتے پوٹتے کہ جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو اللہ تعالی سے بہشت کی خواہش کرتے اور دوزخ سے پناہ مانگتے تھے_(474)

حضرت عائشےہ رسول خدا(ص) کے بارے میں فرماتی ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے گفتگو کر رہی ہوتی جب نماز کا وقت آیات تو آپ اس طرح منقلب ہوتے کہ گویا آپ مجھے نہیں پہچانتے اور میں انہیں نہیں پہچانتي_(475)

امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نماز کی حالت میں تھے کہ آپ کے کندھے سے عبا گر گئي لیکن آپ متوجہ نہیں ہوئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے اصحاب میں سے ایك نے عرض کی اے فرزند رسول(ص) آپ کی عباء نماز کی حالت میں گر گئي اور آپ نے توجہ نہیں کي؟ آپ نے فرمایا کہ افسوس ہو تم پر جانتے ہو کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہوا تھا؟ اس ذات کی توجہ نے مجھے

عباء کے گرنے کی توجہ سے روکا ہوا تھا_ کیا تم نہیں جانتے کہ بندہ کی نماز اتنی مقدار قبول ہوتی ہے کہ جتنا وہ خدا کی طرف حضور قلب رکھتا ہو_ اس نے عرض کی _ اے فرزند رسو ل(ص) پس ہم تو ہلاك ہوگئے؟ آپ نے فرمایا '' نہیں _ اگر تم نوافل پڑھو تو خدا ان کے وسیلے سے تمہاری نماز کو پورا کر دے گا_(476)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ نماز کی حالت میں آپ کا چہرہ متغیر ہوجاتا تھا اور آپ کے سینے سے غلفے کی طرح آواز اٹھتی ہوئي سنی جاتی تھی اور جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اس لباس کی طرح جو زمین پر گرا ہوا ہو حرکت نہیں کیا کرتے تھے_

حضور قلب کے مراتب

حضور قلب اول اللہ تعالی کی طرف توجہ کرنے کے مختلف درجات ہیں کہ ان میں سے بعض کامل اور دوسرے بعض زیادہ کامل ہیں_ عارف انسان آہستہ آہستہ ان درجات کو طے کرے تا کہ قرب اور شہود کے اعلی درجے اور عالیتر مقام کو حاصل کر لے_ یہ ایك طویل راستہ ہے اور متعدد مقامات رکھتا ہے کہ جس کی وضاحت مجه جیسے محروم انسان سے دور ہے دور سے دیکھتے والا جو حسرت کی آگ میں جل رہا ہے یہ اس کی قدرت اور طاقت سے خارج ہے لیکن اجمالی طور سے بعض مراتب کی طرف اشارہ کرتا ہوں شاید کہ عارف انسان کے لئے فائدہ مند ہو_

پہلا مرتبہ

یوں ہے کہ نماز پڑھنے والا تمام نماز یا نماز کے بعض حصے میں اجمالی طور سے توجہ کرے کہ خداوند عالم کے سامنے کھڑا ہوا ہے اور اس ذات کے ساتھ ہم کلام اور راز و نیاز کر رہا ہے گرچہ اسے الفاظ کے معانی کی طرف توجہ نہ بھی ہو اور تفضیلی طور سے نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے_

دوسرا مرتبہ

قلب کے حضور اور توجہ کا یوں ہونا کہ نمازی علاوہ اس کے کہ وہ نماز کی حالت میں اپنے آپ کو یوں جانے کہ خدا کے سامنے کھڑا اور آپ سے راز و نیاز کر رہا ہے ان کلمات کے معانی کی طرف بھی توجہ کرے جو پڑھ رہا ہے اور سمجھے کہ وہ خدا سے کیا کہہ رہا ہے اور کلمات اور الفاظ کو اس طرح ادا کرے کہ گویا ان کے معانی کو اپنے دل پر خطور دے رہا ہے مثل اس ماں کے جو الفاظ کے ذریعے اپنے فرزند کو معانی کو تعلیم دیتی ہے_

تیسرا مرتبہ

یہ ہے کہ نمازی تمام سابقہ مراتب بجا لاتے ہوئے تکبیر اور تسبیح تقدیس اور تحمید اور دیگر اذکار اور کلمات کی حقیقت کو خوب جانتا ہو اور ان کو علمی دلیلوں کے ذریعے پہچانتا ہو اور نماز کی حالت میں ان کی طرف متوجہ ہو اور خوف جانے کہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا چاہتا ہے اور کس ذات سے ہم کلام ہے_

چوتھے مرتبہ

یہ ہے کہ نمازی ان سابقہ مرحلوں کے ساتھ کلمات اور اذکار کے معانی اور معارف کو اچھی طرح اپنی ذات کے اندر سموئے اور کامل یقین اور ایمان کے درجے پر جا پہنچے اس حالت میں زبان دل کی پروی کرے گی اور دل چونکہ ان حقائق کا ایمان رکھتا ہے زبان کو ذکر کرنے پر آمادہ اور مجبور کرے گا_

پانچواں مرتبہ

یہ ہے کہ نمازی سابقہ تمام مراحل کے ساتھ کشف اور شہود اور حضور کامل تك جاپہنچے اللہ تعالی کے کمالات اور صفات کو اپنی باطنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے اور سوائے خدا کے اور کسی چیز کو نہ دیکھے یہاں تك کہ اپنے آپ اور اذکار اور افعال اور حرکات کی طرف بھی متوجہ نہ ہو خدا سے ہم کلام ہے یہاں تك کہ متکلم اور کلام سے بھی غافل ہے اپنے آپ کو بھی گم اور ختم کر چکا ہے_ اور اللہ تعالی کے جمال کے مشاہدے میں محو اور غرق ہے_ یہ مرتبہ پھر کئي مراتب اور درجات رکھتا ہے کہ عارف انسانوں کے لحاظ سے فرق کر جاتا ہے _ یہ مرتبہ ایك عمیق اور گہرا سمندر ہے بہتر یہی ہے کہ مجھ جیسا محروم انسان اس میں وارد نہ ہو اور اس کی وضاحت ان کے اہل اور مستحق لوگوں کی طرف منتقل کردے_ اللہم ارزقنا حلاوة ذكرك و مشاہدة جمالك

حضور قلب اور توجہ کے اسباب

جتنی مقدار حضور قلب اور توجہ کی ارزش اور قیمت زیادہ ہے اتنی مقدار یہ کام مشکل اور سخت دشوار بھی ہے _ جب انسان نماز میں مشغول ہوتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالنا شروع کردیتا ہے او ردل کو دائما ادھر ادھر لے جاتا ہے اور مختلف خیالات اور افکارمیں مشغول کر دیتا ہے_ اسی حالت میں انسان حساب کرنا شروع کر دیتا ہے بقشے بناتا ہے اور گذرے ہوئے اور آئندہ کے مسائل میں فکر کرنا شروع کر دیتا ہے_ علمی مطالب کو حل کرتا ہے اور بسا اوقات ایسے مسائل اور موضوعات کو کہ جن کو بالکل فراموش کر چکا ہے نماز کی حالت میں یاد کرتا ہے اور اس وقت اپنے آپ میں متوجہ ہوتا ہے کہ جب نماز ختم کر چکا ہوتا ہے اور اگر اس کے درمیان تھوڑا سا نماز کی فکر میں چلا بھی جائے تو اس سے فورا منصرف ہوجاتا ہے_
بہت سی تعجب اور افسوس کا مقام ہے _ کیا کریں کہ اس سرکش اور بیہودہ سوچنے والے نفس پر قابو پائیں کس طرح نماز کی حالت میں مختلف خیالات اور افکار کو اپنے آپ سے دور کریں اور صرف خدا کی یاد میں رہیں_ جن لوگوں نے یہ راستہ طے کر لیا ہے اور انہیں اس کی توفیق حاصل ہوئي ہے وہ ہماری بہتر طریقے سے راہنمایی کر سکتے ہیں_ بہتر یہ تھا کہ یہ قلم اور لکھنا اس ہاتھ میں ہوتا لیکن یہ حقیر اور محروم بھی چند مطالب کی طرف اشارہ کرتا ہے جو حضور قلب اور توجہہ کے فائدہ مند ہوں گے_

1_ گوشہ نشيني

اگر مستحب نماز یا فرادی نماز پڑھے تو بہتر ہے کہ کسی تنہائي کے مکان کو منتخب کرے کہ ج ہاں شور و شین نہ ہو اور وہاں کوئي فوٹو و غیرہ یا کوئي ایسی چیز نہ ہو کہ جو نمازی کو اپنی طرف متوجہ کرے اور عمومی جگہ پر نماز پڑھے اور اگر گھر میں نماز پڑھے تو بہتر ہے کہ کسی خاص گوشے کو منتخب کر لے اور ہمیشہ وہاں نماز پڑھتا رہے نماز کی حالت میں صرف سجدہ گاہ پر ن گاہ رکھے یا اپنی آنکھوں کو بند رکھے اور ان میں سے جو حضور قلب اور توجہہ کے لئے بہتر ہو اسے اختیار کرے اور بہتر یہ ہے کہ چھوٹے کمرے یا دیوار کے نزدیك نماز پڑھے کہ دیکھنے کے لئے زیادہ جگہ نہ ہو اور اگر نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھے تو پھر صرف سجدہ گاہ پر نگاہ کرے اور اگر پیش نماز بلند آواز سے قرات پڑھے تو اس کی قرائت کی طرف خوب توجہ کرے_

2_ رکاوٹ کا دور کرنا

نماز شروع کرنے سے پہلے جو حضور قلب اور توجہ کا مانع اور رکاوٹ ہے اسے دور کرے پھر نماز پڑھنے میں مشغول ہوجائے اور اگر پیشاب اور پاخانے کا زور ہو تو پہلے اس سے فارغ ہو جائے اس کے بعد وضو کرے اور نماز میں مشغول ہو اور اگر سخت بھوك اور پیاس لگی ہوئي ہو تو پہلے کھانا اور پانی پی لے اور اس کے بعد نماز پڑھے اور اگر پیٹ کھانے سے بھرا ہوا اور نماز پڑھنے کو دل نہ چاہتا ہو تو پھر ٹھہر جائے اور صبر کرے یہاں تك کہ نماز پڑھنے کو دل چاہنے لگے_

اور اگر زیادہ تھکاوٹ یا نیند کے غلبے سے نماز پڑھنے کو دل نہ چاہتا ہو_ تو پہلے اپنی تکاوٹ اور نیند کو دور کرے اس کے بعدنماز پڑھے_ اور اگر کسی مطلب کے واضح نہ ہونے یا کسی واقعہ کے رونما ہونے سے پریشان ہو اگر ممکن ہو تو پہلے اس پریشانی کے اسباب کو دور کرے اور پھر نماز میں مشغول ہو سب سے بڑی رکاوٹ دنیاوی امور سے محبت اور علاقہ اور دلبستگی ہوا کرتی ہے_ مال و متاع _ جاہ و جلال اور منصب و ریاست اہل و عیال یہ وہ چیزیں ہیں جو حضور قب کی رکاوٹ ہیں ان چیزوں سے محبت انسان کے افکار کو نماز کی حالت میں اپنی طرف مائل کر دیتے ہیں اور ذات الہی کی طرف متوجہ ہونے کو دور کر دیتے ہیں_ نماز کو ان امور سے قطع تعلق کرنا چاہئے تا کہ اس کی توجہ اور حضور قلب اللہ تعالی کی طرف آسان ہوجائے_

3_ قوت ایمان

انسان کی اللہ تعالی کی طرف توجہ اس کی معرفت اور شناخت کی مقدار کے برابر ہوتی ہے اگر کسی کا اللہ تعالی پر ایمان یقین کی حد تك پہنچا ہوا ہو اور اللہ تعالی کی قدرت اور عظمت اور علم اور حضور اور اس کے محیط ہونے کا پوری طرح یقین رکھتا ہو تو وہ قہر اللہ تعالی کے سامنے خضوع اور خشوع کرے گا_ اور اس غفلت اور فراموشی کی گنجائشے باقی نہیں رہے گي_ جو شخص خدا کو ہر جگہ حاضر اور ناظر جانتا ہو اور اپنے آپ کو اس ذات کے سامنے دیکھتا ہو تو نماز کی حالت میں جو ذات الہی سے ہم کلامی کی حالت ہوتی ہے کبھی بھی اللہ تعالی کی یاد سے غافل نہیں ہوگا_ جیسے اگر کوئي طاقت ور بادشاہ کے سامنے بات کر رہا ہو تو اس کے حواس اسی طرف متوجہ ہونگے اور جانتا ہے کہ کیا کہہ رہاہے اور کیا کر رہا ہے اگر کوئي اللہ

تعالى كو عظمت اور قدرت والا جانتا ہو تو پھر وہ نماز كى حالت ميں اس سے غافل نہيں ہوگا لہذا انسان كو اپنے ايمان اور معرفت الہى كو كامل اور قوى كرنا چاہئے تا كہ نماز ميں اسے زيادہ حضور قلب حاصل ہوسكے_

پيغمبر اكرم نے فرمايا ہے كہ '' خدا كى اس طرح عبادت كر كہ گويا تو اسے ديكھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہيں ديكھ رہا تو وہ تجھے ديكھ رہا ہے_(478)

ابان بن تغلب كہتے ہيں كہ ميں نے امام جعفر صادق عليہ السلام كى خدمت ميں عرض كيا كہ ميں نے امام زين العابدين عليہ السلام كو ديكھا ہے كہ آپ كا نماز ميں ايك رنگ آتا تھآ اور جاتا تھا؟ آپ نے فرمايا '' ہاں وہ اس معبود كو كہ جس كے سامنے كھڑے تھے كامل طور سے پہچانتے تھے_(479)

4_ موت كى ياد

حضور قلب اور توجہ كے پيدا ہونے كى حالت كا ايك سبب موت كا ياد كرنا ہو سكتا ہے اگر انسان مرنے كى فكر ہيں اور متوجہ ہو كہ موت كا كوئي وقت نہيں ہوتا ہر وقت اور ہر شرائط ميں موت كاواقع ہونا ممكن ہے يہاں تك كہ شايد يہى نماز اس كى آخرى نماز ہو تو اس حالت ميں وہ نماز كو غفلت سے نہيں پڑھے گا بہتر ہے كہ انسان نماز سے پہلے مرنے كى فكر ميں جائے اور يوں تصور كرے كہ اس كے مرنے كا وقت آ پہنچا ہے اور حضرت عزرائيل عليہ السلام اس كى روح قبض كرنے كے لئے حاضر ہو چكے ہيں تھوڑا سا وقت زيادہ نہيں رہ گيا اور اس كے اعمال كا دفتر اس كے بعد بند ہو جائيگا اور ابدى جہاں كى طرف روانہ ہوجائے گا وہاں اس كے اعمال كا حساب و كتاب ليا جائے گا جس كا نتيجہ يا ہميشہ كى سعادت اور اللہ تعالى كے مقرب بندوں كے ساتھ زندگى كرنا ہوگا اور يا بدبختى اور جہنم كے گڑھے ميں گر كر عذاب ميں مبتلا ہونا ہوگا_
اس طرح كى فرك اور مرنے كو سامنے لانے سے نماز ميں حضور قلب اور توجہ كى حالت بہتر كر سكے گا اور اپنے آپ كو خالق كائنات كے سامنے ديكھ رہا ہوگا اور نماز كو خضوع اور خشوع كى حالت ميں آخرى نمازسمجھ كر بجا لائيگا نماز كے شروع كرنے سے پہلے اس طرح اپنے آپ ميں حالت پيدا كرے اور نماز كے آخر تك يہى حالت باقى ركھے_

امام جعفر صادق عليہ السلام نے فرمايا ہے كہ '' واجب نماز كو اس كے وقت ميں اس طرح ادا كرو كہ وہ تمہارى وداعى اور آخرى نماز ہے اور يہ خوف رہے كہ شايد اس كے بعد نماز پڑھنے كى توفيق حاصل نہ ہو_ نماز پڑھنے كى حالت ميں سجدہ گاہ پر نگاہ ركھے اور اگر تجھے معلوم ہوجائے كہ تيرے نزديك كوئي تجھے ديكھ رہا ہے اور پھر تو نماز كو اچھى طرح پڑھنے لگے تو جان لے كہ تو اس ذات كے سامنے ہے جو تجھے ديكھ رہا ہے ليكن تو اس كو نہيں ديكھ رہا_(480)

5_ آمادگي

جب نمازى نے تمام ركاوٹيں دور كر لى ہوں تو پھر كسى خلوت اور تنہائي كي مناسب جگہ جا كر نماز پڑھنے كے لئے تيار ہوجائے اور نماز شروع كرنے سے پہلے اللہ تعالى كى بے پناہ عظمت اور قدرت اور اپنى ناتوانى اور كمزورى كو ياد كرے اور يہ ياد كرے كہ وہ پروردگار اور تمام چيزوں كے مالك كے سامنے كھڑا

ہے اور اس سے ہمکلام ہے_ ایسی عظیم ذات کے سامنے کھڑا ہے کہ جو تمام افکار یہاں تك کہ مخفی سوچ اور فکر کو جانتا ہے_ موت اور اعمال کے حساب اور کتاب بہشت اور دوزخ کو سامنے رکھے اور احتمال دے کہ شاید یہ اس کی آخری نماز ہو اپنی اس سوچ اور فکر اتنا زیادہ کرے کہ اس کی روح اس کی تابع اور مطیع ہوجائے اس وقت توجہ اور حضور قلب سے اذان اور اقامہ کہتے اور اس کے بعد نماز کی طرف مہیا ہونے والی یہ دعا پڑھے _ اللہم الیك توجہت و مرضاتك طلبت و ثوابك ابتقیت و بك امنت و علیك توکلت اللہم صل علی محمد و آلہ محمد و افتح مسامع قلبی لذکرك و ثبتنی علی دینك و دین نبیك و لا تزغ قلبی بعد اذ ہدیتنی و ہب لی من لدنك رحمۃ انك انت الوہاب اس دعا کے پڑھتے کے وقت ان کلمات کی معانی کی طرف توجہ کرے پھر یہ کہے _ یا محسن قد اتاك المسئي یا محسن احسن الي اگر حضور قلب اور توجہہ پیدا ہوجائے تو پھر تکبیر الاحرام کہے اور نماز میں مشغول ہوجائے اور اگر احساس ہوجائے کہ ابھی وہ حالت پیدا نہیں ہوئي تو پھر استغفار کرے اور شیطانی خیالات سے خداوند عالم سے پناہ مانگے اور اتنا اس کو تکرار کرے کہ اس میں وہ حالت پیدا ہوجائے تو اس وقت حضور قلب پیدا کر کے تکبیرۃ الاحرام کے معنی کی طرف توجہہ کرے نماز میں مشغول ہوجائے لیکن متوجہ رہے کہ وہ کس ذات سے ہمکلام ہے اور کیا کہہ رہا ہے اور متوجہ رہے کہ زبان اور دل ایك دوسرے کے ہمراہوں اور جھوٹ نہ بولے کیا جانتا ہے کہ اللہ اکبر کے معنی کیا ہیں؟ یعنی اللہ تعالی اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کی تعریف اور وصف کی جا سکے درست متوجہ رہے کہ کیا کہتا ہے آیا جو کہہ رہا ہے اس پر ایمان بھی رکھتا ہے_

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " جب تو نماز کے قصد سے قبلہ رخ کھڑا ہو تو دنیا اور جو کچھ اس میں ہے لوگوں اور ان کے حالات اور اعمال سب کو ایك دفعہ بھولا دے اور اپنے دل کو ہر قسم کے ایسے کام سے جو تجھے یاد خدا سے روکتے ہوں دل سے نکال دے اور اپنی باطنی آنکھ سے ذات الہی کی عظمت اور جلال کا مشاہدہ کر اور اپنے آپ کو خدا کے سامنے اس دن کے لئے حاضر جان کہ جس دن کے لئے تو نے اپنے اعمال اگلی دنیا کے لئے بھیجے ہیں اور وہ ظاہر ہونگے اور خدا کی طرف رجوع کریں گے اور نماز کی حالت میں خوف اور امید کے درمیان رہ تکبیرۃ الاحرام کہنے کے وقت جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے معمولی شمار کر کیونکہ جب نمازی تکبیرۃ الاحرام کہتا ہے خداوند عالم اسکے دل پر نگاہ کرتا ہے اگر تکبیر کی حقیقت کی طرف متوجہ نہ ہو تو اسے کہتا ہے اے جھوٹے_ مجھے دھوکا دینا چاہتا ہے؟ مجھے عزت اور جلال کی قسم میں تجھے اپنے ذکر کی لذت سے محروم کرونگا اور اپنے قرب اور اپنی مناجات کرنے کی لذت سے محروم کر دونگا_ (481)

درست ہے کہ نیت اور تکبرۃ الاحرام کے وقت اس طرح کی تیاری قلب کے حضور کے لئے بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہے لیکن سب سے مہم تر یہ ہے کہ ایسی حالت استمرار پیدا کرے اگر معمولی سے غفلت طاری ہوگئي تو انسان کی روح ادھر ادھر پرواز کرنے لگے گی اور حضور اور توجہہ خداوند عالم کی طرف سے ہٹ جائیگي_ لہذا نمازی کو تمام نماز کی حالت میں اپنے نفس کی مراقبت اور حفاظت کرنی چاہئے اور مختلف خیالات اور افکار کو روکنا چاہئے ہمیشہ اپنے آپ کو خدا کے سامنے حاضر سمجھے اور اس طرح نماز پڑھے کہ خدا کے ساتھ کلام کر رہا ہے اور اس کے سامنے رکوع اور سجود کر رہا ہے اور کوشش کرے کہ قرائت کرتے وقت

ان کے معانی کی طرف متوجہ رہے اور غور کرے کہ کیا کہہ رہا ہے اورکس عظیم ذات کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے اس حالت کو نماز کے آخر تك باقی رکھے گرچہ یہ کام بہت مشکل اور دشوار ہے لیکن نفس کی مراقبت اور کوشش کرنے سے آسان ہو سکتا ہے و الذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا اگر اسے اس کی ابتداء میں توفیق حاصل نہ ہو تو ناامید نہ ہو بلکہ بطور حتمی اور کوشش کر کے عمل میں وارد ہوتا کہ تدریجاً نفس پر تسلط حاصل کرلے_ مختلف خیالات کو دل سے نکالے اور اپنے آپ کو خدا کی طرف توجہ دے اگر ایك دن یا کئي ہفتے اور مہینے یہ ممکن نہ ہوا ہو تو مایوس اور نا امید نہ ہو اور کوشش کرے کیونکہ یہ بہرحال ایك ممکن کام ہے_ انسانوں کے درمیان ایسے بزرگ انسان تھے اور ہیں کہ جو اول نماز سے آخر نماز تك پورا حضور قلب رکھے تھے اور نماز کی حالت میں خدا کے علاوہ کسی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے تھے_ ہم بھی اس بلند و بالا مقام تك پہنچنے سے نا امید نہ ہوں اگر کامل مرتبہ تك نہیں پہنچے پائے تو کم از کم جتنا ممکن ہے اس تك پہنچ جائیں تو اتنا ہی ہمارے لئے غنیمت ہے_ (482)

دوم _ نوافل

پہلے بیان ہوچکا ہے کہ سیر اور سلوك اور اللہ تعالی سے تقرب کا بہترین راستہ نماز ہے_ اللہ تعالی انسان کی خلقت کی خصوصیت کے لحاظ سے اس کے تکامل اور کمال حاصل کرنے کے طریقوں کو دوسروں سے زیادہ بہتر جانتا ہے_ اللہ تعالی نے نماز کو بنایا ہے اور پیغمبر علیہ السلام کے ذریعے انسانوں کے اختیار میں دیا ہے تا کہ وہ اپنی سعادت اور کمال حاصل کرنے کے لئے اس سے فائدہ حاصل کریں _ نماز کسی خاص حد تك محدود نہیں ہے بلکہ اس سے ہر زمانے میں ہر مکان اور ہر شرائط میں فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے نماز کی دو قسمیں ہیں ایك واجب نمازیں اور دوسری مستحب نمازیں_

چہ نمازیں واجب ہیں پہلی پنجگانہ نمازیں یعنی دن اور رات میں پانچ نمازیں دوسری نماز آیات تیسری نماز میت چوتھی نماز اطراف پانچویں وہ نمازیں جو نذر یا قسم یا عہد سے انسان پر واجب ہوتی ہیں چھٹی باپ کی نمازیں جو بڑے لڑکے پر واجب ہیں_

پنجگانہ نمازیں تو تمام مکلفین مرد اور عورت پر واجب ہیں لیکن باقی نمازیں خاص زمانے اور خاص شرائط سے واجب ہوتی ہیں_ جو انسان اپنی سعادت اور کمال کا طالب ہے اس پر پہلے ضروری ہے کہ وہ واجب نمازوں کو اس طرح جس طرح بنائي گئي ہیں انجام دے_ اگر انہیں خلوص اور حضور قلب سے انجام دے تو یہ بہترین اللہ تعالی سے تقرب کا موجب ہوتی ہیں_ واجبات کو چھوڑ کر مستحبات کا بجا لانا تقرب کا سبب نہیں ہوتا_ اگر کوئي خیال کرے کہ فرائض اور واجبات کو چھوڑ کر مستحبات اور اذکار کے ذریعے تقرب یا مقامات عالیہ تك پہنچ سکتا ہے تو اس نے اشتباہ کیا ہے_ ہاں فرائض کے بعد نوافل اور مستحبات سے مقامات عالی اور تقرب الہی کو حاصل کر سکتا ہے_ دن اور رات کے نوافل پینتیں ہیں ظہر کی آٹھ ظہر سے پہلے اور عصر کی آٹھ عصر سے پہلے اور تہجد کی گیارہ رکعت ہیں_ احادیث کی کتابوں مینوافل کے پڑھنے کی تاکید کی گئي ہے اور انہیں واجب نمازوں کا متمم اور نقص کو پر کرنے والا بتلایا گیا ہے_ دن اور رات کی نوافل کے علاوہ بھی بعض نوافل خاص خاص زمانے اور مکان میں بجالانے کا کہا گیا ہے او ران کا ثواب بھی بیان کیا گیا ہے آپ مختلف مستحب نمازوں اور ان کّے ثواب اور ان کے فوائد اور اثرات کو حدیث اور دعا کی

کتابوں سے دیکھ سکتے ہیں اور نفس کے کمال تك پہنچنے میں ان سے استفادہ کرسکتے ہیں ان سے فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے_ اس کے علاوہ بھی ہر وقت ہر جگہ اور ہر حالت میں نماز پڑھنا مستحب ہے_

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا '' مستحب نمازیں مومن کے لئے تقرب کا سبب ہوا کرتی ہیں_ (483)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' کبھی آدھی اور کبھی تہائي اور چوتھائي نماز اوپر جاتی ہے_ یعنی قبول ہوتی ہے_ اتنی نماز اوپر جاتی ہے اور قبول ہوتی ہے کہ جتنی مقدار اس میں حضور قلب ہو اسی لئے مستحب نمازوں کے پڑھنے کا کہا گیا ہے تا کہ ان کے ذریعے جو نقصان واجب نماز میں رہ گیا ہے پورا کیا جائے_ (484)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و الہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' مومن بندہ میرے نزدیك محبوب ہے اور اس کے لئے واجبات پر عمل کرنے سے اور کوئي چیز بہتر نہیں ہے مستحبات کے بجالانے سے اتنا محبوب ہوجاتا ہے کہ گویا میں اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں کہ جس سے وہ دیکھتا ہے اور گویا میں اس کی زبان ہوجاتا ہوں کہ جس سے وہ بولتا ہے اور گویا میں اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں کہ جس سے وہ چیزوں کو پکڑتا ہے اور گویا میں اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں کہ جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھے پکارے تو میں قبول کرتا ہوں اور جواب دیتا ہوں اور اگر کوئي چیز مجھ سے مانگے تو اسے عطا کرتا ہوں میں نے کسی چیز میں تردید اور ٹھہراؤ پیدا نہیں کیا جتنا کہ مومن کی روح قبض کرنے میں کیا ہے وہ مرنے کو پسند نہیں کرتا اور میں بھی اس کا ناپسندی کو ناپسند کرتا ہوں_ (485)

سوّم_ تہجّد

مستحبات میں سے تہجد کی نماز کی بہت زیادہ فضیلت حاصل ہے قرآن مجید اور احادیث میں اس کی بہت زیادہ تاکید کی گئي ہے خداوند عالم کی ذ ات پیغمبر علیہ السلام کو فرماتا ہے کہ ''رات کو تھوڑے سے وقت میں تہجد کی نماز کے لئے کھڑا ہو یہ تیرے لئے مستحب ہے شاید خدا تجھے خاص مقام کے لئے مبعوث قرار دے دے_ (486)

اللہ تعالی اپنے خاص بندوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ '' کچھ لوگ رات کو اپنے پروردگار کے لئے سجدے اور قیام کے لئے رات گذارتے ہیں_ (487)

اللہ تعالی مومنین کی صفات میں یوں ذکر کرتا ہے کہ '' رات کو بستر سے اپنے آپ کو جدا کرتے ہیں اور امید اور خوف میں خدا کو پکارتے ہیں اور جو کچھ انہیں دیا گیا ہے خرچ کرتے ہیں کوئي نہیں جان سکتا کہ کتنی نعمتیں ہیں جو ان کی آنکھ کے روشنی اور ٹھنڈك کا موجب بنیں گی جنہیں ان کے اعمال کی جزاء کے طور پر محفوظ کیا جاچکا ہے_ (488)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے دنیا کو وحی کی ہے کہ اپنی خدمت کرنے والوں کو مصیبت اورمشقت میں ڈال اور جو ترك کر دے اس کی خدمت کر جب کوئي بندہ رات کی تاریکی میں اپنے خالق سے خلوت اور مناجات کرتا ہے تو خدا اس کے دل کو نورانی کردیتا ہے جب وہ کہتا ہے یا رب یا رب تو خدا کی طرف سے کہا جاتا ہے_ لبیك یا عبدي_ تو جو چاہتا ہے طلب کرتا کہ میں تجھے عطا کروں

مجه پر توکل اور آسرا کرتا کہ میں تجھے کفایت کروں اس کے بعد اپنے فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو کس طرح تاریکی میں میرے ساته مناجات کر رہا ہے جب کہ بیہودہ لوگ لہو اور لعب میں مشغول ہیں اور غافل انسان سوئے ہوئے ہیں تم گواہ رہو کہ میں نے اسے بخش دیا ہے_ (489)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرماتے ہیں کہ " جبرائیل مجھے تہجد کی نماز میں اتنی سفارش کر رہا تھا کہ میں نے گمان کیا کہ میری امت کے نیك بندے رات کو کبھی نہیں سوئیں گے_ (490)

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " آدھی رات میں دو رکعت نماز پڑھنا میرے نزدیك دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے_ (491)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " تہجد کی نماز شکل کو خوبصورت اور اخلاق کو اچھا اور انسان کو خوشبودار بناتی ہے اور رزق کو زیادہ کرتی ہے اور قرض کو ادا کراتی ہے اور غم اور اندوہ کو دور کرتی ہے اور آنکھوں کو روشنائي اور جلادیتی ہے_ (492)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " تہجد کی نماز اللہ تعالی کی خوشنودی اورملائکہ سے دوستی کا وسیلہ ہے_ تہجد کی نماز پیغمبروں کاطریقہ اور سنت اور ایمان اور معرفت کے لئے نور اور وشنی ہے_ کیونکہ تہجد کی نماز کے ذریعے ایمان قوی ہوتا ہے) بدن کو آرام دیتی ہے اور شیطان کو غضبناك کرتی ہے_ دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے دعا اور اعمال کے قبول ہونے کا ذریعہ ہے انسان کی روزی کو وسیع کرتی ہے_ نمازی اور ملك الموت کے درمیان شفیع ہوتی ہے_ قبر کے لئے چراغ اور فرش ہے اور منکر اور نکیر کا جواب ہے_ قبر میں قیامت تك مونس اور نمازی کی زیارت کرتی رہے گي_ جب قیامت برپا ہوگی تو نمازی پر سایہ کرے گی اس کے سرکا تاج اور اس کے بدن کا لباس ہوگي_ اس کے سامنے نور اور روشنی ہوگی اور جہنم اور دوزخ کی آگ کے سامنے نور اور روشنی ہوگی اور جہنم اور دوزخ کی آگ کے سامنے رکاوٹ بنے گي_ مومن کے لئے اللہ تعالی کے نزدیك حجت ہے اور میران میں اعمال کو بھاری اور سنگین کردے گی پل پر عبور کرنے کا حکم ہے اور بہشت کی چابی ہے کیونکہ نماز تکبیر اور حمد تسبیح اور تمجید تقدیس اور تعظیم قرات اور دعا ہے_ یقینا جب نماز وقت میں پڑھی جائے تو تمام اعمال سے افضل ہے_ (493)

تہجد کی نماز میں بہت زیادہ آیات اوراحادیث وارد ہوئي ہیں_ تہجد کی نماز کو پڑھنا پیغمبروں اور اولیاء خدا کا طریقہ اور سنت ہے_ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آئمہ اطہار نماز تہجد کے بارے میں خاص اہمیت اور توجہ اور عنایت رکھتے تھے_ اللہ کے اولیاء اور عرفاء شب کو ہمیشہ بجالانے سے اور سحر کیوقت دعا اور ذکر سے عالی مراتب تك پہنچے ہیں_ کتنا ہی اچھا اور بہتر اور لذت بخش ہے کہ انسان سحری کے وقت نیند سے بیدار ہوجائے اور نرم اور آرام وہ بستر کو چھوڑ دے اور وضوء کرے اور رات کی تاریکی میں جب کہ تمام آنکھیں نیند میں گم اور سوئي ہوئي ہیں اللہ تعالی کے حضور راز و نیاز کرے اور اس کے وسیلے روحانی معراج کے ذریعے بلندی کی طرف سفر کرے اور آسمان کے فرشتوں سے ہم آواز بنے اور تسبیح اور تہلیل تقدیس اور تمجید الہی میں مشغول ہوجائے اس حالت میں اس کا دل اللہ تعالی کے انوار اور

اشراقات مركز قرار اپائیگا اورخدائي جذب سے مقام قرب تك ترقی کرے گا (مبارك ہو ان لوگوں کو جو اس کے اہل ہے)

نماز شب کی کیفیت

تہجد کی نماز گیارہ رکعت ہے دو دو رکعت کر کے صبح کی نماز کی طرح پڑھی جائے باین معنی کہ اٹھ رکعت کو تہجد کی نیت سے اور دور رکعت نماز شفع کی نیت سے اور ایك رکعت نماز وتر کی نیت سے پڑھے_ کے لئے کچھ آداب اور شرائط بیان کئے گئے ہیں_ جنہیں دعاؤں اور احادیث کی کتابوں میں دیکھےا جا سکتا ہے_

چوتھا وسیلہ

جہاد اور شہادت

اسلام کو وسعت دینے اور کلمہ توحید کے بلند و بالا کرنے اسلام کی شوکت اور عزت سے دفاع کرنے قرآن کے احکام اور قوانین کی علمداری اور حاکمیت کو برقرار کرنے ظلم اور تعدی سے مقابلہ کرنے محروم اور مستضعفین کی حمایت کرنے کے لئے جہاد کرنا ایك بہت بڑی عبادت ہے اور نفس کے تکامل اور ذات الہی سے تقرب اور رجوع الی اللہ کا سبب ہے_ جہاد کی فضیلت میں بہت زیادہ روایات اور آیات وارد ہوئي ہیں_
خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ '' جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور اپنے وطن سے ہجرت کر لی ہے اور اپنے مال اور جان سے خدا کے راستے میں جہاد کرتے ہیں وہ اللہ کے نزدیك ایك بلند و بالا مقام اور رتبہ رکھتے ہیں اور وہی نجات پانے والے لوگ ہیں خدا انہیں اپنی رحمت اور رضوان اور بہشت کی کہ جس میں دائمی نعمتیں موجود ہیں خوشخبری اور بشارت دیتا ہے_ وہ بہشت میں ہمیشہ رہیں گے اور یقینا اللہ تعالی کے نزدیك یہ ایك بہت بڑی جزا اور ثواب ہے_ **(494)**
اللہ تعالی فرماتا ہے کہ '' اللہ تعالی نے مجاہدوں کو جہاد نہ کرنے والوں پر بہت زیادہ ثواب دیئے جانے میں برتری اور بلندی دی ہوئي ہے_ **(495)**

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' بہشت کا ایك دروازہ ہے کہ جس کا نام باب المجاہدین ہے_ جب مجاہد بہشت کی طرف روانہ ہوں گے تووہ دروازہ کھل جائیگا جب کے جانے والوں نے اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر ڈال رکھا ہو گا دوسرے لوگ قیامت کے مقام پر کھڑے ہونگے اور فرشتوں ان کا استقبال کریں گا_ **(496)**
پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے کہ '' ہر نیکی کے اوپر کوئي نہ کوئي اور نیك موجود ہے یہاں تك کہ انسان اللہ کے راستے میں مارا جائے کہ پھر اس سے بالاتر اور کوئي نیکی موجود نہیں ہے_ **(497)**
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جو شخص اللہ کے راستے میں شہادت پالے تو خداوند عالم سے اس کا کوئي یاد نہیں دلائے گا_ **(498)**

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " خداوند عالم شہید کو سات چیزیں عنایت فرمائیگا_ 1_ جب اس کے خون کا پہلا قطرہ بہتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے_ 2_ شہادت کے بعد اس کا سر دو حوروں کے دامن میں قرار دیتا ہے اور وہ اس کے چہرے سے غبار کو ہٹاتی ہیں اور کہتی ہیں_ تم پر شاباش ہو وہ بھی ان کے جواب میں ایسا کہتا ہے_ 3_ اسے بہشت کا لباس پہنایا جاتا ہے_ 4_ بہشت کے خزانچی اس کے لئے بہترین عطر اور خوشبو پیش کرتے ہیں کہ ان میں سے جسے چاہے انتخاب کرلے_ 5_ شہادت پانے کے وقت وہ اپنی جگہ بہشت میں دیکھتا ہے_ 6_ شہادت کے بعد اس کی روح کی خطاب ہوتا ہے کہ بہشت میں جس جگہ تیرا دل چاہتا ہے گردش کر_ 7_ شہید اللہ تعالی کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس میں ہر پیغمبر اور شہید کو آرام اور سکون ہے_(499)

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ " خداوند عالم مومنین کے جان اور مال کو خرید تا ہے تا کہ اس کے عوض انہیں بہشت عنایت فرمائے یہ وہ مومن ہیں جو اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں اور دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوجاتے ہیں یہ ان سے اللہ تعالی کا وعدہ ہے جو تو رات اور انجیل اور قرآن میں اللہ تعالی نے لکھ دیا ہے اور اللہ تعالی سے کون زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والا ہے؟ تمہیں یہ معاملہ مبارك ہو کہ جو تم نے خدا سے کر لیا ہوا ہے اور یہ ایك بڑی سعادت ہے_ (500)

قرآن مجید کی یہ آیت ایك بڑی لطیف اور خوش کن آیت ہے کہ جو لوگوں کو عجیب اور لطیف ارو ظریف انداز سے جہاد کا شوق دلاتی ہے _ ابتداء میں کہتی ہے _ کہ اللہ تعالی نے مومنین کے مال اور جان کو خرید لیا ہے اور اس کے عوض ان کو بہشت دیتا ہے یہ کتنا بہترین معاملہ ہے؟ اللہ تعالی جو غنی مطلق اور جہان کا مالك ہے وہ خریدار ہے اور فروخت کرنے والے مومنین ہیں جو خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں_ اور جن چیزوں پر معاملہ کیا ہے وہ مومنین کے مال اور جان ہیں اور اس معاملہ کا عوض بہشت ہے اس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ تورات اورانجیل اور قرآن یعنی تین آسمانی بڑی کتابیں ہیں جن میں اس طرح کا ان سے وعدہ درج کیا گیا ہے_ پھر خدا فرماتا ہے کہ کس کو پیدا کر سکتے ہو کہ اللہ تعالی سے وعدہ پر عمل کرے آخر میں خدا مومنین کو خوشخبری دیتا ہے کہ یہ ایك بہت بڑی نیك بختی اورسعادت ہے_

قرآن مجید ان لوگوں کے لئے جو خدا کے راستے میں شہید ہوجاتے ہیں مقامات عالیہ کو ثابت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ " ان لوگوں کو مردہ گمان نہ کرو جو اللہ کے راستے میں شہید ہوجاتے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالی کے ہاں روزی پاتے ہیں_ (501) لفظ عندہم جو اس آیت میں ہے وہ بلند و بالا مقام کی طرف اشارہ ہے مرنے کے بعد انسان کی روح کا زندہ رہنا شہیدکے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام انسان زندہ ہیں لیکن شہداء کی خصوصیت یہ ہے کہ شہید اللہ کے ہاں عالیترین مقامات اور درجات میں زندہ رہتا ہے اور انہیں مقامات عالیہ میں روزی دیا جاتا ہے اور یہ واضح ہے کہ ان مقامات میں روزی دیا جانا دوسروں کے ساتھ مساوی اور برابر نہیں ہے_ اللہ تعالی کے راستے میں شہادت بہت بڑی قیمت اور بڑی عبادت ہے_

عارف اس ممتاز راستے میں عالی مقامات تك جاپہنچتا ہے_ اس بزرگ عبادت کو دوسری عبادت سے دو چیزوں کی وجہ سے خصوصیت اورامتیاز حاصل ہے_ پہلي_ مجاہد انسان کی غرض اور غایت اپنے ذاتی مفاد اور لواحقین کے مفاد کو حاصل کرنا نہیں ہوتا وہ کوتاہ نظر اور خودخواہ نہیں ہوتا بلکہ وہ جہاں میں خدا خواہ

ہوا کرتا ہے_ مجاہد انسان کلمہ توحید اور اسلام کی ترویج اور وسعت کو چاہتا ہے اور ظلم اور ستم اور استکبار کے ساتھ مبارزہ اور جہاد کرتا ہے اور محروم طبقے اور مستضعفین سے دفاع کرتا ہے اور اجتماعی عدالت کے جاری ہونے کا طلبکار ہوتا ہے اور چونکہ یہ غرض سب سے بلند اور بالا ترین غرض ہے لہذا وہ اعلی درجات اور مراتب کو پالیتا ہے_

دوسری _ ایثار کی مقدار

مجاہد انسان اللہ تعالی سے تقرب اور اس کی ذات کی طرف سیر اور سلوك کے لئے ارزشمند اور قیمتی چیز کا سرمایہ ادا کرتا ہے اگر کوئي انسان صدقہ دیتا ہے تو تھوڑے سے مال سے درگذر اور صرف نظر کرتا ہے اور اگر عبادت کرتا ہے تو تھوڑا سا وقت اور طاقت اس میں خرچ کرتا ہے لیکن مجاہد انسان تمام چیزوں سے صرف نظر اور درگذر کرتا ہے اور سب سے بالاتر اپنی جان سے ہاتھ دھولیتا ہے اور اپنی تمام ہستی کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالی کے سپرد کر دیتا ہے_ مال اور جاہ و جلال مقام اور منصب اور اہل اور عیال اور رشتہ داروں سے صرف نظر کرتا ہے اور اپنی جان اور روح کو اپنے پروردگار کے سپرد کر دیتا ہے_ جس کام کو متدین اور عارف لوگ پوری عمر کرتے ہیں مجاہد انسان ان سب سے زیادہ تھوڑے سے وقت میں انجام دے دیتا ہے_ مجاہد انسان کی عظیم او رنورانی روح کے لئے مادیات اور مادی جہان تنگ ہوتا ہے اسی واسطے وہ شیر کی طرح مادی جہان کے پنجرے کو توڑتا ہے اور تیز پرواز کبوتر کی طرح وسیع عالم اور رضایت الہی کی طرف پرواز کرتا ہے اور اعلی مقامات اور مراتب تك اللہ تعالی کی طرف جاپہنچتا ہے_ اگر دوسرے اولیاء خدا ساری عمر میں تدریجاً محبت اور عشق اور شہود کے مقام تك پہنچتے ہیں تو مجاہد شہید ایك رات میں سو سال کا راستہ طے کر لیتا ہے اور مقام لقاء اللہ تك پہنچتا ہے _ اگر دوسرے لوگ ذکر اور ورد قیام اور قعود کے وسیلے سے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں_ تو اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرنے والا انسان زخم اور درد سختی اور تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اپنی جان کی قربانی دے کر اللہ تعالی کا تقرب ڈھونڈتا ہے_

ان دو میں بہت زیادہ فرق ہے_ جنگ اور جہاد کا میدان ایك خاص قسم کی نورانیت اور صفا اور معنویت رکھتا ہے_ شور و شغب اور عشق اور حرکت اور ایثار کا میدان ہے_ محبوب کے را ستے میں بازی لے جانے اور ہمیشگی زندگی کا میدان ہے_ مورچے میں بیٹھنے والوں کا زمزمہ ایك خاص نورانیت اور صفا اور جاذبیت رکھتا ہے کہ جس کی نظیر اور مثال مساجد اورمعابد میں بہت کم حاصل ہوتی ہے_

پانچواں وسیلہ

خدمت خلق اور احسان

خداوند عالم سے تقرب اور قرب صرف نماز روزہ حج اور زیارت ذکر اور دعا میں منحصر نہیں ہے اور نہ ہی مساجد اور معابد میں منحصر ہے بلکہ اجتماعی ذمہ داریوں کو انجام دینا اور احسان اور نیکوکاری مخلوق خدا کی خدمت کرنا بھی جب اس میں قصد قربت ہو تو وہ بھی بہترین عبادت ہے کہ جس کے ذریعے سے اپنے آپ کو بنانا اور نفس کی تکمیل کرنا اور نفس کی تربیت کرنا اور ذات الہی کے تقرب کا موجب ہوتا ہے_ اسلام کی

نگاہ میں اللہ کا قرب اور سیر و سلوك اور تعبد کے معنی لوگوں سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی نہیں ہے بلکہ اجتماعی ذمہ داریوں کو قبول کرتے ہوئے لوگوں میں رہ کر لوگوں کے ساتھ احسان اور نیکی انجام دینا اور مومنین کے ضروریات کو پورا کرنا اور انہیں خوش کرنا محروم طبقے کا دفاع مسلمانوں کے امور میں اہتمام کرنا اور ان کے مصائب کو دور کرنا اور خدا کے بندوں کی مدد کرنا یہ تمام اسلام کی نگاہ میں ایك بہت بڑی عبادتیں ہیں کہ جن کا ثواب حج اور عمرے کے کئي برابر زیادہ ہوتا ہے_ اس کے متعلق سینکڑوں احادیث پیغمبر اور ائمہ اطہار علیہم السلام سے وارد ہوئي ہیں _ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ '' اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میری مخلوق میرے عیال ہیں میرے نزدیك سب سے زیادہ محبوب انسان وہ ہے جو میری مخلوق پر مہربان ہو اور ان کے ضروریات کے بجا لانے میں زیادہ کوشش کرلے_ (502)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ '' لوگ اللہ کہ اہل و عیال ہیں اللہ کے نزدیك سب سے زیادہ محبوب انسان وہ ہے جو اللہ کے اہل و عیال کو فائدہ پہنچائے اور ان کے دلوں کو خوشنود کرے_ (503)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' کسی مومن کا کسی دوسرے مومن کے سامنے مسکرانا ایك حسنہ اور نیکی ہوا کرتا ہے اور اس کی تکلیف اور گرفتاری کو دور کرنا بھی ایك نیکی ہے خدا کسی ایسی چیز سے عبادت نہیں گیا کہ جو اس کے نزدیك مومن کے خوش کرنے سے زیادہ محبوب ہو_ (504)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' جو کسی مومن کو خوش کرے اس نے مجھے خوش کیا ہے اور جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو خوش کیا ہوا اس نے خدا کو خوش کیا ہے اور جس نے خدا کو خوش کیا ہو اور وہ جنت میں داخل ہوگا_ (505)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' ایك مومن کی حاجت اور ضرورت کو پورا کر دینا اللہ تعالی کے نزدیك بیس ایسے حج سے کہ جسمیں ایك لاکھ خرچ کیا ہو زیادہ محبوب ہے_ (506)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' مسلمان کی ضرورت اور حاجت کے پورے کرنے میں کوشش کرنا خانہ کعبہ کے ستر دفعہ طواف کرنے سے بہتر ہے_ (507)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' اللہ تعالی کے ایسے بندے ہیں جو لوگوں کو ان کی حاجات میں پناہ گاہ بنتے ہیں یہ وہ ہیں کہ جو قیامت میں اللہ تعالی کے عذاب سے محفوظ ہونگے_ (508)

جیسے کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ احسان نیکوکاری اللہ کے بندوں کی خدمت لوگوں کے مصائب دور کرنے میں کوشش اسلام کی نگاہ میں ایك بہت بڑی عبادت شمار ہوتے ہیں کہ اگر انسان اسے قصد قربت سے بجالائے تو یہ تکمیل نفس اور اس کی تربیت اور قرب الہی کا وسیلہ بنتا ہے_ افسوس کہ اکثر لوگ صحیح اسلام کو نہ پہچاننے کی وجہ سے اس بہت بڑی اسلامی عبادت سے غفلت برتتے ہیں اور عبادت اور قرب الہی کو فقط نماز روزہ دعا اور زیارت ذکر اور ورد میں منحصر جانتے ہیں_

چھٹا وسیلہ

دعا

تکمیل روح اور قرب خدا کی بہترین عبادت اور سبب دعا ہے اسی لئے خداوند عالم نے اپنے بندوں کو دعا کرنے کی دعوت دی ہے_ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے ''مجه سے مانگو اور دعا کرو تا کہ میں تمہیں عنایت کروں جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ بہت جلدی اور خواری کی حالت میں جہنم میں داخل ہونگے_ (509) پھر اللہ تعالی نے فرمایا ہے '' تضرع اور مخفی طور سے خدا سے مانگو یقینا خدا تجاوز اور ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا_ (510) اور فرمایا '' اے میرے بندو مجه سے سوال کرو ان سے کہہ دو کہ میں ان کے نزدیك ہوں اگر مجه پکاریں تو میں ان کا جواب دونگا_ (511)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' دعا عبادت کی روح اور مغز ہے_ (512)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' دعا عبادت ہے_ خدا فرماتا ہے کہ لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں_ خدا کو پکار اور یہ نہ کہہ کہ بس کام ختم ہوچکا ہے_ (513)

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' کبھی دعا کو ترك نہ کرو کیونکہ تم ایسا عمل پیدا نہیں کرو گے جو دعا سے زیادہ تقرب کا موجب ہو یہاں تك کہ معمولی چیزوں کو کبھی خدا سے طلب کرو اور ان کے معمولی ہونے کی وجہ سے دعا کرنے کو ترك نہ کرو کیونکہ معمولی چیزوں کا مالك بھی وہی ہے جو بڑے امور کا مالك ہے_ (514)

لہذا خدا کے بندے کو دعا کرنی چاہئے کیونکہ وہ تمام وجود میں خدا کا محتاج ہے بلکہ عین احتیاج اور فقر ہے اگر ایك لحظہ بھی اللہ تعالی کا فیض قطع ہو جائے تو وہ نابود ہوجائیگا_ جو کچه بھی بندے کو پہنچتا ہے وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے لہذا بندے کو اس تکوینی اور طبعی احتیاج کو زبان سے اظہار کرنا چاہئے اپنی احتیاج اور فقر اور بندگی کو عملی طور سے ثابت کرنا چاہئے اور اس کے سوا کوئي عبادت کا اور مفہوم اور معنی نہیں ہے_ انسان دعا کرنے کی حالت میں خدا کی یاد میں ہوتا ہے اور اس کے ساته راز اور نیاز کرتا ہے اور تضرع اور زاری جو عبادت کی رسم ہے غنی مطلق کے سامنے پیش کرتا ہے_

دنیا جہاں سے اپنے فقر اور احتیاج کو قطع کرتا ہے خیرات اور کمالات کے مرکز اور منبع کے ساته ارتباط برقرار کرتا ہے_ عالم احتیاج سے پرواز کرتا ہے اور اپنی باطنی آنکه سے جمال حق کا مشاہدہ کرتا ہے_ اس کے لئے دعا اور راز و نیاز کی حالت ایك لذیذ ترین اور بہترین حالت ہوتی ہے_ خدا کے نیك بندے اور اولیاء اسے کسی قیمت پر کسی قیمت سے معاملہ نہیں کرتے صحیفہ سجادیہ اور دوسری دعاؤں کی کتابوں کی طرف رجوع کیجئے کہ کس طرح ائمہ اطہار علیہم السلام راز و نیاز کرتے تھے_ خدا سے ارتباط اور دعا کی قبولیت کی امید دعا کرنے والے کے دل کو کس طرح آرام اور دل کو گرمی دیتی ہے_ اگر انسان مصائب اور مشکلات کے حل کے لئے خدا سے پناہ نہ مانگے تو کس طرح وہ مشکلات کا تحمل کر سکتا ہے اور زندگی کو گرم و نرم رکه سکتا ہے؟

دعا مومن کا ہتھیار ہے کہ جس کے وسیلے سے ناامید اور یاس کا مقابلہ کرتا ہے اور مشکلات کے حل کے لئے غیب کی خدا سے پناہ نہ مانگے تو کس طرح وہ مشکلات کا تحمل کر سکتا ہے اور زندگی کو گرم و نرم رکه سکتا ہے؟

دعا مومن کا ہتھیار ہے کہ جن کے وسیلے سے نا امیدی اورپاس کا مقابلہ کرتا ہے اور مشکلات کے حل کے لئے غیب طاقت سے مدد طلب کرتا ہے_ پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام ہمیشہ اس ہتھیار سے استفادہ کیا کرتے تھے اور مومنین کو ان سے استفادہ کرنے کی سفارش کیا کرتے تھے_
امام رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ " انبیاء کے ہتھیار سے فائدہ حاصل کرو_ پوچھا گیا کہ انبیاء کا ہتھیار کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ دعا_ (515)
امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " خدا اپنے بندوں میں اسے زیادہ دوست رکھتا ہے جو زیادہ دعا کرتا ہے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ سحر کے وقت سے لے کر سورج نکلنے تك دعا کیا کرو کیونکہ اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور لوگوں کا رزق تقسیم کیا جاتا ہے اور ان کی بڑی بڑی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں_ (516)
دعا ایك عبادت ہے بلکہ عبادت کی روح ہے اور آخرت میں اس کا اجر دیا جاتا ہے اور مومن کی معراج ہے اور عالم قدس کی طرف پرواز ہے روح کو کامل اور تربیت دیتی ہے اور قرب خدا تك پہنچاتی ہے_
رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " مومن کا ہتھیار دعا ہے اور دعا دین کا ستون اور زمین اور آسمان کا نور ہے_ (517) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "نیك بختی اور سعدت کی چابی دعا ہے_ بہترین دعا وہ ہے _ جو پاك اور تقوی والی دل سے ہو خدا سے مناجات کرنا نجات کا سب ہوتا ہے اور اخلاص کے ذریعے نجات حاصل ہوتی ہے جب مصائب اور گرفتاری میں شدت آجائے تو خدا اسے پناہ لینی چاہئے_ (518) لہذا دعا ایك ایسی عبادت ہے کہ اگر اس کے شرائط موجود ہوں اور درست واقع ہو تو نفس کے کمال تك پہنچنے اور قرب خدا کا موجب ہوتی ہے اور یہ اثر یقینی طور سے دعا پر مرتب ہوتا ہے_ اس لئے خدا کے بندے کو کسی حالت اور کسی شرائط میں اس بڑی عبادت سے غافل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ کسی وقت بھی بغیر اثر کے نہیں ہوا کرتی گرچہ اس کا فوری طور سے ظاہر بظاہر اثر مرتب نہ ہو رہا ہو_ ہو سکتا ہے کہ دعا کرنے والے کی خواہش اور سوال کو موخر کر دیا جائے یا دنیا میں بالکل پوری ہی نہ کی جائے لیکن ایسا ہونا بھی بغیر مصلحت کے نہ ہوگا_ کبھی مومن کی دنیاوی خواہش کے قبول کرنے میں واقعاً مصلحت نہیں ہوتی _ خداوند عالم بندے کی مصلحتوں کو اس سے زیادہ بہتر جانتا ہے لیکن بندے کو ہمیشہ اپنے احتیاج اور فقر کے ہاتھ کو قادر مطلق کے سامنے پھیلاتے رہنا چاہئے اور اپنی حاجتوں کو پورا کیا جائیگا لیکن خدا کبھی مصلحت دیکھتا ہے کہ اپنی بندے کی حاجت کو موخر کر دے تا کہ وہ اللہ تعالی سے زیادہ راز و نیاز اور مناجات کرے اور وہ اعلی مقامات اور درجات تك جا پہنچے اور کبھی اللہ تعالی اپنے بندے کی مصلحت اس میں دیکھتا ہے کہ اس کی حاجت کو اس دنیا میں پورا نہ کیا جائے تا کہ ہمیشہ وہ خدا کی یاد میں رہے اور آخرت کے جہان میں اس کو بہتر اجر اور ثواب عنایت فرمائے_
رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ " خدا اس بندے پر اپنی رحمت نازل کرے_ جو اپنی کو خدا سے طلب کرے اور دعا کرنے میں اصرار کرے خواہ اس کی حاجتیں پوری کی جائیں یا پوری نہ کی جائیں آپ نے اس وقت یہ آیت تلاوت کی وادعوا ربی عسی الا اکون بدعا ربی شقیاً_ (519)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' کبھی مومن اپنی حاجت کو خدا سے طلب کرتا ہے لیکن خدا اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میری بندے کی حاجت کے پورے کئے جانے کو موخر کر دو کیونکہ دوست رکھتا ہے کہ اپنے بندے کی آواز اور دعا کو زیادہ سنتا رہے پس قیامت میں اس سے کہے گا اے میرے بندے تو نے مجه سے طلب کیا تھا لیکن میں نے تیرے قبول کئے جانے کو موخر کر دیا تھا اب اس کے عوض فلاں ثواب اور فلاں ثواب تجھے عطا کرتا ہوں اسی طرح فلانی دعا اور فلانی دعا_ اس وقت مومن آرزو کرے گا کہ کاش میری کوئي بھی دعا دنیا میں قبول نہ کی جاتی یہ اس لئے تمنا کرتا ہے_ جب وہ آخرت کا ثواب دیکھتا ہے_ (520) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے _ دعا کے آداب کو حفظ کر اور متوجہ رہ کہ کس کے ساته بات کر رہا ہے اور کس طرح اس سے سوال کر رہا ہے اور کس لئے اس سے سوال کرتا ہے_ اللہ تعالی کی عظمت اور بزرگی کو یاد کر اور اپنے دل میں جھانك اور مشاہدہ کر کہ جو کچه تو دل میں رکھتا ہے_ خدا اسے جانتا ہے اور تیرے دل کے اسرار سے آگاہ ہے تیرے دل میں جو حق یا باطل پنہاں اور چھپا ہوا ہے اس سے مطلع ہے اپنی ہلاکت اور نجات کے راستے کو معلوم کر کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا سے ایسی چیز کو طلب کرے کہ جس میں تیری ہلاکت ہو جب کہ تو خیال کرتا ہے کہ اس میں تیری نجات ہے_

خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ '' کبھی انسان خیر کی جگہ اپنے شر کو چاہتا ہے انسان اپنے کاموں میں جلد باز اور جلدی کرنے والا ہے_ پس ٹھیك فکر کر کہ خدا سے کس کا سوال کر رہا ہے اور کس لئے طلب کر رہا ہے_ دعا اپنے دل کو پروردگار کے مشاہدے کے لئے پگھلانا ہے_ اور اپنے تمام اختیارات کو چھوڑنا اور تمام کاموں کو اللہ تعالی کے انتظار میں نہ رہ کیونکہ خدا تیرے راز اور سب سے زیادہ مخفی راز سے بھی آگاہ اور مطلع ہے_ شاید تو خدا سے ایسی چیز طلب کر رہا ہے جب کہ تیری نیت اس کے خلاف ہے_ (521)

ساتواں وسیلہ

روزہ

تزکیہ نفس اور اس کی پاك کرنے اور خودسازی کے لئے ایك بہت بڑی عبادت کہ جس کے بہت زیادہ اثرات پائے جاتے ہیں وہ روزہ ہے_ روزے یك فضیلت میں بہت زیادہ احادیث وارد ہوئي ہیں جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ '' روزہ جہنم کی آگ سے حفاظت کرنے والی ڈھال ہے_(522)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' خدا فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دونگا_ (523)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' روزہ رکھنے والا بہشت میں پھرتا ہے اور فائدہ حاصل کرتاہ ے اس کے لئے فرشتے افطار کرنے تك دعا کرتے ہیں_ (524)

پیغمبر علیہ السلامم نے فرمایا ہے کہ '' جو شخص ثواب کے لئے ایك مستحبی روزہ رکھے اس کے لئے بخشا جانا واجب ہے_ (255) حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' روزہ دار کا سونا بھی عباد ہے اور اس کا چپ رہنا تسبیح ہے_ اور اس کا عمل مقبول اور اس کی دعا قبول کی جاتی ہے_ (526)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ '' اللہ تعالی فرماتا ہے نیك بندوں کے اعمال دس برابر سے سات سو برابر ثواب رکھتے ہیں سوائے روزے کہ جو میرے لئے مخصوص ہو تو اس کی جزاء میں دونگا پس روزے کا ثواب صرف خدا جانتا ہے_ (527)
امیر المومنین علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے معراج کی رات فرمایا _ ''اے میرے خالق_ پہلی عبادت کونسی ہے تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ پہلی عبادت ساکت رہنا اورروزے _ پیغمبر علیہ السلام نے عرض کی اے میرے خالق روزہ کا اثر کونسا ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا کہ روزے کا اثر دانائي ہے اور دانائي معرفت کا سبب ہوتی ہے_ اور معرفت یقین کا سبب بنتی ہے اور جب انسان یقین کے مرتبے تك پہنچتا ہے تو پھر اس کو کوئي پرواہ نہیں کہ وہ سختی میں یا آرام میں زندگی کرے_ (528)
روزہ ایك خاص عبادت ہے کہ جس میں دو پہلو نفی اور ثبات موجود ہوتے ہیں پہلا اپنے نفس کو کھانے پینے اور عزیز لذت سے جو شرعا جائز ہے روکنا اور محافظت کرنا_ اسی طرح خدا اور رسول پر جھوٹ نہ باندھنا اور بعض دوسری چیزوں کو ترك کرنا ہوتا ہے_ دوسرا_ قصد قربت اور اخلاص کو جو در حقیقت اس عبادت کے روح کے بمنزلہ ہے_ روزے کی حقیقت نفس کو روکنا اورمادی لذات سے حتمی طور سے قصد قربت سے محافظت کرنا ہوتا ہے_ کھانا پینا جنسی عمل خدا اور رسول پر جھوٹ باندھنا روزے کو باطل کردیتے ہیں فقہی کتابوں میں روزے کی یوں تعریف کی گئي ہے کہ اگر کوئي ان امور یعنی کھانے پینے جماع خدا اور رسول پر جھوٹ باندھے _ انزال مني_ حقنہ کرنا_ غسل ارتماسی _ جنابت پر باقی رہنا کو قصد قربت سے ترك کرے تو اس کی عبادت صحیح ہے اور اس کی قضاء اور کفارہ نہیں بتلایا گیا ہے بلکہ روزہ اس سے زیادہ وسیع معنی میں بیان کیا گیا ہے_ حدیث میں آیا ہے کہ روزہ صرف کھانے پینے کے ترك کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقی روزہ دار وہ ہے کہ حس کے تمام اعضاء اور جوارح گناہوں کو ترك کریں یعنی آنکہ آنکھوں کے گناہوں سے اسی طرح زبان اور کان ہاتہ پاؤں اور دوسرے اعضاء اپنے اپنے گناہوں کو ترك کریں ایسا روزہ اللہ کے خاص بندوں کا ہے_

اس سے بلند اور بالا ایك وہ روزہ ہے جو خاص الخاص لوگوں کا روزہ ہے اور وہ ان چیزوں کے ترك کرنے کے علاوہ اپنے دل کو ہر اس خیال اور فکر سے فارغ کردے جو خدا کی یاد سے روکے اور ہمیشہ خدا کی یاد میں رہے اور اسے حاضر اور ناظر جانے اور اپنے آپ کو خدا کا مہمان جانے اور اپنے آپ کو خدا کی ملاقات کے لئے آمادہ کرے_ نمونے کے طور پر اس حدیث کی طرف توجہ کیجئے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں روزہ صرف کھانے اور پینے کو ترك کرنے سے حاصل نہیں ہوتا_ جب روزہ رکھے تو پھر کان اور آنکہ اور زبان اور شکم اور شرمگاہ کو بھی گناہوں سے محفوظ کرے اور ساکت رہے سوائے نیکی اور مفید کلام کے بات کرنے سے رکا رہے اور اپنی خدمت کرنے والوں اور نوکروں سے نرمی کرے جتنا ہو سکتا ہے ساکت رہے سوائے خدا کے ذکر کے اور اس طرح نہ ہو کہ روزے والا دن اس طرح کا ہو کہ جس دن روزہ نہ رکھا ہوا ہو _ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہے جو شخص ماہ رمضان کا روزہ ساکت ہو کر رکھے اور کان اور آنکہ اور زبان اور شرمگاہ اور دوسرے بدن کے اعضاء کو

جھوٹ اور حرام اور غیبت سے اللہ کے تقرب کی نیت سے روکے رکھے تو وہ روزہ اس کے تقرب کا اس طرح سبب بنے گا کہ گویا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم نشین ہو_

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " روزہ صر ف نہ کھانے اور پینے کا نام نہیں ہے_ (529) بلکہ اس کے شرائط ہیں کہ ان کی محافظت کرنی چاہئے تا کہ روزہ کامل اور تام ہو سکے وہ ہے سکوت اور چپ رہنا_ کیا تم نے حضرت مریم علیہا السلام کی بات نہیںسنی کہ جو آپ نے لوگوں کے جواب میں کہا تھا کہ میں نے اللہ تعالی کے لئے نذر کی ہوئي ہے کہ آج کے دن کسی سے بات نہ کروں یعنی چونکہ روزے سے ہوں مجھے چپ رہنا چاہئے لہذا جب تم روزہ رکھو تو اپنی زبان کو جھوٹ بولنے سے روکو_ اور غصہ نہ کرو_ گالیاں نہ دو بری باتیں نہ کرو_ جھگڑا اور لڑائي نہ کرو_ ظلم اور ستم سے پرہیز کرو_ جہالت اور بد اخلاقی اور ایك دوسرے سے دوری سے پرہیز کرو_ اللہ تعالی کے ذکر اور نماز سے غافل نہ رہو_ سکوت اور تعقل اور صبر و صدق اور برے لوگوں سے دوری کا خیال کرو_ باطل کلام جھوٹ بہتان دشمنی سوء ظن غیبت چغل خوری سے اجتناب کرو_ اور آخرت کی طرف توجہ رکھو اور اس دن کے آنے کے انتظار میں رہو کہ جس دن خدا کا وعدہ پورا ہوگا اور اللہ تعالی کی ملاقات کا سامان مہیا کرو_ آرام اور وقار خشوع خضوغ ذلت کہ جب کوئي بندہ اپنے مولی سے ڈرتا ہے اس کی رعایت کرو_ خوف اور امید خوف اور ترس کی حالت میں رہو اور اگر اپنے دل کو عیبوں سے اور باطل کو دھوکا دینے سے اور بدن کو کثافت سے پاك اور صاف کرو_ اللہ تعالی کے علاوہ ہر ایك چیز سے بیزاری کرو_ اور اللہ کی حکومت کو روزے کے وسیلے سے اور ظاہر اور باطن کو جس سے خدا نے منع کیا ہے خالی کرنے سے قبول کر لیا اور اللہ تعالی سے خوف اور خشیت کو ظاہر اور باطن میں ادا کیا اور روزہ کے دنوں اپنے نفس کو خدا کے لئے بخش دیا اور اپنے دل کو خدا کے لئے خالی کر دیا اور اسے حکم دیا تا کہ وہ اللہ تعالی کے احکام پر عمل کرے اگر اس طرح اور اس کیفیت سے روزہ رکھا تو پھر تو واقعا روزہ دار ہے اور اپنے وظیفہ پر عمل کیا ہے اور ان چیزوں میں جتنی کمی اکرو گے اتناہی تیرا روزہ ناقص ہوجائیگا کیونکہ روزہ رکھنا صرف نہ کھانے اور پینے سے نہیں ہوتا بلکہ خدا نے روزے کو تمام افعال اور اقوال جو روزے کو باطل کردیتے ہیں حجاب اور مانع قرار دیا ہے پس روزے رکھنے والے کتنے تھوڑے ہیں اور بھوکے رہنے والے بہت زیادہ ہیں_ (530)

اپنے آپ کو سنوار نے میں روزے کا کردار

اگر روزے کو اسی طرح رکھا جائے کہ جس طرح پیغمبر اسلام نے چاہا ہے اور اسی کیفیت اور شرائط سے بجالا جائے کہ جو شرعیت نے معین کیا ہے تو پھر روزہ ایك بہت بڑی قیمتی اور مہم عبادت ہے اور نفس کے پاك کرنے میں بہت زیادہ اثر کرتا ہے روزہ ہر حالت میں نفس کو گناہوں اور برے اخلاق سے خالی کرنے اور نفس کو کامل اور زینت دیئے جانے والے اور اللہ تعالی کے اشراقات سے استفادہ کرنے میں کامل طور سے موثر ہوتا ہے_ روزہ رکھنے والا گناہوں کے ترك کرنے کے وسیلے سے نفس امارہ پر کنٹرول کر کے اپنے قابو میں رکھتا ہے_ روزے کے دن گناہوں کے ترك کرنے سے نفس کی ریاضت اور عملی تجربے کا زمانہ

ہوتا ہے_ اس زمانے میں نفس کو گناہوں اور کثافت سے پاك کرنے کے علاوہ جائز لذات کھانے پینے سے بھی چشم پوشی کرتا ہے اور اس وسیلے سے اپنے نفس کو صفا اور نورانیت بخشتا ہے کیونکہ بھوك باطن کے صفا اور خدا کی طرف توجہہ کا سبب ہوتی ہے_ انسان بھوك کی حالت میں غالباً خوش حالی کی حالت پیدا کر لیتا ہے کہ جو پیٹ بھری حالت میں اسے حاصل نہیں ہوتي_ خلاصہ روزہ تقوی حاصل کرنے میں بہت زیادہ تاثیر رکھتا ہے اسی لئے قرآن مجید میں تقوی حاصل کرنے کو روزے کے واجب قرار دینی کی غرض بتلایا گیا ہے_ قرآن میں ہے _ ''اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے روزہ تم پر واجب کیا گیا ہے جیسے کہ پہلے لوگوں پر واجب کیا گیا تا کہ تھا تم اس وسیلے سے صاحب تقوی ہو جاؤ_ (531) جو شخص ماہ رمضان میں روز رکھے اور چونکہ روزہ دار پورے مہینے میں گناہوں اور برے اخلاق سے پرہیز کرتا ہے اور اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے تو وہ ماہ رمضان کے بعد بھی گناہوں کے ترك کرنے کی حالت کو باقی رکھے گا_

یہاں تك جو کچھ کہااور لکھا گیا ہے وہ روزے کا نفس انسانی کے پاك کرنے اور نفس کو گناہوں اور کثافتوں سے صاف کرنے کا اثر لیکن روزہ کچھ مثبت اثرات بھی رکھتا ہے جو نفس کو کمال تك پہنچنے اور باطن کے خوشمنا ہونے اور ذات الہی تك تقرب کا موجب اور سبب بنتا ہے _ جیسے_

1_ روزہ یعنی نفس کو مخصوص مفطرات سے روکنا ایك ایسی عبادت ہے کہ جس میں اخلاص اور قصد قربت سے نفس کی تکمیل اور تربیت ہوتی ہے اور قرب الہی کا دوسری عبادتوں کی طرح سبب بنتی ہے_

2_ گناہوں اور اور لذات کے ترك کرنے سے روزہ دار کا دل صاف اور پاك ہو جاتا ہے اور خدا کے سوا ہر فکر اور ذکر سے فارغ ہوجاتا ہے اس وسیلے سے اللہ تعالی کے اشراقات اور افاضات اور القاء اللہ کی استعداد اور قابلیت پیدا کر لیتا ہے اور اس حالت میں اللہ تعالی کے الطاف اور عنایات اسے شامل حال ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالی کے جذبے سے قرب الہی کو حاصل کر لیتا ہے_ اسی لئے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ روزے دار کا سانس لینا اور سونا بھی ثواب اور عبادت ہے_

3_ روزے کے دن عبادت اور نماز اور دعا اور قرآن پڑھنے ذکر اور خیرات اور مبرات کے بہترین دن ہوتی ہیں کیونکہ نفس حضور قلب اور اخلاص اور اللہ تعالی کی طرف توجہ کرنے کے لئے دوسرے دلوں سے زیادہ آمادہ اور حاضر ہوتا ہے_ ماہ رمضان عبادت کی بہار اور خدا کی طرف توجہ کرنے کے لئے بہترین وقت ہوا کرتا ہے اسی لئے احادیث میں ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تھا تو امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے فرزند سے سفارش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ '' عبادت کرنے میں کوشش کرو کیونکہ اس مہینے میں رزق تقسیم کیا جاتا ہے_ اور اجل اور موت لکھی جاتی ہے_ اس میں وہ لوگ جو خدا کے پاس جائیں گے لکھے جاتے ہیں_ ماہ رمضان میں تك ایك رات ایسی کہ جس میں عبادت کرنا ہزار مہینے سے زیادہ افضل ہے_ (532)

امیرالمومنین نے لوگوں سے فریاد کہ '' ماہ رمضان میں دعا زیادہ کیاکرو اور توبہ اور استغفار کرو کیونکہ دعا کے وسیلے سے تم سے مصیبتیں دور کی جائیں گی اور توبہ اور استغفار کے ذریعے سے تمہارے گناہ مٹ جائیں گے_ (533)

امیرالمومنین نے روایت کی ہے کہ '' رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایك دن ہمارے لئے خطبہ بیان

کیا اور اس میں فرمایا لوگو_ ماہ رمضان کا مہینہ برکت اور رحمت اور مغفرت کی ساتھ تمہارے طرف آیا ہے یہ مہینہ دوسرے مہینوں سے خدا کے نزدیك بہترین مہینہ ہے_ اس کے دن دونوں سے بہترین دن ہیں اور راتیں راتوں میں سے بہترین راتیں ہیں اس کی گھڑیاں گھڑیوں میں سے بہترین گھڑیاں ہیں یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس میں تم خدا کی طرف اس میں دعوت دیئے گئے ہو اور اللہ تعالی کی نزدیك صاحب کرامت قرار دیئے گئے ہو_ اس میں تمہارا سانس لینا تسبیح کا ثواب رکھتا ہے اور تمہارا سونا عبادت کا ثواب رکھتا ہے_ اس مہینے میں تمہارے اعمال قبول کئے جاتے ہیں اور تمہاری دعائیں قبول کی جاتی ہیں پس تم سچی نیت اور پاك دل سے خدا کو پکارو کہ اس نے تمہیں اس میں روزہ رکھتے اور قرآن پڑھنے کی توفیق عنایت فرمائي ہے کیونکہ بدبخت اور شقی ترین وہ شخص ہے جو اس بزرگ مہینے میں اللہ تعالی کے بخشنے جانے سے محروم رہے اس میں اپنی بھوك اور پیاس سے قیامت کی بھوك اور پیاس کو یاد کرو_ فقراء اور مساکین کو صدقہ دو اور بڑوں کا احترام کرو اور اپنے سے چھوٹوں پر رحم کرو_ اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو_ اپنی زبان کی حفاظت کرو اور حرام چیزوں سے اپنی آنکھوں کو بندہ کرو اور کانوں کو احرام کے سننے سے بند کرو_ یتیموں پر رحم اور مہربانی کرو_ اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو_ اور نماز کے اوقات میں اپنے ہاتھوں کو دعا کرنے کے لئے بلند کرو کیونکہ یہ وقت بہترین وقت ہے کہ خدا لوگوں پر رحمت کی نگاہ ڈالتا ہے اور ان کی مناجات کو قبول کرتا ہے اور ان کی پکار پر لبیك کہتا ہے جب کوئي سوال کرے اسے عطا کرتا ہے اور اس کی دعا کو قبول کرتا ہے_ لوگو تمہاری جانیں تمہارے اعمال کے مقابلے میں گروہی میں پس استغفار کے ذریعے انہیں آزاد کراؤ_

تمہاری پشت گناہوں کی وجہ سے سنگین ہوچکی ہے طویل سجدوں سے اس بار سنگین کو ہلکار کرو اور جان لو کہ خدا نے اپنے عزت کی قسم کھا رکھی ہے کہ نماز پڑھنے اور سجدہ کرنے والوں کو عذاب نہ کرے اور ان کو قیامت کے دن جہنم کی آگ سے ڈرائے_

لوگو جو شخص اس مہینے میں روزہ دار کو افطاری کرائے اسے ایك بندے کے آزاد کرنے کا ثواب دیا جائیگا اور گذرے ہوئے گناہوں کو معاف کردیا جائیگا_ کہا گیا_ یا رسول اللہ_ ہم تمام افطاری دینے پر قدرت نہیں رکھتے _ آپ نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایك ٹکڑا یا پانی کا ایك گھونٹ پلانا ہی کیوں نہ ہو _ لوگو جو شخص اس مہینے میں اپنے اخلاق کو اچھا کرے قیامت کے دل پل صراط سے عبور کرے گا_ اور خدا اسے آزاد کرے گا_ جو شخص اس مہینے میں کسی بندے کے کام کو آسان کردے خداوند عالم قیامت کی دن اس کے کام کو آسان کردے گا_ جو شخص اس مہینے میں اپنی برائي کو لوگوں سے روکے خدا قیامت کے دن اپنے غضب کو اس سے روکے گا_ جو شخص کسی یتیم کی عزت کرے خدا قیامت کے دن اسے اپنی رحمت سے متصل کرے گا جو شخص قطع رحمی کرے خدا قیامت کے دن اس سے اپنی رحمت کو قطع کردے گا_ جو شخص اس مہینے میں مستحب نمازیں پڑھے خدا اس کے لئے جہنم سے برات لکھ دے گا_ جو شخص اس مہینے میں مجھ پر زیادہ درود بھیجے خدا اس کے نامہ اعمال کے ترازو کو بھاری قرار دے گا_ جو شخص اس مہینے میں قرآن کی ایك آیت پڑھے اس کو ایك قرآن کے ختم کرنے کا جو دوسرے مہینوں میں پڑھے گا ثواب دیا جائیگا_ لوگو اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اللہ تعالی سے طلب

کرو کہ وہ تم پر بند نہ کرے _ اس مہینے میں دوزخ کے دروازے بند کردیئےاتے ہیں_ خدا سے طلب کرو کہ وہ تم پر کھول نہ دیئے جائیں_ اس مہینے میں شیطانوں کو زنجیروں میں بند کر دیا جاتا ہے خدا سے طلب کرو کہ ان کو تم پر تسلط اور غلبہ نہ دیا جائے_

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا_ یا رسول اللہ اس مہینے میں سب سے بہترین عمل کونسا ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا اے ابوالحسن_

اس مہینے میں محرمات سے پرہیز کرنا سب سے زیادہ افضال عمل ہے_ (534)

جیسے کہ ان حادیث سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ ماہ رمضان پر برکت اور بافضیلت مہینہ ہے یہ عبادت اور اپنے آپ کو بنانے دعا اور تہجد نفس کی تکمیل اور تربیت کا مہینہ ہے_ اس مہینے میں عبادت دوسرے مہینوں کی نسبت کئي برابر ثواب رکھتی ہے یہاں تك کہ اس مہینے میں مومن کا سانس لینا بھی عبادت ہے_ اس مہینے مین جنت کے دروازے مومنین کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں_ اللہ تعالی کے فرشتے خدا کے بندوں کو عبادت کی طرف بلاتے رہتے ہیں بالخصوص سحری اور شب قدر کہ جس میں جاگتے رہنا اور عبادت کرنا ہزار مہینے سے افضل ہے خدا نے اس مہینے میں عام دربار لگایا ہے اور تمام مومنین کو اپنی طرف مہمانی کے لئے بلایا ہے اس دعوت کا پیغام پیغمبر علیہم السلام لائے ہیں_ میزبان جواد مطلق ہے _ اللہ کے مقرب فرشتے مہمان مومنین کے خدمت گزار ہیں_ اللہ تعالی کی نعمتوں کا عام دسترخوان بچھا ہوا ہے_ مختلف قسم کی نعمتیں اور جوائز کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے_ اور نہ کسی کے دل پر خطور کیا ہے مہیا کر دی گئي ہیں_ رمضان کا مہینہ پر برکت اور با فضیلت مہینہ ہے_اللہ تعالی کی توفیق ہر طرف سے آمادہ اور مہیا ہے_ دیکھیں کہ ہماری ہمت اور لیاقت کتنی ہے اگر ہم نے غفلت کی تو قیامت کے دن پشیمان ہونگے لیکن اس دن پشیمانی کوئي فائدہ مند نہ ہوگي_ ماہ رمضان کی دعائیں مفاتیح الجنان اردو اور دوسری دعاؤں کی کتابوں میں موجود ہیں جیسے مفاتیح الجنان جدید و غیرہ_ خلوص اور توجہہ کے ساتہ اللہ تعالی کے تقرب اور سیر و سلوك کے لئے ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے_ آخر میں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ باقی تمام عبادات بھی نماز اور روزے ذکر اور دعا کی طرح اپنے آپ کو بنانے اور سنوارنے اور تکمیل اور تربیت نفس میں مفید اور موثر ہوتے ہیں چونکہ ہماری بنا اختصار پر تھی لہذا ان کو توضیح اور تشریح سے صرف نظر کیا ہے_

حواشي-

1_ لقد منّ الله علیہ المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم یتلوا علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلّمہم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین_ آل عمران/ 164

2_ قال رسول الله صلّی الله علیہ و آلہ: علیکم بمکارم الاخلاق فانّ الله عزوجل بعثنی بہا_ بحار/ ج 69 ص 375_

3_ عن النبی صلی الله علیہ و آلہ انہ قال: انّما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق_ مستدك /ج 2 ص 282_

4_ قال ابوعبدالله علیہ السلام: انّ الله تبارك و تعالی خصّ الانبیا_ بمکارم الاخلاق، فمن کانت فیہ فلیحمد الله علی ذلك، و من لم یکن فلیتضرع الی الله و لیسئلہ_ مستدرك/ ج 2 ص 283_

5_ قال امیرالمؤمنین علیہ السلام: لو کنّا لا نرجو جنۃ و لا نخشی ناراً و لا ثواباً و لا عقاباً لکان ینبغی لنا ان نطلب مکارم الاخلاق فانہا مما تدّل علی سبیل النجاح_ مستدرك/ ج2 ص 283_

6_ عن ابی جعفر علیہ السلام قال: انّ اکمل المؤمنین ایماناً احسنہم خلقاً_ کافي/ ج 2 ص 99_

7_ جاء رجل الی رسول الله علیہ و آلہ من بین یدیہ فقال: یا رسول الله ماالدین؟ فقال: حسن الخلق_ ثم اتاہ من قبل یمینہ فقال: یا رسول الله ما الدین؟ فقال: حسن الخلق_ ثم اتاہ من قبل شمالہ فقال: ما الدین؟ فقال: حسن الخلق_ ثم اتاہ من ورائہ فقال: ما الدین؟ فالتفت الیہ فقال: اما تفقہ؟ ہو ان لا تغضب_ محجۃ البیضائ/ ج 5 ص 89_

8_ الذی احسن کلّ شيء خلقہ و بدا خلق الانسان من طین، ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مہین ثمّ سوّاہ و نفخ فیہ من روحہ و جعل لکم السمع و الابصار و الافئدۃ قلیلاً ما تشکرون_ سجدۃ/ 7_

9_ فاذا سوّیتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین_ حجر/ 29_

10_ و لقد کرّمنا بنی آدم و حملنابم فی البر و البحر و رزقنابم من الطیبات و فضّلنابم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلاً_ اسرائ/ 70_

11_ قل ان الخاسرین الذین خسروا انفسہم و اہلیہم یوم القیامۃ الا ذالك ہو الخسران المبین_ زمر/ 15_

12_ قال علی علیہ السلام: عجبت لمن ینشد ضالتہ و قد اضلّ نفسہ فلا یطلبہا_ غرر الحکم/ ص 495_

13_ و یسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی و ما اوتیتم من العلم الّا قلیلاً_ اسرائ/ 85_

14_ قال علی علیہ السلام: ان النفس لجوہرۃ ثمنیۃ من صانہا رفعہا و من ابتذلہا وضعہا_ غرر الحکم/ ص 226_

15_ قال علی علیہ السلام: من عرف نفسہ لم ینہنا بالفانیات_ غرر الحکم/ ص 669_

16_ قال علی علیہ السلام: من عرف شرف معناہ صانہ عن دنائۃ شہوتہ و زور مناہ_ غرر الحکم/ ص 710_

17_ قال علی علیہ السلام: من شرف نفسہ کثرت عواطفہ_ غرر الحکم / ص 638_

18_ قال علی علیہ السلام: من شرف نفسہ نزّہا عن ذلّہ المطالب_ غرر ا لحکم/ ص 699_

19_ و امّا من خاف مقام ربّہ و نہی النفس عن الہوی فانّ الجنۃ ہی الماوي_ نازعات/ 41_

20_ و ما ابرّء نفسی انّ النفس لا مّارۃ بالسوء الا ما رحم ربّي_ یوسف/ 53_

21_ قال النبی صلی الله علی و آلہ: اعدی عدوك نفسك التی بین جنبیك_ بحار/ ج 70 ص 64_

22_ قال علی علیہ السلام: انّ النفس لامّارۃ بالسوء فمن ائتمنہا خانتہ و من استنام الیہا اہلکتہ و من رضی عنہا اوردتہ شرّ الموارد_ غرر الحکم/ ص 226_

23_ قال علیہ بن الحسین علیہ السلام فی دعاہ: الہی الیك اشکو نفساً بالسوء امّارۃ و الی الخطئیۃ مبادرۃ و بمعاصیك مولعۃ و لسخطك متعرضہ تسلك بی مسالك المہالك_ بحار/ ج 94 ص 143_

25_ فان لم یستجیبوا لك فاعلم انّما یتّبعون اہوائہم من اضلّ ممن اتّبع ہواہ بغیر ہدی من الله انّ الله لایہدی القوم الضالمین_ قصص/ 50_

26_ و لقد ذرانا لجہنم کثیراً من الجن و الانس لہم قلوب لا یفقہون بہا و لہم اعین لایبصرون بہا و لہم اذان لایسمعون بہا اولئك کالانعام بل ہم اضلّ اولئك ہم الغافلون_ اعراف/ 179_

27_ افرا یت من اتخذ الهہ ہواه و اضلّہ الله علی علم و ختم علی سمعہ و قلبہ و جعل علی بصره غشاوة فمن یہدیہ من بعد الله افلا تذکرون_ جاثیہ/ 23_

28_ قال علی علیہ السلام: المغبون من شغل بالدنیا و فاتہ حظہ من الاخرة_ غرر الحکم/ ج 1 ص 88_

29_ قال علی علیہ السلام: اکم نفسک من کل دنیّہ و ان ساقتك الی الرغائب، فانك لن تعتاض بما تبذل من نفسک عوضا و لا تکن عبد غیرک و قد جعلك الله حرّاً و ما خیر خیرا لا ینال الا بشّر و یسر لا ینال الّا بعسر_ نہج البلاغہ صبحی صالح/ ص 401 کتاب 31_

30_ قال امیرالمؤمنین علیہ السلام: لبئس المتجر ان تری الدنیا لنفسك ثمناً و ممالك عند الله عوضا_ نہج البلاغہ / خطبہ 33_ 75_

31_ و نفس و ما سوّیہا فا لہمہا فجورہا و تقوی ہا، قد افلح من زکّیہا و قد خاب من دسی ہا_ شمس/ 7 تا 10_

32_ قیل لعلی بن الحسین علیہ السلام: من اعظم الناس خطراً؟ قال: من لم یر الدنیا خطراً لنفسہ_ تحف العقول/ ص 285_

33_ قال علی علیہ السلام: من کرمت علیہ نفسہ ہانت علیہ شہواتہ_ نہج البلاغہ/ قصار 449_

34_ یعلمون ظاہراً من الحیاة الدنیا و ہم عن الاخرة غافلون_ روم/ 7_

35_ لقد کمنت فی غفلة من ہذا فبصرك الیوم حدید_ ق/ 22_

36_ کل نفس بما کسبت رہینة_ مدثر/ 38_

37_ ثم توفی کل نفس ما کسبت و ہم لا یظلمون_ آل عمران/ 161_

_ لا یؤاخذکم الله باللغو فی ایمانکم و لکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم و الله غفور حلیم_ بقره/ 225_

38_ لا یکلّف الله نفساً الّا وسعہا لہا ما کسبت و علیہ ما اکتسبت_ بقره/ 286_

39_ یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضراً و ما عملت من سوئ: تودّ لو انّ بینہا و بینہ امداً بعیداً_ آل عمران/ 30_

40_ من عمل صالحاً فلنفسہ و من اساء فعلیہا ثم الی ربکم ترجعون_ جائیہ/ 15_

41_ فمن یعمل مثقال ذرّه خیراً یره و من یعمل مثقال ذرّة شراً یره_ زلزال/ 7_

42_ و ما تقدّموا لا نفسکم من خیر تجدوه عندالله_ بقره/ 11_

43_ یوم لا ینفع مال و لا بنون الّا من اتی الله بقلب سلیم_ شعرائ/ 85_

44_ قال النبی صلی الله علیہ و آلہ: یا قیس لا بّد لك من قرین یدفن معك و ہو حیّ و تدفن معہ و انت میت فان کان کریماً اکرمك و ان کا ن لئیماً لا ملك ثمّ لا یحشر الّا معك و لا تحشر الّا معہ و لا تسا ل الّا عنہ فلا تجعلہ الّا صالحاً فان ان صلح آنست بہ و ان فسد لاتستوحش الّا منہ و ہو فعلك_ جامع السعادات/ ج 1 ص 17_

45_ من عمل صالحاً من ذکر او انثی و ہو مؤمن فلنحیینہ حیاة طیّبة_ نحل/ 97_

46_ قال ابو عبدالله علیہ السلام: قال الله تبارك و تعالي: یا عبادی الصدیقین تنعّمو بعبادتی فی الدنیا فانکم تنعمون بہا فی الاخرة_ بحارالانوار/ ج70 ص 253_

47_ قال علی علیہ السلام: مداومة الذکر قوت الارواح_ غرر الحکم/ ص 764_

48_ قال علی علیہ السلام: علیك بذکر الله فانہ نور القلوب_ غرر الحکم/ ص 479_

49_ قرة العیون_ تا لیف مرحوم فیض/ ص 466_

50_ الذین یاکلوم اموال الیتامی ظلما انّما یاکلوم فی بطونہم ناراً و سیصلون سعیراً_ نسائ/ 100_

51_ من کان فی ہذه اعمی فہو فی الاخرة اعمی و اضلف سبیلاً_ اسرائ/ 72_

52_ من کان یرید العزّه فللّہ العزّة جمیعاً الیہ یصعد الکلم الطیّب و العمل الصالح یرفعہ_ فاطر/ 10_

53_ و فی الحدیث النبوی یحشر بعض الناس علی صور یحسن عندہا القردة و الخازیر_ قرة العیون/ ص 479_

54_ قال علی علیہ السلام: فالصورة صورة انسان و القلب حیوان، لایعرف باب الہدی فیتّبعہ و لا باب العمی فیصدّ عنہ و ذالك میّت الاحیائ_ نہج البلاغہ خطبہ/ 87_

55_ قال ا بو عبدالله علیہ السلام: ان المتکبرین یجعلون فی صور الذرّ، یتوطؤہم الناس حتی یفرق الله من الحساب_ بحارالانوار/ ج 7 ص 201_

56_ تکویر/ 5_

57_ نبا / 18_

58_ تفسیر مجمع البیان/ ج 10 ص 423، روح البیان/ ج 10 ص 299، نورالثقلین/ ج 5 ص 493_

59_ افلم یسیروا فی الارض فتکون لهم قلوب یعقلون بها_ حج/ 46_

60_ لهم قلوب لا یفقهون بما و لهم اعین لایبصرون بها_ اعراف/ 179_

61_ اولئك کتب فی قلوبهم الایمان و ایّدهم بروح منه_ مجادله/ 22_

62_ و طبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون_ توبه/ 78_

63_ یحذر المنافقون ان تنزّل علیهم سورة تنبئهم بما فی قلوبهم_ توبه/ 64_

64_ و من یؤمن بالله یهد قلبه و الله بکل شيء علیم_ تغابن/ 11_

65_ انّ فی ذالك لذکری لمن کان له قلب او القی السمع و هو شهید_ ق/ 37_

66_ الا بذکر الله تطمئن القلوب_ رعد/ 28_

67_ هو الذی انزل السکینة فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایماناً_ فتح/ 4_

68_ انما یستا ذنك الذین لا یؤمنون بالله و الیوم الاخر و ارتابت قلوبهم فهم فی ریبهم یترددون_ توبه/ 45_

69_ و جعلنا فی قلوب الذین اتّبعوه را فة و رحمة_ حدید/ 27_

70_ هو الذی ایّدك بنصره و بالمؤمنین و الف بین قلوبهم_ انفال/ 63_

71_ و لو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضّوا من حولك_ آل عمران/ 159_

72_ نزل به الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرین_ شعرا/ 194_

73_ فاوحی الی عبده ما اوحی ما کذب الفؤاد ما را ي_ نجم/ 11_

74_ یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی الله بقلب سلیم_ شعرا/ 89_

75_ انّ فی ذالك لذکری لمن کانه له قلب_ ق/ 37_

76_ و ازلفت الجنة للمتقین غیر بعید_ هذا ما توعدون لکل اوّاب حفیظ_ من خشی الرحمان بالغیب و جاء بقلب منیب_ ق/ 31_ 33_

77_ فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضاً_ بقره/ 10_

78_ فتری الذین فی قلوبهم مرض یسارعون فیهم یقولون نخشی ان تصیبنا دائرة_ مائده/ 52_

79_ و من اعرض عن ذکری فانّ له معیشة ضنکا و نحشره یوم القیامة اعمي_ قال لم حشرتنی اعمی و قد کنت بصیراً قال کذالك اتتك آیاتنا فنسیتها و کذالك الیوم تنسي_ طه/ 125_

80_ افلم یسیروا فی الارض فتکون لهم قلوب یعقلون بها و آذان یسمعون بها فانها لا تعمی الابصار و لکن تعمی القلوب التی فی الصدور_ حج/ 46_

81_ و من کان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمی و اضلّ سبیلاً_ اسرائ/ 72_

82_ و من یهدی الله فهو المهتدی و من یضلل فلن تجد لهم اولیاء من دونه و نحشرهم یوم القیامة علی وجوهم عمیاً و بکماً و صمّاً_ اسرائ/ 97_

83_ فالذین آمنوا به و عزّروه و نصروه و اتّبعوا النور الذی معه اولئك هم المفلحون_ اعراف/ 157_

84_ قد جائکم من الله نور و کتاب مبین_ مائده/ 15_

85_ افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نور من ربه، فویل للقاسیة قلوبهم من ذکر الله اولئك فی ضلال مبین_ زمر/ 22_

86_ کتاب انزلناه الیك لتخرج الناس من الظلمات الی النور_ ابراهیم/ 1_

87_ یوم تری المؤمنین و المؤمنات یسعی نورهم بین ایدیهم و بایمانهم بشراکم الیوم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ذالك هو الفوز العظیم_ حدید/ 12_

88_ یوم یقول المنافقون و المنافقات للذین آمنوا انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا ورائکم فالتمسوا نوراً_ حدید/ 13_

89_ عن ابى جعفر عليه السلام قال: القلوب ثلاثة: قلب منكوس لايعثر على شيء من الخير و هو قلب الكافر و قلب فيه نكتة سوادء فالخير و الشر يعتلجان، فما كان منه اقوى غلب عليه، و قلب مفتوح فيه مصباح يزهر فلا يطفا نوره الى يوم القيامة و هو قلب المؤمن_ بحار/ ج 70 ص 51_

90_ عن ابى عبدالله عليه السلام قال: كان ابى يقول: ما من شىء افسد للقلب من الخطيئة، انّ القلب ليواقع الخطيئة فما تزال حتى تغلب عليه فيصير اسفله اعلاوه و اعلاه اسفله_ بحار/ ج 70 ص 54_

91_ عن على بن الحسين عليه السلام فى حديث طويل يقول فيه: الا انّ للعبد اربع اعين: عينان يبصر بهما امر دينه و دنياه، و عينان يبصر بهما امر آخرته_ فاذا اراد اله بعبد خيراً فتح ليه العينين اللتين فى قلبه فابصر بهما الغيب و امر آخرته و اذا اراد به غير ذالك ترك القلب بما فيه_ بحار/ ج 70ص 53_

92_ عن ابيعبدالله عليه السلام قال: ان للقلب اذنين، روح الايمان يسارّه بالخير و الشيطان يسارّه بالشر فايّهما ظهر على صاحبه غلبه_ بحار/ ج 70 ص 53_

93_ عن الصادق عليه السلام قال: قال رسو ل الله صلى الله عليه و آله: شرّ العمى وعمى القلب_ بحار/ ج 70 ص 51_

94_ عن ابى جعفر عليه السلام قال: ما من عبدا الّا و فى قلبه نكتة بيضاء فاذا اذنب ذنباً خرج فى النكتة نكتة سواء _ فان تاب ذهب ذالك السوائ، و ان تمادى فى الذنوب زاد ذالك السواد حتى يغطى البياض، فا ذا غطى البياض لم يرجع صاحبه الى خير ابداً و هو قول الله تعالي: كلّا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون_ كافى / ج 2 ص 273_

95_ قال على عليه السلام: و من قلّ ورعه مات قلبه و من مات قلبه دخل النار_ نهج البلاغة_

96_ فيما اوصى به امير المؤمنين عليه السلام ابنه، قال: يا بنى انّ البلاء الفاقة و اشدّ من ذالك مرض البدن و اشدّ من ذالك مرض القلب_ و ان من النعم سمة المال و افضل من ذالك صحة البدن و افضل من ذالك تقوى القلوب_ بحارالانوار/ ج 70 ص 51_

97_ انس بن مالك قال قال رسو ل الله صلى الله عليه و آله: ناجى داود ربّه فقال الهى لكلّ ملك خزانة فاين خزانتك؟ قال جلّ جلاله: لى خزينة اعظم من العرش و اوسع من الكرسى و اطيب من الجنة و ازين من الملكوت_ ارضها المعرفة و سمائها الايمان و شمسها الشوق و قمرها المحبّة و نجومها الخواطر و سحابها العقل و مطرها الحرمة و اثمارها الطاعة و ثمرها الحكمة_ و لها اربعة ابواب: العلم و الحلم و الصبر و الرضا_ الا وهى القلب_ بحار الانوار/ ج 70 ص 59_

98_ فلو لا اذ جائهم با سنا تضرّعوا و لكن قست قلوبهم و زيّن لهم الشيطان ما كانوا يعمولن_ انعام 43_

99_فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله اولئك فى ضلال مبين_ زمر/ 22_

100_ عن ابى جعفر عليه السلام قال: ما من عبد مؤمن الّا و فى قلبه نكتة بيضاء فان اذنب و ثنّى خرج من تلك النكتة سواد فان تمادى فى الذنوب اتسع ذالك السواد حتى يغطى البياض فاذا غطى البياض لم يرجع صاحبه الى خير ابداً و هو قول الله " كلّا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون، بحار/ ج 73 ص 361_

101_ قال اميرالمؤمنين عليه السلام: ما جفّت الدموع الّا لقسوة القلوب و ما قست القلوب الّا لكثرة الذنوب_ بحار/ ج 73 ص 354_

102_ قال رسول الله صلى الله عليه و آله : من علامات الشقائ: جمود العين و قسوة القلب و شدة الحرص فى طلب الرزق و الا صرار على الذنب_ بحارالانوار/ ج 73 ص 349_

103_ قال على بن الحسين(ع) فى دعائه: الهى اليك اشكو قلباً قاسياً، مع الوسواس متقلباً و بالرين و الطبع متلبسا و عيناً عن ابكاء من خوفك جامدة و الى ما تسرها طامحه_ بحار/ ج 94ص 143_

104_ طبيب دوّاره بطبّه قد احكم مراهمه و احمى مواسمه يضع من ذالك حيث الحاجة اليه، من قلوب عمى و آذان صمّ و السنة بكم_ متّبع بدوائه مواضع الغفلة و مواطن الحيرة لم يستضيئوا باضواء الحكمة و لم يقد حوابزناد العلوم الثاقبة، فهم فى ذالك كالانعام السائمة و الصخور القاسية نهج البلاغه/ خطبه 108_

105_ قد جائتكم موعظة من ربكم و شفاء لما فى الصدور_ يونس/ 57_

106_ و ننزّل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمؤمنين_ اسرائ/ 82_

107_ قال على عليه السلام: و تعلّموا القرآن فانّه احسن الحديث و تفقهوا فيه فانّه ربيع القلوب و استشفوا بنوره فانه شفاء الصدور_

نهج البلاغه/ خطبه 110_

108_ قال علی علیه السلام: و اعلموا انه لیس علی احد بعد القرآن من فاقة و لا لاحد قبل القرآن من غني، فاستشفوه من اودائکم و استعینوا به علی لا وائکم فانه فیه شفاء من اکبر الداء و هو الکفر و الغيّ و الضلال_ نهج البلاغه/ خطبه 176_

109_ عن ابی جعفر علیه السلام قال: لما خلق الله العقل استنطقه، ثم قال له: اقبل، فاقبل_ ثم قال له: ادبر_ فادبر ثم قال: و عزتی و جلالي ما خلقت خلقا احب اليّ منك و لا اکملتك الّا فیمن احب_ اما انّی ایّاك آمر و ایّاك انهی و ایّاك اثیب_ کافي/ ج 1 ص 10_

110_ کذالك یبیّن الله لکم آیاته لعلکم تعقلون_ بقره/ 242_

111_ افلم یسیروا فی الارض فتکون لهم قلوب یعقلون بها_ حج/ 46_

112_ انّ شر الدواب عندالله الصمّ البکم الذین لا یعقلون_ انفال/ 22_

113_ و یجعل الرجس علی الذین لایعقلون_ یونس/ 100_

114_ بعض اصحابنا رفعه الی ابی عبدالله علیه السلام قال: قلت له ما العقل؟ قال: ما عبد به الرحمان و اکتسب به الجنان_ کافي/ ج 1 ص 11_

115_ قال ابو عبدالله علیه السلام: من کان عاقلاً کان له دین و من کان له دین دخل الجنة_ کافي/ ج 1 ص 11_

116_ قال ابوالحسن موسی بن جعفر علیه السلام (فی حدیث): یا هشام ان الله علی الناس حجتین: حجة ظاهرة و حجة باطنة فاما الظاهرة فالرسل و الانبیاء و الائمه_ و اما الباطنة فالعقول کافي/ ج 1 ص 16_

117_ قال ابو عبدالله علیه السلام: اکمل الناس عقلاً احسنهم خلقاً_ کافي/ ج 1 ص 23_

118_ قال ابو عبدالله علیه السلام: العقل دلیل المؤمن_ کافی / ج / ص 25_

119_ قال الرضا علیه السلام: صدیق کل امرء عقله و عدوه جهله_ کافي/ ج / ص 11_

120_ قال امیرالمؤمنین(ع): اعجاب المرء بنفسه دلیل علی ضعف عقله_ کافي/ ج 1 ص 27_

121_ قال موسی بن جعفر علیه السلام: یا هشام من اراد الغنی بلامال و راحة القلب من الحسد و السلامة فی الدین فلیتضرع الی الله فی مسالته باکن یکمّل عقله_ فمن عقل قنع بما یکفیه و من قنع بما یکفیه استغنی و من لم یقنع بما یکفیه لم یدرك الغنی ابدا_ کافی / ج 1 ص 18_

122_ قال موسی بن جعفر علیه السلام: یا هشام ان العقلاء ترکوا فضول الدنیا، فکیف الذنوب، و ترك الدنیا من الفضل و ترك الذنوب من الفرض_ کافي/ ج 1 ص 17_

123_ قال موسی بن جعفر(ع): یا هشام ان العاقل لا یکذب و ان کان فیه هواه_ کافی /ج 1 ص 19_

124_ قال موسی بن جعفر(ع): یا هشام لا دین لمن لا مروة له و لا مروة لمن لا عقل له وان اعظم الناس قدراً الذی لا یری الدنیا لنفسه خطراً_ اما ان ابدانکم لیس لها ثمن الّا الجنة فلا تبیعوها بغیرها_ کافی /ج 1 ص 19

125_ قال امیرالمؤمنین علیه السلام: ان التفکر یدعو الی البّر و العمل به_ کافي/ ج 2 ص 55_

126_ قال امیرالمؤمنین علیه السلام: التدبیر قبل العمل یؤمنك من الندم_ بحار/ ج 71 ص 338_

127_ ان رجلاً اتی رسول الله صلی الله علیه و آله فقال: یا رسول الله اوصني_ فقال له: فهل انت مستوص ان اوصیتك؟ حتی قال ذالك ثلاثا فی کلها یقول الرجل: نعمت یا رسول الله، فقال له رسول الله: فانی اوصیك اذا هممت بامر فتدبر عاقبته، فان یك رشداً فامضه و ان یك غیا فانته عنه_ بحارالانوار/ ج 71 ص 339_

128_ قال رسول الله صلی الله علیه و آله: انّما اهلك الناس العجلة و لو ان الناس تثبتوا لم یهلك احد_ بحار/ ج 71 ص 340_

129_ قال رسول الله صلی الله علیه و آله: الاناة من الله و العجلة من الشیطان_ بحار/ ج 71ص 340_

130_ و اروي: التفکر مراتك ترایك سیئاتك و حسناتك_ بحار/ ج 71 ص 325_

131_ بل الانسان علی نفسه بصیرة، و لو القی معاذیره_ قیامت/ 14 و 15_

132_ افمن زیّن له سوء عمله فراه حسنا فان الله یضلّ من یشاء و یهدی من یشائ_ فاطر/ 8_

133_ قال علی (ع): فهم لانفسهم متهمون و من اعمالهم مشفقون و اذا زکّی احد منهم خاف مما یقال له فیقول: انا اعلم بنفسی من غیری

و ربى اعلم من بنفسي_ نہج البلاغہ/ خطبہ 193_

134_ قال الصادق عليہ السلام: احب اخوانی اليّ من ابدی اليّ عيوبي_ تحف العقول/ ص 385_

135_ قال رسول الله صلى الله عليہ و آلہ: السعيد من وعظ بغيره_ بحارالانوار/ ج 71 ص 234_

136_ انّ النفس لا مّارة بالسوء الّا ما رحم ربّي_ يوسف/ 53_

137_قال النبی الله صلى الله عليہ و آلہ:اعدی عدوك نفسك التی بين جنبيك_ بحار/ ج 70 ص 64_

138_ قال على عليہ السلام: العقل و الشہوة ضدان، و مؤيد العقل العلم و مؤيّد الشہوة الہوي، و النفس متنازعة بينہما_ فايّہما قہر كانت فی جانبہ_ غرر الحكم/ ج 1 96_

139_ قال على عليہ السلام: الشرّ كامن فی طبيعة كل احد فان غلبہ صاحبہ بطن و ان لم يغلبہ ظہر_ غرر الحكم/ ج 1 ص 105_

140_ قال على عليہ السلام: ايّاكم و غلبة الشہوات على قلوبكم فان بدايتہا ملكة و نہايتہا ہلكة_ غرر الحكم/ 16_

141_ قال على عليہ السلام: من لم يملك شہوتہ لم يملك عقلہ_ غرر الحكم/ ج 2 ص 702_

142_ قال الصادق عليہ السلام: من ملك نفسہ اذا رغب و اذا رہب و اذا اشتہی و اذا غضب و اذا رضی حرّم الله جسده على النار_ وسائل الشعيہ/ ج 6 ص 123_

143_ قال على عليہ السلام: غالبوا انفسكم على ترك المعاصی يسہل عليكم مقادتہا الى الطاعات غرر الحكم/ ج 2 ص 508

144_ قال على عليہ السلام: اذا صعب عليك نفسك فاصعب لہا تذل لك و خادع نفسك عن نفسك تنقدلك_ غرر ا لحكم/ ج 1 ص 319_

145_ قال على عليہ السلام: الشہوات اعلال قاتلات و افضل دوائہا اقتناء الصبر عنہا_ غررالحكم/ ج 1 ص 72_

146_ قال على عليہ السلام: املكوا انفسكم بدوام جاہدہا_ غرر ا لحكم/ ج1 ص 131_

147_ قال على عليہ السلام: اغلبوا اہوائكم و حاربوہا فانہا ان تقيّدكم توردكم من الہلكة ابعد غاية غرر ا لحكم/ ج1 ص 138_

148_ قال على عليہ السلام: الا و ان الجہاد ث4من الجنة فمن جاہد نفسہ ملكہا و ہی اكرم ثواب الله لمن عرفہا_ غرر ا لحكم/ ج1 ص 165

149_ قال على عليہ السلام: جاہد نفسك على طاعة الله مجاہدة العدوّ عدوّه، و غالبہا مغالبة الضد صده فان اقوى الناس من قوى على نفسہ_ غرر ا لحكم/ ج1 ص 371_

150_ قال على عليہ السلام: ان الحازم من شغل نفسہ بجہاد نفسہ فاصلحہا و حبسہا عن ابويتہا و لذاتہا فملكہا و ان للعاقل بنفسہ عن الدنيا و ما فيہا و اہلہا شغلاً_ غرر ا لحكم/ ج1 ص 237_

151_عن اميرالمؤمنين عليہ السلام:ان رسول الله صلى عليہ و آلہ بعث سرية فلمّا رجعوا قال: مرحباً بقوم قضوا الجہاد الاصغر و بقی عليہم الجہاد الاكبر: قيل: يا رسول الله و ما الجہاد الاكبر؟ فقال: جہاد النفس_ وسائل الشيعہ/ ج 11 ص 124_

152_ قال على عليہ السلام: ان افضل الجہاد من جاہد نفسہ التی بين جنبيہ_ وسائل الشيعہ/ ج 11 ص 124_

153_فی وصية النبی لعلى عليہم السلام قال: يا علي افضل الجہاد من اصبح لا يہمّ بظلم احد_ وسائل/ ج 11 ص 123

154_والذين جاہدوا فينا لنہدينہم سبلنا_ عنكبوت/ 69_

155_قال الصادق عليہ السلام:طوبی لعبد جاہد الله نفسہ و ہواه و من ہزم جند ہواه ظفر برضاالله و من جاور عقلہ نفس الامّارة بالسوء با الجہد و الاستكانة و الخضوع على بساط خدمة الله تعالى فقد فاز فوزاً عظيماً، و لا حجاب اظلم و اواحش بين العبد و بين الرب من النفس و الہوى و ليس لقتلہا فی قطعہما سلاح و آلة مثل الافتقار الى الله و الخشوع و الجوع و الظماء بالنہار و السہر باللّيل_ فان مات صاحبہ مات شہيداً، ان عاش و استقام ادّاه عاقبتہ الى الرضوان الاكبر_ قال الله تعالي: " و الذين جاہدوا فينا لنہدينہم سبلنا و ا ن الله لمع المحسنين " و اذا رايت مجتہداً ابلغ منك فی الاجتہاد فوبّخ نفسك و لمّہا و عيّرہا و حثّہا على الازدياد عليہ_ و اجعل لہا زماماً من الامر و عناناً من النہی و سقہا كاالرائض للفاره الذی لا يذہب عليہ خطوة الّا و قد صححّ اولہا و آخرہا_ و كان رسول الله يصلّى حتى يتورّقد ماه و يقول: افلا اكون عبدا شكوراً؟ اراد ان يعتبر بہ امتہ_ فلا تغفلوا عن الاجتہاد و التعبد و الرياضة بحال_ الا و انك لو وجدت حلاوة عبادة الله و رايت بركاتہا و استضات بنورہا لم تصبر عنہا ساعة واحدة، و لو قطعت ارباً ارباً، فما اعرض من اعرض عنہا الّا بحرمان فوائد السبق من العصمة و التوفيق_ بحار/ ج 70 ص 96_

156_بل الانسان على نفسه بصيرة و لو القى معاذيره_ قيامة / 15_

157_قال ابو عبدالله عليه السلام لرجل: انك قد جعلت طبيب نفسك و بيّن لك الداء و عرّفت آية الصحة و دلّلت على الدواء فانظر كيف قيامك على نفسك_ كافي/ ج 2 ص 454_

158_قال ابوعبدالله عليه السلام:من لم يجعل له نفسه واعظاً فان مواعظ الناس لن تغنى عنه شيئاً_ بحار/ ج 70 ص 70_

159_قال ابوعبدالله عليه السلام يقول:ابن آدم لاتزال بخير ما كان لك واعظ من نفسك_ بحار الانوار/ ج 70 ص 64_

160_ قال على عليه السلام: اعجز الناس من عجز عن اصلاح نفسه_ غرر الحكم/ ج 1 ص 169_

161_ قال على عليه السلام: ينبغى ان يكون الرجل مهيمنا على نفسه مراقباً قلبه حافظاً لسانه_ غرر الحكم/ ج 2 ص 862_

162_ قال على عليه السلام: لا ترخص لنفسك فى شيء من سيّيء الاقوال و الافعال_ غرر الحكم/ ج 2 ص 801_

163_ قال على عليه السلام: غالب الشهوة قوة ضراوتها فان ان قويت ملكتك و استقادتك و لم تقدر على مقاومتها_ غرر الحكم/ 511_

164_ قال على عليه السلام: العادة عدوّ متملك_ غرر الحكم/ص 33_

165_ قال على عليه السلام: العادة طبع ثان_ غرر الحكم/ ص 26_

166_ قال على عليه السلام: غالب الهوى مغالبة الخصم خصمه و حاربه محاربة العدوّ عدوه لعلك تملكه_ غرر الحكم/ ص 509

167_ قال اميرالمؤمنين عليه السلام: ترك الخطيئة ايسر من طلب التوبه و كم من شهوة ساعة اورثت حزنا طويلاً و الموت فضح الدنيا فلم يترك لذى لب فرحاً_ كافي/ ج 2 ص 451_

168_قال ابو عبدالله عليه السلام: اقصر نفسك عما يضرّها من قبل ان تفارقك واسع فى فكاكها كما تسعى فى طلب معيشتك فان نفسك رهينة بعملك_ كافي/ ج 2 ص 455_

169_و اما من خاف مقام ربّه و نهى النفس عن الهوى فانّ الجنة هى الماوي_ نازعات/ 40_

170_منتهى الامال/ ج 2 ص 126_

171_منتهى الامال/ ج 2 ص 86_

172_ قال على عليه السلام: غالبوا نفسكم على ترك العادات و جاهدوا اهوائكم تملكوها_ غرر الحكم/ ص 508_

173_ قال على عليه السلام: افضل العبادة ترك العادة_ غرر الحكم/ ص 176_

174_عن ابى جعفر عليه السلام قال: كل عين باكية يوم القيامة غير ثلاث: عين سهرت فى سبيل الله و عين فاضت من خشية الله و عين غضت عن محارم الله_ كافي/ ج 2 ص 80_

175_عن ابى عبدالله (ع) قال: فيما ناجى الله عزوجل موسى (ع): يا موسى ما تقرب اليّ المتقربون بمثل الورع عن محارمي_ فانى ابيحهم جنات عدن لا اشرك معهم احداً_ كافي/ ج 2 ص 80_

176_عنكبوت/ 69_

177_ قال على عليه السلام: من عمّر قلبه بدوام الفكر حسنت افعاله فى السرّ و الجهر_ غرر الحكم/ ص 690_

178_ قال على عليه السلام: نعم العون على اسر النفس و كسر عادتها الجوع_ غرر الحكم/ ص 773_

179_ قال على عليه السلام: من استدام رياضة نفسه انتفع_ غرر الحكم/ ص 647_

180_محجة البيضائ/ ج 7 ص 308_

181_ قال على عليه السلام: تولوا من انفسكم تاديبها و اعدلو ابها عن ضراوة عاداتها_ غرر الحكم/ ص 350_

182_محجة البيضائ/ ج 8 ص 170_

183_ قال على عليه السلام: من كرمت عليه نفسه هانت عليه شهواته_ نهج البلاغه/ قصار 449_

184_قيل لعلى بن الحسين عليه السلام: من اعظم الناس خطراً؟ قال: من لم ير الدنيا خطراً لنفسه_ تحف العقول/ ص 285_

185_ قال على عليه السلام: اكره نفسك على الفضائل فان الرذائل انت مطبوع عليها_ غرر الحكم/ ج 1 ص 130_

186_ قال على عليه السلام: عوّد نفسك فعل المكارم و تحمّل اعباء المغارم تشرف نفسك و تعمر آخرتك و يكثر حامدوك_ غرر الحكم/ ص 492_

187_ قال على عليہ السلام: الشہوات اعلال قاتلات و افضل دوائہا اقتناء الصبر عنہا_ غرر الحکم/ ص 72_

188_قال امیرالمؤمنین علیہ السلام:لا ینبغی للمرء المسلم ان یواخی الفاجر فانہ یزین لہ فعلہ و یحب ان یکون مثلہ و لا یعینہ علی امر دنیاه و لا امر معاده، و مدخلہ و مخرجہ من عنده شین علیہ_ کافي/ ج 2 ص 640_

189_عن ابی عبدالله علیہ السلام قال: لا ینبغی للمرء المسلم ان یواخی الفاجر و لا الاحمق و لا الکذاب_ کافي/ ج 2 ص 640_

190_قال رسول الله صلی الله علیہ و آلہ:المرء علی دین خلیلہ و قرینہ_ کافی / ج 2 ص 642_

191_ قال على عليہ السلام: اياك و مصاحبة الفساق فان الشر بالشر يلحق_ غرر الحکم/ ص 147_

192_ قال على عليہ السلام: اياك و معاشرة الاشرار فانہم كالنار مباشرتہا تحرق_ غرر الحکم/ ص 147_

193_ قال على عليہ السلام: احذر مجالسة قرين السوء فانہ يہلك مقارنہ و يردی مصاحبہ_ غرر الحکم/ ص 142_

194_ قال على عليہ السلام:اذا ابصرت العين الشہوة عمی القلب عن العاقبة_ غرر الحکم/ ص 315_

195_ قال على عليہ السلام: فكرك فی المعصية يحدوك على الوقوع فيہا_ غرر الحکم/ ص 518_

196_افرايت من اتخذ الہہ ہواه_ فرقان/ 43_

197_و ما الحياة الدنيا الّا متاع الغرور_ آل عمران/ 185_

198_و ما الحياة الدنيا الّا لعب و لہو و للدار الاخرة خير للذين يتقون افلا تعقلون_ انعام/ 32_

199_اعملوا انّما الحی وة الدنيا لعب و لہو و زينة و تفاخر بينكم و تكاثر فی الاموار و الاولاد كمثل غيث اعجب الكفار نباتہ ثم يہيج فتراه مصفراً ثم يكون حطاماً و فی الاخرة عذاب شديد_ حديد/ 20_

200_امام بعد فانّی احذّركم الدنيا فانہا حلوة خضرة حفت بالشہوات و تحببت بالعجالة و راقت بالقليل و تحلّت بالآمال و تزينت بالغرور_ لا تدوم حبرتہا و لا تؤمن فجعتہا، غرّارة ضرّارة حائلة زائلة نافدة بائدة اكّالة غوّالة_ نہج البلاغہ/ خ 111_

201_و الدنيا دار منی لہا الفناء و لا بلہا منہا الجلاء و ہی حلوة خضراء و قد عجبت للطالب و التبست بقلب الناظر_ نہج ابلاغہ/ خ45

202_و من يرد ثواب الدنيا نؤتہ منہا و من يرد ثواب الاخرة نؤتہ منہا _ آل عمران/ 145_

203_المال و البنون زينة الحياة الدنيا و الباقيات الصالحات خير عند ربك ثواباً و خير املاً_ كہف/ 46

204_بقره/ 18_

205_قال رسول الله صلی الله علیہ و آلہ:العبادة سبعون جزاً افضلہا طلب الحلال_ کافي/ ج 5 ص 78_

206_عن ابی جعفر (ع) قال: من طلب الرزق فی الدنيا استعفافاً عن الناس و توسيعاً على اہلہ و تعطفاً على جاره لقی الله عزوجل يوم القيامة و وجہہ مثل القمر ليلة البدر_ کافي/ ج 5 ص 88_

207_عن ابی عبدالله علیہ السلام قال: الكادّ على عيالہ كالمجاہد فی سبيل الله_ کافي/ ج 5 ص 88_

208_زيّن للناس حبّ الشہوات من النساء و البنين و القناطير المنقنطرة من الذہب و الفضة و الخيل المسوّمة و الانعام و الحرث ذالك متاع الحياة الدنيا و الله عنده حسن المآب_ آل عمران/ 14_

209_ قال على عليہ السلام: ايّاك و حبّ الدنيا فانہا اصل كل خطيئة و معدن كل بليّہ_ غرر الحکم/ ص 150_

210_عن ابی عبدالله علیہ السلام قال: راس كل خطيئة حبّ الدنيا_ بحارالانوار/ ج 3 ص 7_

211_ قال على عليہ السلام: الناس ابناء الدنيا و لا يلام الرجل على حبّ امہ_ نہج البلاغہ/ قصار 33_

212_ان الدنيا دار صدق لمن صدقہا و دار عاقبة لمن فہم عنہا_ و دار غنی لمن تزوّد منہا و دار موعظة لمن اتّعظ بہا_ مسجد احبّاء الله و مصلّی ملائكة الله و محبط وحی الله و متجر اولياء الله، اكتسبوا فيہا الرحمة و ربحوا فيہا الجنة_ نہج البلاغہ/ كلمات قصار 130_

213_عن ابی جعفر علیہ انہ كان يقول: نعم العون على الاخرة_ بحار/ ج 73 ص 127_

214_قال ابو عبدالله علیہ السلام: لا خير فی من لا يحبّ جمع المال من حلال، يكفّ بہ وجہہ و يقضی بہ دينہ و يحصل بہ رحمہ_ کافي/ ج5 ص 72_

215_فان الدنيا لم تخلق لكم دار مقام_ بل خلقت لكم مجازاً لتزوّدوا منہا الاعمال الی دار القرار فكونوا منہا على اوفار و قرّبوا الظہور للزيال_ نہج البلاغہ/ خطبہ 1323_

216_ايّها الناس انّما الدنيا دار مجاز و الاخرة قرار فخذوا من ممرّكم لمقرّكم و لا تهتكوا استاركم عند من يعلم اسراركم، و اخرجوا من الدنيا قلوبكم من قبل ان تخرج منها ابدانكم، ففيها اختبرتم و لغيرها خلقتم_ ان المرء اذا هلك قال الناس: ما ترك؟ و قالت الملائكة: ما قدّم ؟ الله آبائكم فقدّموا بعضا يكن لكم قرضاً، و لا تخلفوا كلاً فيكون فرضاً عليكم_ نهج البلاغه/ 203_

217_ الا و ان هذه الدنيا التى اصبحتم تتمنّونها و ترغبون فيها و اصبحت تغضبكم و ترضيكم ليست بداركم و لا منزلكم الذين خلقتم له و لا الذى دعيتم اليه_ الا و انها ليست بباقية لكم و لا تبقون عليها و هى و ان غرتكم منها فقد حذرتكم شرّها_ فدعوا غرورها لتحذيرها و اطماعها لتخويفها و سابقوا فيها الى الدار التى دعيتم اليها و انصرفوا قلوبكم عنها_ نهج البلاغه/ خ 173_

218_ ابن ابى يعفور قال قلت لا بيعبد الله عليه السلام: انا لنحب الدنيا فقال لي: تصنع بها ماذا؟ قلت اتزوج منها و احج و انفق على عيالى و انيل اخوانى و اتصدق_ قال: ليس هذا من الدنيا، هذا من الاخرة_ بحارالانوار/ ج 73 ص 106_

219_ و اعلموا عبادالله انّ المتقين ذهبوا بعاجل الدنيا و آجل الاخرة فشاركوا اهل الدنيا فى دنياهم و لم يشاركهم اهل الدنيا فى آخرتهم_ سكنوا الدنيا بافضل ماسكنت و اكلوها بافضل ما اكلت فحظوا من الدنيا بما حظى به المترفون، و اخذوا منها ما اخذه الجبابرة المتكبرون، ثم انقلبوا عنا بالزاد المبّلغ و المتجر الرابح_ اصابوا لذة زهد الدنيا فى دنياهم و تيقنوا انهم جيران الله غداً فى آخرتهم_ لا ترد لهم دعوة و لا ينقص لهم نصيب من لذة_ نهج البلاغه/ كتاب 27_

220_ يا دنيا يا دنيا اليك عنّي، ابى تعرّضت؟ ام اليّ تشوّقت؟ لا حان حينك؟ هيهات غرّى غيري، لا حاجة لى فيك، قد طلقتك ثلاثاً لا رجعة فيها فعيشك قصير و خطرك يسير و ملك حقير_ آه من قلة الزاد و طول الطريق و بعد السفر و عظيم المورد_ نهج البلاغه/ كلمات قصار 77_

221_ اليك عنفى يا دنيا فحبلك على غاربك،قد انسللت من مخالبك و افلت من حبائلك و اجتنبت الذهاب فى مداحضك_ نهج البلاغه/ نامه 54_

222_ نهج البلاغه/ خطبه 33_

223_ يعلمون ظاهراً من الحياة الدنيا و هم عن الاخرة هم غافلون_ روم/ 7_

224_ اولئك الذين اشتروا الحياة الدنيا بالاخرة_ بقره/ 86_

225_ ارضيتم بالحياة الدنيا من الاخرة فما متاع الحياة الدنيا فى الاخرة الا قليل_ توبه/ 38_

226_ ان الذين لا يرجون لقائنا و ضوا بالحياة الدنيا و اطمانوا بها و الذين هم عن آياتنا غافلون_ اولئك ماواهم النار بما كانوا يكسبون_ يونس/ 8_

227_ عن ابيعبدالله عليه السلام قال: ابعد ما يكون العبد من الله اذا لم يهمّه الاّ بطنه و فرجه_ بحار/ ج 73 ص 18_

228_ قال علي(ع): حرام على كل قلب متوله بالدنيا ان يسكنه التقوي_ غرر الحكم/ ص 383_

229_ قال على عليه السلام: و لبئس المتجر ان ترى الدنيا لنفسك ثمناً و ممالك عندالله عوضا_ نهج البلاغه/ خطبه 32_

230_ قال على عليه السلام:الناس فى الدنيا عاملان: عامل عمل فى الدنيا للدنيا، قد شغلته دنياه عن آخرته_ يخشى على من يخلفه الفقر و يامنه على نفسه فيفنى عمره فى منفعة غيره_ و عامل عمل فى الدنيا لما بعدها فجائه الذى له من الدنيا بغير عمل_ فاحرز الحظين معا و ملك الدارين جميعا_ فاصبح وجيهاً عندا لله لا يسال الله حاجة فيمنعه_ نهج البلاغه/ كلمات قصار 269_

231_ قال على عليه السلام:الدنيا دار ممر لا دار مقرّ، فيها رجلان: رجل باغ فيها نفسه فاوبقها و رجل ابتاع نفسه فاعتقها_ نهج البلاغه/ كلمات قصار 133_

232_ انّ اكرمكم عندالله اتقاكم_ حجرات/ 13_

233_قال على عليه السلام: فانّ تقوى الله ... شفاء مرض اجسادكم و صلاح فساد صدوركم و طهور دنس انفسكم_ نهج ابلاغه/ خطبه 198_

234_للذين احسنوا منهم و اتّقوا اجر عظيم_ آل عمران/ 172_

235_ فمن اتقى و اصلح فلا خوف عليهم و لا هم يحزنون_ اعراف/ 35_

236_ و سارعوا الى مغفرة من ربّكم و جنة عرضها السموات و الارض اعدّت للمتقين_ آل عمران/ 133_

237_ ان المتقين فی جنات و نعيم فاكهين بما آتاهم ربّهم_ طور / 18_

238_ قال علی عليه السلام:التقی رئيس الاخلاق_ نهج البلاغه/ كلمات قصار 41_

239_ قال علی عليه السلام:عليكم بتقوی الله فانها تجمع الخير و لا خير غيرها و يدرك بها من الخير ما لا يدرك بغيرها من خير الدنيا و الاخرة_ بحارالانوار/ ج 70 ص 285_

240_ قال السجاد عليه السلام: شرف كل عمل بالتقوی و فاز من فاز من المتقين، قال الله تبارك و تعالي: ان للمتقين مفازاً_ بحارالانوار/ ج 77 ص 386_

241_ قال علی عليه السلام:و اعلموا عبادالله انّ المتقين ذهبوا بعاجل الدنيا و آجل الاخرة فشاركوا اهل الدنيا فی دنيا هم ولم يشاركهم اهل الدنيا فی آخرتهم_ سكنوا الدنيا بافضل ما سكنت و اكلوها بافضل ما اكلت، فحظوا من الدنيا بما حظی به المترفون و اخذوا منها ما اخذه الجبابرة المتكبرون_ ثم انقلبوا عنها بالزاد المبلغ و المتجر اصابو لذّة زهد الدنيا فی دنياهم و تيقنوا انّهم جيران الله غداً فی آخرتهم لا تردّ لهم دعوة و لا ينقص لهم نصيب من لذة_ نهج البلاغه/ كتاب 27_

242_قال علی عليه السلام:فانّ تقوی الله دواء داء قلوبكم و بصر عمی افئدتكم و شفاء مرض اجسادكم و صلاح فساد صدوركم و طهور دنس انفسكم و جلاء غشاء ابصاركم و امن فزع جاشكم و ضياء سواد ظلمتكم_ نهج البلاغه/ خطبه 198_

243_ يا ايها الناس اعبدوا ربّكم الذی خلقكم و الذين من قبلكم لعلّكم تتّقون_ بقره/ 21_

244_ كتب عليكم الصيام كما كتب علی الذين من قبلكم لعلّكم تتقون_ بقره/ 183_

245_ لن ينال الله لحومها و لا دمائها و لكن يناله التقوی منكم_ حج/ 38_

246_ و تزوّدوا فانّ خير الزاد التقوی _ بقره/ 197_

247_ انّما يتقبّل الله من المتقين_ مائده/ 27_

248_ قال ابو عبدالله عليه السلام: لا يغّرنك بكائهم انّما التقوی فی القلب_ بحار/ ج 70 ص 286_

249_ و ان تصبروا و تتقوا فان ذالك من عزم الامور_ آل عمران/ 186_

250_ قال علي(ع): اوصيكم عبادالله بتقوی ا لله فانّها الزمام و القوام فتمسّكويوثائقها و اعتصموا بحقائقها تؤول بكم الی اكنان الدعة و اوطان السعة و معاقل الحرز و منازل العزّ_ نهج البلاغه/ خ 195_

251_ قال علی عليه السلام:فان التقوا فی اليوم الحرز و الجنّة و فی غد الطريق الی الجنّه مسكلها واضح و سالكها رابح و مستودعها حافظه_ نهج البلاغه/ 191_

252_ قال اميرالمومنين عليه السلام: ان التقوی عصمة لك فی حياتك و زلفی بعد مماتك_ غرر الحكم/ ص 222_

253_ يا ايّها الناس الذين آمنوا ان تتّقوا الله يجعل لكم فرقاناً_ انفال/ 29_

254_ و اتّقوا الله و يعلّمكم الله و الله بكلّ شيء عليم_ بقره/ 282_

255_ هذا بيان للناس و هدی و موعظة للمتقين_ آل عمران/ 138_